پیارا گھر

آیتُ اللہ حسین مظاہری

ترجمہ

سیّد ذوالفقار علی زیدی

ناشر

الحسنین پبلشرز پاکستان کراچی

[illegible] پبلشرز پاکستان

پیارا گھر

آیت اللہ حسین مظاہری

ترجمہ
سیّد ذوالفقار علی زیدی

ناشر
الحرمین پبلشرز پاکستان کراچی

کتاب کی شناخت

نام کتاب : اخلاق درخانہ - اردو ایڈیشن - پیارا گھر

مولف : آیت اللہ حسین مظاہری

ترجمہ : سید ذوالفقار علی زیدی

صفحات : ۳۴۱

ناشر : الحرمین پبلشرز پاکستان کراچی

ایڈیشن : اول ر دوئم

سال طبع : ۱۹۹۵ء ر ۱۹۹۶ء

تعداد : ایک ہزار

ملنے کا پتہ : علی بک ڈپو' عباس ٹاؤن' ابوالحسن اصفہانی روڈ فون 8141362

قیمت : ۷۰ روپے مجلد ۸۰ روپے

مطبع : رئیل پرنٹرز پاکستان چوک - کراچی

لیزر کمپوزنگ : کمپیکٹ سروسز ۱۱۴ بمبئی ہوٹل

"ام حبیبہ فاؤنڈیشن"

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

دل کی دنیا

اک دل کی بھی دنیا ہے
جس میں پیار کے گھر
اور محبت کے لوگ آباد ہیں
وفا کی ہوائیں چلتی ہیں
جہاں امیدوں کے پھول کھلتے ہیں
ہر چہرہ سورج کی طرح روشن
اور چاند کی طرح پیارا ہے
جہاں محبت کی خوشبو بکھرتی ہے
جہاں سچائی بہتے پانی کی طرح شفاف ہے
پھر کیوں اس دنیا کو برباد کرتے ہیں
لوگ ایک دوسرے سے آنکھیں کیوں پھیر لیتے ہیں

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت اللہ حسین مظاہری کی دوسری کتاب کی اشاعت کی سعادت ادارے کو حاصل ہورہی ہے۔ اس سے قبل آپ کی ایک کتاب "چہاردہ معصوم" "انوار عصمت" کے نام سے شائع ہوچکی ہے جسے عوام وخواص نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ زیر نظر کتاب آپ کی چوبیس مجالس درس کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں اہم معاشرتی مسائل کا تجزیہ کرکے اس کا حل اسلام کے نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے اور اسلام کے نظام خاندان کی بنیاد کی وضاحت کی گئی ہے جو صرف اور صرف ایمان اور محبت ہے۔

نوجوان خواتین وحضرات کے لئے ان کی نئی زندگی شروع کرنے سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کتاب کے پہلے اڈیشن کو قارئین نے قلیل مدت میں ہاتھوں ہاتھ لیا اور قدردانی کی ہے اب دوسرا اڈیشن پیش خدمت ہے۔

آیت اللہ حسین مظاہری کی تیسری کتاب "سیرالی اللہ" کے نام سے زیر ترجمہ ہے جو عنقریب قارئین کے ہاتھوں تک پہنچے گی۔

مدیر ادارہ

سید ذوالفقار علی زیدی

آئینہ موضوعات

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۱۔ پہلی مجلس		۱۱
	مقدمہ	
	دین فطرت کے معنے	
	خدا جوئی کی فطرت	
	عبادت کا فطری ہونا	
	دعا اور عبادت کی اہمیت	
	حضرت زہرا اسلام اللہ علیہا کی عبادت	
۲۔ دوسری مجلس		۲۷
	مقدمہ	
	اسلام اور انسان کے رجحانات	
	اسلام کے نقطہ نظر سے زندگی	
	عام زندگی	
	آسودہ زندگی پر تعیش زندگی	
۳۔ تیسری مجلس		۴۳
	حیاتیات کے ماہرین اور ازدواج	
	ازدواج کا قرآنی نظریہ	
	ازدواج احادیث کی روشنی میں	
	اسلام اور جنسی جبلت کی اہمیت	
	جہیز میں اعتدال	
۴۔ چوتھی مجلس		۵۶
	شادی کی رکاوٹیں	
	بہانے	
	بیجا تکلفات	
	بھاری مہر	

۵۔ پانچویں مجلس — بے حساب ولیمے — ۷۵

جہیز

مکان

خلاصہ بحث

۶۔ چھٹی مجلس — ۸۸

گھر کا تقدس

گھر میں خدمت کرنا

مال حرام کی تاثیر

۷۔ ساتویں مجلس — ۱۰۱

گھر میں افہام و تفہیم

اعمال کا مجسم ہونا

۸۔ آٹھویں مجلس — ۱۱۴

گناہ کی عادت پیدا کرنا

بے پردگی

گناہ کے لئے عذر پیش کرنا

غیبت — تہمت

۹۔ نویں مجلس — ۱۲۸

گھرانے کی تشکیل

غیرت حیا

تندرست نسل کی تحویل

۱۰۔ دسویں مجلس — ۱۴۳

شادی کے فائدے

جنسی حیات کی تسکین

تندرست نسل کی تحویل

سکون واطمینان

میاں بیوی ایک دوسرے کی زینت

میاں بیوی ایک دوسرے کی تفریح

۱۱۔ گیارہویں مجلس ۱۵۵
تہذیب نفس
صبر کا مقام
نماز شب سے بھی بڑھ کر
۱۲۔ بارہویں مجلس ۱۷۰
گھر میں محبت اور رحمت
محبت کے لئے آفات
کینہ جوئی
بدگوئی اور مارنا پیٹنا
زبان کا زخم
۱۳۔ تیرہویں مجلس ۱۸۳
ایک روایت حضرت امام حسینؑ سے
خود پسندی
خود پسندی کی شاخیں
جھگڑا بحث
ہٹ دھرمی
بے جا توقعات
تنقید قبول نہ کرنا
۱۴۔ چودہویں مجلس ۱۹۵
محبت حاصل کرنے کے موارد
بظاہر چھوٹی مگر بڑی غلطیاں
صفائی اور پاکیزگی
دوستی کا مظاہرہ کرنا
تحفہ دینا
اصمعی اور صابر عورت
۱۵۔ پندرہویں مجلس ۲۰۷
ایک سے زیادہ شادیوں کے اسباب
ضروری شادی
ہوس کی شادی
مجبوری کی شادی
۱۶۔ سولہویں مجلس ۲۱۹

طلاق کی بحث
طلاق کی اقسام
ضروری طلاق
ہوس طلاق
مجبوری کی طلاق

۱۷۔ سترہویں مجلس ۲۳۴
خاندان کی ضروریات
مادی ضروریات
جنسی ضروریات
پیار و محبت کی ضرورت

۱۸۔ اٹھارویں مجلس ۲۴۷
معنوی ضروریات

۱۹۔ انیسویں مجلس ۲۶۲
ماں باپ کی دخل اندازیاں

۲۰۔ بیسویں مجلس ۲۷۴
بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا
گھر اور حاکمیت کا قانون

۲۱۔ اکیسویں مجلس ۲۸۸
گھر میں ہم آہنگی
محبت
ناجائز برتری

۲۲۔ بائیسویں مجلس ۳۰۱
عفو اور درگذر

۲۳۔ تیئسویں مجلس ۳۱۴
بدگمانی
بدگمانی کی جڑیں
وسوسہ کے آثار
منفی سوچ
پژمردگی سوء ظن کے خطرات

۲۴۔ چوبیسویں مجلس ۳۲۸
وسوسہ عملی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین سے گزارش

اس کتاب میں آپ جن موضوعات کا مطالعہ کریں گے وہ حوزہ علمیہ قم کے استاد اخلاق حضرت آیت اللہ حسین مظاہری دامت افاضاتہ کی وہ تقاریر ہیں جو انھوں نے ۱۴۰۹ ہجری قمری کے ماہ مبارک رمضان کے دوران مصلائے قدس (قم) میں نماز ظہرین کے بعد فرمائی ہیں۔

قم میں لوگوں نے ہمیشہ آپ کی شاندار پذیرائی کی ہے۔ چاہے وہ مصلائے قم میں عظیم الشان اجتماعات سے خطاب ہو یا آپ براہ راست ریڈیو سے مخاطب ہوئے ہوں۔ لوگوں کی کثیر تعداد حضرت استاد کو لاتعداد فون کر کے اس قسم کے مواد کی زیادہ سے زیادہ ضرورت کا احساس دلاتی رہی ہے۔ اسی بناء پر ہم نے یہ طے کیا کہ آپ کی تقاریر کے کیسٹ کو تحریر میں لاکر، موقع و محل کے اعتبار سے مکرر آنے والے پیرایوں کو حذف کرتے ہوئے اور عربی پر اعراب لگا کر، استاد کی اجازت سے اسے طباعت سے آراستہ کیا جائے اور آیات و احادیث کے حوالے بھی شامل کیے جائیں۔

اس کتاب کی صحت اور درستی سے متعلق اطمینان کے لیے حضرت حجتہ الاسلام والمسلمین حاجی شیخ حسین طیبیان سے درخواست کی گئی جسے آپ نے

قبول کرتے ہوئے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے کتاب کے مطالب کو دیکھا اور اصلاح فرمائی۔ اس سلسلے میں ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ کی محنت اور کوشش کی بناء پر یہ کتاب اس صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب تمام گھرانوں کے لیے شفابخش نسخہ قرار پائے گی' تمام افراد کی ازدواجی زندگی کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے محکم رسی ثابت ہوگی اسے شائع کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ذخیرہ قرار پائے گی۔

خداوند عالم سے توفیق کے طلبگار ہیں کہ اس کتاب کے دوسرے حصے کو بھی اسی انداز و اسلوب میں پیش کر سکیں' جو آپ کی ایک سال بعد یعنی ۱۴۱۰ھ کے ماہ رمضان میں کی گئی تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس طرح آپ جہاں بھی' جس وقت بھی تقاریر فرمائیں گے ہم انہیں قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

اس کتاب کا نام' جیسا کہ حضرت مستطاب نے تقریروں کے درمیان فرمایا تھا' اس کے موضوع کے مطابق "گھریلو اخلاق" رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب جس گھر میں بھی قدم رکھے گی وہاں سے اسلامی اخلاق کا خیال نہ رکھنے کی مشکل کو برطرف کرے گی' جیسا کہ خدا و رسولؐ نے چاہا ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ ہمارے اس کام میں کوئی نقص یا عیب نہیں ہے لہٰذا کسی بھی قسم کی رائے' تنقید اور تبصرے کو آئندہ اشاعت بہتر بنانے کے لیے قبول کریں گے۔

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوہ والسلام علی خیر خلقہ واشرف بریتہ ابی القاسم محمد صلی اللہ علیہ ولہ الطیبین الطاہرین وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین سمیا بقیتہ اللہ فی الارضین ولعنتہ اللہ علی اعدائہم اجمعین۔

خداوند عالم کی دی ہوئی طاقت اور حضرت بقیۃ اللہ کے لطف وکرم سے اس ماہ مبارک میں جس گفتگو کی ابتداء کررہا ہوں اس کا موضوع "گھریلو اخلاق" ہے اور میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے وسیلے سے ملتمس ہوں کہ یہ بحث وگفتگو ہم اور آپ سب کے لیے مفید قرار پائے۔ اگر اس بحث کو کسی منزل پر پہنچاسکوں تو ہر کوئی اس سے فائدہ اٹھاسکے گا۔ یہ موضوع معاشرتی اور نفسیاتی اعتبار سے بڑی قدروقیمت کا حامل ہے اور یہ ایک ایسی ہمہ گیر بحث ہے کہ ہم اور آپ سب اس کے محتاج ہیں۔ اور یہ گفتگو ایک مقدمہ اور چند ایک فصول پر مشتمل ہے۔ آج صرف مقدمہ کی حد تک بیان کروں گا اور آئندہ انشاءاللہ دوسرے فصول کے بارے میں گفتگو ہوگی۔

دین اور فطرت میں ہم آہنگی

قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ یعنی دین اسلام خلقت انسان کے ساتھ سو فیصد موافقت اور مطابقت رکھتا ہے اور اس کی ابتداء سے انتہا تک میل رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ○ (سورہ روم آیت ۳۰)

"(اے رسول) تم باطل سے منہ موڑ کر اپنا رخ دین کی طرف کیے رہو' یہی خدا کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (درست کی ہوئی) فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا یہی مضبوط دین ہے۔" اپنی تمام توجہ کو دین اسلام پر مرکوز رکھو۔ اس لیے کہ دین اسلام حنیف ہے۔ یعنی دین اسلام میں اعتدال ہے' نہ اس میں افراط ہے اور نہ ہی تفریط ہے۔ کیونکہ دین اسلام سو فیصد فطرت الٰہی کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام قیم ہے یعنی ابدی ہے۔ آیت مذکورہ میں ارشاد ہوا ہے کہ دین اسلام چونکہ اعتدال پر ہے' فطرت کے مطابق ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے اسی لیے اسلام کا پیامبر "خاتم انبیاء" ہے۔

فطرت کے معنی لغت کی رو سے فطرت بہ معنی خلقت کے ہیں۔ آج میں اس کے بارے میں گفتگو کروں گا اور آپ سب سے خصوصاً جلسہ میں حاضر فضلا سے خاص توجہ کا طالب ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہماری معلومات کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک معلوم فکری ہے کہ جسکو انسان تعلیم و تعلم

کے ذریعے حاصل کرلیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ استاد کلاس میں درس دیتا ہے اور شاگرد اس درس کو سن لیتا ہے' یا یہ کہ اس مقدس جلسہ میں 'میں بولتا ہوں اور آپ صبر و تحمل کے ساتھ غور سے سنتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی معلومات ہیں جو انسان رکھتا ہے اور یہ انسانی عقل کے ساتھ مربوط ہیں جو آخر کار انسان کی معلومات کہلاتی ہیں۔ معلومات کی ایک دوسری قسم بھی ہے۔ یہ کچھ اس قسم کی معلومات ہیں کہ جو جانی اور سیکھی نہیں جاتیں بلکہ یہ معلومات پائی جاتی ہیں۔ یہ عقل کے ساتھ مربوط نہیں ہیں بلکہ اس قسم کی معلومات مربوط ہیں طبیعت کے ساتھ یا دوسرے الفاظ میں مربوط ہیں انسانی جبلت اور رجحان کے ساتھ۔ مثلاً یہ کہ انسان کو بھوک لگتی ہے اور جب غذا کھالیتا ہے تو اس کی بھوک ختم ہوجاتی ہے۔ پس بھوک کا پتہ چل جانا' پیاس کا احساس کرنا یہ انسانی معلومات میں سے ہیں۔ البتہ یہ ایسی معلومات ہیں جنکو سیکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ خود بخود انسان کو حاصل ہوجاتی ہیں۔ یعنی انسان اس طبیعت کے ذریعے کہ جس کو خداوند عالم نے اس کے اندر قرار دیا ہے بھوک' پیاس 'گرمی' سردی اس قسم کی چیزوں کو درک کرلیتا ہے۔ پانی پی لینے کے بعد سیرابی پالیتا ہے۔ اب یہ جبلت اور غرائز بھی دو قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک جبلت وہ ہے جو تمام حیوانات رکھتے ہیں ممکن ہے بعض حیوانوں میں انسان سے زیادہ قوی تر ہو۔ جو مثالیں میں نے پیش کیں وہ ایک قسم کی غرائز ہیں کہ جنہیں توجہ اور ارادہ انسان کام کرتا ہے اس کو فطرت کہتے ہیں۔ فطرت میں جبلت ہی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ غریزہ بغیر توجہ اور بغیر ارادہ کام کرتا ہے اور معلومات رکھتا ہے اس کے برعکس فطرت علم کے ساتھ یا توجہ اور ارادہ کے ساتھ معلومات حاصل کرلیتی ہے۔

فطرت خداجوئی

انسان جو فطرتیں رکھتا ہے' جن کی تعداد کچھ زیادہ ہے' ان میں سے ایک فطرت خدایابی (خدا کو پالینا) یعنی انسان ذاتاً خدا یاب اور خدا جو ہے۔ فطری طور پر انسان خدا کو جان لیتا ہے۔ اگر پردے ہٹ جائیں اور انسان صفات رذیلہ سے پاک ہو جائے۔ اور پاک کرنے کی کوشش کرے تو اس انسان کی طرح جو پیاسا ہے اپنی تشنگی کو درک کرتا ہے اسی طرح خدا کو بھی پالے گا۔ یہ معاملہ تعلیم اور تربیت کا نہیں ہے بلکہ وجدان اور فطرت کا معاملہ ہے۔ آپ سب کو بند راستے درپیش ہوئے ہوں گے۔ بعض اوقات انسان ایسے مرحلے میں پہنچ جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ ہر طرف سے کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ ظاہراً اس کے لیے کسی قسم کی پناہ کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ پس اس وقت پیاسے انسان کی طرح خدا کو پالیتا ہے۔ قرآن شریف تقریباً بیس سے زیادہ آیتوں میں اس بارے میں وضاحت کرتا ہے اور فرماتا ہے۔

فاذا رکبوا فی الفلک دعوالله مخلصین له الدین فلما نجٰھم الی البر اذا ھم یشرکون ○ (سورہ عنکبوت آیت ۶۵)

"پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بہت خلوص سے اس کی عبادت کرنے والے بن کر خدا سے دعا کرتے ہیں۔ پھر انہیں خشکی میں نجات دیتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔" انسان جس وقت دریا میں ہو اور دریا کی موجیں طوفانی ہوں' کشتی ٹوٹ چکی ہو اور اس کے ہاتھ ہر طرف سے کٹ چکے ہوں پس اس مقام پر قرآن مجید کہتا ہے کہ جو بھی اس حالت میں ہوگا وہ خدا کو پالیتا ہے' اور اس وقت انسان پکارتا ہے خدا کو اور اس کا پکارنا بھی موحدانہ ہوتا ہے۔ انسان اس وقت نہ صرف فقط خدا کو پالیتا ہے بلکہ توحید کو

پالیتا ہے۔ اس لیے کہ اس وقت جس قوت کو انسان خداوند کہکر پکارتا ہے تو اس کی پوری توجہ ایک خدا کی طرف مرکوز ہوتی ہے نہ کہ دو خداؤں کی طرف۔ یعنی انسان کے لیے وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس پر خدا ثابت ہو جاتا ہے توحید اس کے لیے ثابت ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسان جان لیتا ہے اس خدا کو کہ جو سمیع اور بصیر ہے' اس خدا کو جو رؤف ہے' وہ خدا جو کریم اور قدیر ہے' یعنی انسان قدرت مطلقہ کو پالیتا ہے۔ علم مطلق کو اور لطف و رحمت مطلق کو پالیتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ وہ خدا خدا کرنے لگتا ہے۔

جب انسان ہر طرف سے اپنے آپ کو مشکل میں گھرا ہوا پاتا ہے اور کہتا ہے "خدایا تو قادر ہے کہ مجھے نجات دے۔ خدایا تو میری حالت کو جانتا ہے۔ خدایا تو مجھ پر مہربان ہے۔ خداوندا تو رؤف ہے۔ خداوندا تو جواد ہے"۔ پس گویا انسان اس مشکل ترین وقت میں ایک ایسی ذات کو پالیتا ہے جو جمیع (مجموعہ) ہے کمالات کا۔ پس جس وقت خدا کو پالیتا ہے تو از نظر توحید اور بقول قرآن خدا کو خالص پکارتا ہے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اپنی کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ اس لیے آئے کہ ان فطرتوں کو زندہ کریں۔ یعنی وہ فطرت جو مشکل وقت میں انسان کے اندر زندہ ہو جاتی ہے۔ تمام پیغمبر اس لیے آئے کہ ایسی فطرت کو زندہ رکھیں یعنی انسان کو ایک ایسے مقام تک پہنچا دیں جہاں پر انسان ہمیشہ خدایاب اور خداجو رہے۔ بالفاظ دیگر تمام انبیاء و تمام محراب و منبر اور یہ ساری عبادتیں محض اس لیے ہیں کہ انسان ہمیشہ خدا کو یاد رکھے۔ سورہ طہٰ میں خدا اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

انني انا الله لا اله الا انا فاعبدوني واقم الصلوٰة

لذکری (سورہ طہٰ آیت ۱۴)

"اس میں شک نہیں کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔ میں خدائے یگانہ و یکتا ہوں۔"

آپ کہاں سے سمجھیں گے کہ خدا ایک ہے؟ اسکو سمجھنے کے لیے عبادت کرو، خدا سے رابطہ رکھو، نماز پڑھو اس لیے کہ نماز پڑھنا ایک قسم کا رابطہ ہے خدا کے ساتھ اور نماز آپ کو یہ حالت عنایت کرتی ہے۔ یہ آیت مجیدہ کہتی ہے کہ یہ منبر اور محراب اس لیے ہیں کہ انسان خدا کو پالے اور اس کی قدرت کو سمجھ لے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کتابوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ان سب کا مقصد یہی ہے کہ انسان خدا کو پالے۔ خدا کو بھول نہ جائے۔ اس تشنہ شخص کی طرح جو اپنی تشنگی کو پالیتا ہے۔ اے انسان تو بھی ہمیشہ محبت خدا میں تشنہ رہا کر۔ اگر تو دل کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ ہمیشہ خدا کے ساتھ راز و نیاز رکھے گا تو ایک ایسے مقام پر پہنچے گا کہ جہاں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وجال لا تلھیھم تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ** (سورہ نور آیت ۳۷)

"ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تو تجارت ہی غافل کرسکتی ہے نہ خرید و فروخت کا معاملہ۔"

اگر انسان حقیقی بندۂ خدا بن جائے تو پھر کوئی چیز اس کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے۔ اگر ہم دل کی آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے ہیں تو قرآن اس بارے میں کہتا ہے کہ پردہ حائل ہے۔ اگر تم اس پیاسے انسان کی طرح خدا کو درک نہیں کرسکتے ہو، اگر تمہارے دل میں خدا کی حکومت نہیں ہے، تو جان لو کہ کوئی پردہ دل کی آنکھوں پر رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ وگرنہ انسان کے دل سے

پردے اٹھ جائیں تو وہ خدا کو پالیتا ہے کیونکہ انسان فطری اعتبار سے خداجو ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے انسان خدایاب ہے اور یہ تعلیم وتعلم نہیں' یہ برہان نظم نہیں' یہ برہان صدیقین نہیں' یہ برہان حدوث وبرہان امکان بھی نہیں ہے بلکہ یہ وجدانی ہے۔ جاننے کی نہیں بلکہ واضح ہے۔ انسان جب اپنی گمشدہ چیز کو پالیتا ہے' انسان جب اس تشنہ انسان کی طرح خدا کو پالیتا ہے تو اس کی تشنگی دور ہوجاتی ہے۔ پس انسان جب خدا کو پالیتا ہے تو اپنے آپ کو اس کے سامنے حقیر اور ناچیز بنادیتا ہے۔

عبادت کا فطری ہونا

عبادت بھی ان تمام فطرتوں میں سے ایک ہے۔ یہی ماہ مبارک رمضان کا روزہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ اس لیے کہ انسان جب خدا کو پالیتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ خدا سے تشبہ پیدا کرے اور خد کے ساتھ سب سے اچھا اور بہتر تشبہ روزہ ماہ مبارک رمضان ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض خدا کے بندے ماہ مبارک رمضان کے روزے سے کتنی لذت حاصل کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام کو ماہ مبارک رمضان کی ابتداء میں کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جب ماہ رمضان المبارک کے آخری ایام ہوتے ہیں تو امام سجاد علیہ السلام روتے ہیں۔ اس لیے کہ ماہ رمضان المبارک جارہا ہے۔ اس لیے کہ ایک ایسا مہینہ جو انسان کی فطرت کے مطابق ہے آیا تھا اور جارہا ہے۔

ایک خداجو اور خدایاب انسان کا نماز پڑھنا' ایک ایسے انسان کا نماز پڑھنا کہ جس نے اپنے دل کے پردوں کو ہٹادیا ہے اور خدا کو پالیا ہے------ جتنی لذت وہ نماز سے لیتا ہے اسے کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ وہ

اس قدر لذت حاصل کرتا ہے کہ بقول امام جعفر صادق علیہ السلام **الرکعتان ففی جوف اللیل احبالی من خیر الدنیا وما فیھا** (وسائل شیعہ جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۸۶) "نصف رات کو دو رکعت نماز پڑھنا میرے لیے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے افضل اور محبوب ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ تمام جہان کے اموال آپ کو دیں گے مگر آپ دو رکعت نماز شب نہ پڑھیں' تو میں راضی نہیں ہوں"۔ کیوں راضی نہیں ہیں؟ اس لیے کہ خدایاب ہیں۔ خدا کو پالیا ہے۔ اب جب خدا کو پالیا ہے تو ان کی فطرت کہتی ہے کہ خدا کے سامنے اپنے آپ کو ناچیز بنا' حقیر بنا' اور ذات خداوند تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا کرنے کا بہترین طریقہ اور عمل نماز ہے۔ اب راہ خدا میں انفاق کرنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ اس سے وہ شخص جو خدایاب ہوتا ہے اس سے لذت حاصل کرتا ہے۔ ان صفات کمالیہ کے ساتھ اگر کوئی انسان خدا کو پالے تو پھر جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اسے راہ خدا میں فدا کر دیتا ہے۔ جب انسان اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو پھر نہ فقط مال کو فدا کرتا ہے بلکہ بال بچوں کو بھی راہ خدا میں فدا کرنے کے لیے' اپنی جان کو بھی راہ خدا میں قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس کے لیے بہترین لذت یہ ہے کہ اپنے آپ کو ----- خدا کے سامنے' خدا کے لیے اور راہ خدا میں ----- شمع کے گرد پروانے کی مانند جلاتا ہے۔ قرآن اس بارے میں کیا خوب کہتا ہے۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا و مما رزقناھم ینفقون فلا تعلم نفس مااخفی لھم

من قرہ اعین جزاء بما کانو یعملون ○ (سورہ سجدہ آیت ۱۶-۱۷)

"ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے' اور (عذاب) کے خوف اور (رحمت کی) امید پر پروردگار کی عبادت کرتے ہیں' اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (خدا کی راہ) میں خرچ کرتے ہیں۔" یعنی کچھ افراد ہیں جنہوں نے خدا کو پالیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں جمال خدا' جلال خدا کی صفت حکم فرما ہے' دل سے پردے اٹھ چکے ہیں۔ خدا کو پالیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ بس یہی لوگ ہیں جو رات کی تاریکی میں اپنے بستر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور نماز شب قائم کرتے ہیں اور جو کچھ خدا نے ان کو عنایت کیا ہے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد کہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں انفاق اور نماز شب کا پڑھنا اس سے جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا کوئی بھی درک نہیں کرسکتا ہے مگر وہ شخص جو اس منزل تک پہنچ چکا ہے۔ پس جب انسان خدا کو پالیتا ہے تو پھر نماز اور روزہ اس کے لیے فطری بن جاتے ہیں۔ نماز اور روزہ سے لذت حاصل کرنا پھر اس کے لیے ایک امر وجدانی بن جاتا ہے اس کے بعد پھر وہ نہ فقط خمس وزکات ادا کرتا ہے بلکہ ہر وہ چیز جو اس کے پاس موجود ہے یہاں تک کہ اولاد اور اپنی جان و مال راہ خدا میں فدا کرنا ایک امر فطری اور وجدانی بن جاتا ہے۔ اللہ والے انسان کے لیے ضرورت نہیں کہ اس سے کہدیں کہ زکوۃ دو' خمس دو بلکہ وہ خود عادی ہے اس چیز کا' مثل اس انسان کے کہ جو تشنہ ہو جاتا ہے پیاس لگتی ہے تو وہ پانی کی تلاش میں نکلتا ہے۔

آب کم جو تشنگی آور بدست
تا بجوشد آبت ازبالا وپست

آپ دیکھتے ہیں کہ بھوکا آدمی روٹی کی تلاش میں ہوتا ہے اسی طرح اگر انسان خدا کو جان لے جس طرح جاننے کا حق ہے تو پھر وہ انسان روزہ' نماز' زکوٰۃ اور خمس کے درپے ہوتا ہے۔ پس اب اس کے لیے بہترین لذت یہ ہے کہ جائے اور خانہ خدا کعبہ کا طواف کرے۔ کیونکہ ایک عاشق اپنے معشوق کے در اور دیوار کو چومتا ہے۔ طواف کرتا ہے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے۔ ہر وہ چیز جو اس کو لذت بخشتی ہے انجام دیتا ہے کیونکہ صاحب خانہ کو اس نے پہچان لیا ہے اور صاحب خانہ اس کے دل کے اندر موجود ہے۔ وہی اس کے دل پر حکومت کرتا ہے جب یہ حالت کسی کی پیدا ہو جائے تو پھر اس کے دل میں کوئی دوسری چیز نہیں سما سکتی اور تمام عبادات اب اس کے لیے فطری بن جاتی ہیں۔ نماز' روزہ' زکوٰۃ' خمس اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر' تولیٰ و تبریٰ یہ سب چیزیں اس کے لیے فطری ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ شخص خدا کو دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے' بالکل اسی طرح ہے جس طرح وہ بھوک اور پیاس کو دیکھتا ہے۔ ابھی آپ عزیزان جو یہاں پر موجود ہیں بھوکے ہیں' پیاسے ہیں' آپ اپنی پیاس اور بھوک کا درک کرتے ہیں لیکن ان آنکھوں سے نہیں جو سر پر ہیں سر والی آنکھ کبھی غلطی کرتی ہے آپ بھوک کو دیکھتے ہیں دل کی آنکھ سے جس کو "جبلت کی آنکھ" کہتے ہیں جس کے ذریعے آپ اپنی بھوک و پیاس کو دیکھتے ہیں۔

بعض انسان ایک ذات مجموعہ کمالات کو فطرت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں لہٰذا عاشق ہیں کس قسم کے عاشق؟ اتنا عشق خداوند تعالیٰ کے ساتھ رکھتے ہیں کہ جب مجلس ابن زیاد میں جس وقت اس نادان' بیوقوف نے حضرت زینب علیہا السلام سے کہا کہ دیکھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کھڑی ہو گئیں پھر

فرمایا۔

ماراَیت الا جمیلا..... ثکلتک امک یا بن مرجانہ

"کیا نہیں سمجھتے ہو' اندھے ہو' چونکہ تم نہیں سمجھتے ہو تمہیں مرنا چاہیے۔ حادثہ کربلا میں' میں نے خدا کی طرف سے اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا اپنے بھائی کو تو راہ خدا میں دے چکی ہوں اس خدا کی راہ میں کہ جسے میں نے پالیا تھا۔" جس وقت انسان خدا کو پالیتا ہے تو تمام عبادات از جملہ جہاد' امربالمعروف ونہی عن المنکر' خدا کے دوستوں کو دوست رکھنا اور دشمنان خدا کو دشمن رکھنا یہ تمام چیزیں انسان کے لیے فطری امور بن جاتی ہیں انسان' اگر انسان بننا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزے رکھے روزہ یعنی تشبہ باخدا۔ اسی طرح اگر کوئی انسان چاہتا ہے کہ ایک انسان کامل بن جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تشبہ باخدا پیدا کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو پھر خمس وزکوۃ بلکہ قانون مواسات' انفاق کرنا اس کے لیے ایک امر فطری بن جاتا ہے اور یہ تمام احکامات خداوندی اس کے لیے قابل قبول ہوجاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تمام اسلامی عبادات ایک امر فطری ہیں۔ اگر ہم چاہیں کہ اس منزل تک پہنچیں تو ضروری ہے دل سے پردوں کو ہٹادیں۔ اگر کوئی شخص ہماری مجلس میں ہو تو اس کو میری طرح خدا کو نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر میری طرح سمجھے تو پھر وہ سمجھ لے کہ اس کا دل مریض ہے' پردے ابھی باقی ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص اس جلسہ میں شریک ہے مگر نماز اس کے لیے سنگین ہے تو وہ سمجھ لے کہ وہ مریض ہے۔ انسان کبھی بھوکا ہوتا ہے مگر یہ معلوم نہیں کرپاتا ہے کہ وہ بھوکا ہے کیونکہ مریض ہے دودن سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے لیکن غذا کی طرف مائل نہیں ہے۔ کھانے کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا ہے۔ چونکہ مریض ہے جس کی وجہ سے

وہ جبلت کام نہیں کرپاتی ہے۔ جو شخص ماہ مبارک رمضان کے ان دروس کو سنتا ہے لیکن انفاق درراہ خدا میں خرچ کرنے میں ست ہے تو وہ سمجھ لے کہ مریض ہے۔ اس آدمی کی طرح کہ جس نے دو تین دن کھانا نہیں کھایا ہے لیکن پھر بھی غذا کی طرف مائل نہیں۔ یعنی وہ اپنی بھوک کو درک نہیں کرسکتا ہے پس یہ انسان بھی اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اس کے دل پر پردے ایک کے بعد دوسرا' دنیا' صفات رذیلہ دنیا بالآخر العیاذ باللہ گناہ کے بعد گناہ کرنے کی وجہ سے وہاں تک پہنچ گیا ہے کہ نماز جو کہ روح کی غذا ہے' کی لذت کا ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ اور روزہ تشبہ با خدا ایک انسان کامل کے لیے بہترین لذت ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک گوسفند ذبح کرکے تقسیم کیا گیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کچھ باقی رہا ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ صرف گردن باقی ہے' باقی سب راہ خدا میں دے دیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا نہیں تم کہو کہ سب باقی ہے مگر گردن ضائع ہوگئی ہے۔ کیونکہ گردن راہ خدا میں ابھی تک نہیں دی ہے۔ راہ خدا میں انفاق کرنا' طواف کرنا' راہ خدا میں جان دینا' دین خدا کی ترویج کے لیے خدا کے دوستوں کو دوست رکھنا اور دشمنان خدا کے ساتھ دشمنی رکھنا یہ ایک ایسی چیز نہیں کہ دلیل کی محتاج ہو۔ استدلال میرے لیے اور مجھ جیسوں کے لیے اچھا ہے' دشمن کے لیے دلیل واستدلال ٹھیک ہے۔ آپ سب کو چاہیے کہ اصول دین کے بارے میں دلیل واستدلال رکھیں۔ لیکن یہاں پر استدلال کا کوئی کام نہیں۔ ممکن ہے کہ ہماری مجلس میں ایسے لوگ بھی ہوں کہ جو برہان صدیقین کا تجزیہ وتحلیل کریں' حرکت جوہر معاد جسمانی ملاصدرا کو اچھی طرح واضح کریں۔

لیکن کیا عبادت ان کے لیے فطری ہو گئی ہے؟ یہاں پر تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے لوگ جو بالکل پڑھے لکھے نہیں ہیں فلسفیوں سے قوی تر ہیں' کیونکہ انہوں نے پردوں کو ہٹایا ہے' خدا کے ساتھ رابطے کے ذریعے اپنے اندھیرے دلوں کو محبت خدا سے روشن کیا ہے۔ چونکہ نماز' روزہ' زکوۃ' خدا کی راہ میں خرچ' مستحبات و واجبات اور خصوصاً گناہ نہ کرنے اور اس سے بچنے کی وجہ سے ان کے دل پر اثر ہو گیا ہے۔ ان کی مثال آگ میں لوہے کی سی ہے۔ لوہے کو جب آگ میں ڈالا جاتا ہے تو وہ آگ بن جاتا ہے۔ پھر آگ اور اس میں فرق نہیں رہتا۔ اسی طرح لکڑی جب آگ میں ڈالی جاتی ہے تو پھر یہ آگ بن جاتی ہے۔ اس قسم کے آدمی کے لیے الف۔ باء کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس قسم کے آدمی کو پاکیزگی اور گناہ سے پرہیز کی ضرورت ہے۔

اہمیت عبادت و دعا

اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدونی واقم الصلوۃ لذکری (سورہ طہٰ آیت ۱۴)

"اس میں شک نہیں کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔"

اس آیت مجید میں خدا کہتا ہے میرے بندے! کیا تم مجھے پالینا چاہتے ہو؟ لیکن اس سر والی آنکھ سے نہیں یہ تو حیوان کی ہے۔ اگر دیکھنا چاہتے ہو تو تم اس آنکھ سے دیکھو جو حیوان نہیں رکھتا کیا تم میرا سلام سننا چاہتے ہو؟ ان کانوں سے نہیں یہ تو حیوانوں کے ہیں۔ اس کان سے جو انسان کا ہے' سنو گے تو مجھے پالو گے۔ اے انسان اگر تو چاہتا ہے کہ مجھے دیکھے اور میرا کلام سنے تو آؤ میں وہ راستہ تمہیں بتادوں کہ جس پر چل کر تو مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ کیا ہے

عبادت کر، اپنے رابطے کو اور اپنے تعلق کو میرے ساتھ مضبوط کر، جب رابطہ مضبوط ہو جائے تو پھر ایک جگہ طرف نظر کر کہ وہ نماز ہے **اقم الصلوۃ** یعنی وہ چیز جو تجھے جلدی مجھ تک پہنچا سکتی ہے وہ نماز ہے۔ نماز اول وقت میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ماہ رمضان المبارک میں نماز شب ضرور پڑھیں۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس ماہ خدا میں خدا کے ساتھ آپ کی یہ گفتگو (نمازیں) ہوتی جائیں۔ خوشحال ہو اس شخص کا جو اس ماہ مبارک میں خدا کے ساتھ راز و نیاز رکھتا ہے۔ یعنی خدا ان سے بات کر رہا ہے خدا کا بندے کے ساتھ بات کرنا کیسے ممکن ہے؟ قرآن پڑھنے کے ساتھ۔ امام صادق علیہ السلام آپ سے فرماتے ہیں اے انسان جب قرآن پڑھتے ہوئے "**یا ایھا الذین امنوا**" تک پہنچو تو کہو لبیک لبیک یعنی جی ہاں۔ بہت سے لوگ ہیں کہ جب کہا جاتا ہے **یا ایھا الذین امنوا** تو واقعاً" وہ کلام خدا کو سنتے ہیں ان کانوں سے نہیں بقول مثنوی ان انسانی کانوں سے سنتے ہیں انسان جب دل کے کانوں سے کلام خدا کو سن لیتا ہے تو وہ جواب دے سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے لبیک۔ دعا کا کیا مطلب؟ دعا خدا کے ساتھ راز و نیاز کرنا ہے خدا کے ساتھ بات کرنا ہے۔ سب کے سب خصوصاً نوجوان دعا کرتے وقت اس فکر میں نہ رہو کہ پیٹ بھرا ہے یا نہیں۔ دعا مستجاب ہوگی یا نہیں، وہ ایک جزئی چیز ہے۔ بلکہ جس وقت تم کہتے ہو یا خدا تو تم اس وقت اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو خدا کو دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا اسے کہے جی ہاں جی ہاں۔ قرآن متعدد مقامات میں فرماتا ہے **ادعونی استجب لکم** تم پکارو اے خدا تو میں جواب دوں گا جی ہاں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم "خدا" کہو تو میں قبول کروں گا البتہ انسان جو بھی دعا کرے قبول ہو جاتی ہے لیکن دعا کرنے والا جتنی

صلاحیت رکھتا ہے خدا اس کے مطابق اس کو دیتا ہے اگر صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس سے بہتر اس کو دے دیتا ہے۔ **ادعونی استجب لکم** اے میرے بندے میرے ساتھ مکالمہ جاری رکھ اور نماز خدا کے ساتھ بہترین مکالمہ ہے۔ یعنی خدا کا بندے کے ساتھ بات کرنا اور بندے کا خدا کے ساتھ بات کرنا ہے حمد و سورہ نماز میں خدا کا کلام کرنا ہے بندے کے ساتھ۔ اور اسکے علاوہ نماز کے اجزا بندہ کا کلام خدا کے ساتھ ہے۔ عالی ترین لذت اس شخص کے لیے ہے جو عاشق خدا ہو۔ بات کرنا خدا کے ساتھ ان لوگوں کا جنہوں نے خدا کو پالیا ہے وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں حکومت خداوند ہو' ان کی عالی ترین لذت نماز ہے۔

عبادت زہراؑ

بحث لمبی ہوئی میں نہیں چاہتا تھا کہ اتنی لمبی ہو۔ لیکن امید ہے بہتر ہو گا اس سے جو میں چاہتا تھا۔ زہراء سلام اللہ علیہا جوان ہیں' جوان کے لیے نیند لازمی چیز ہے اور جوان کی نیند بوڑھے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے زہراء سلام اللہ علیہا تھکی ہیں۔ کیونکہ دن کو کام کرتی ہیں پیغمبر اکرمؐ گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ زہراءؑ کی گود میں بچہ ہے اور ہاتھ چکی پر ہے جب رسول خداؐ داخل ہوئے گھر کے اندر جناب زہراءؑ نیند سے بیدار ہو گئیں رسولؐ خدا نے کہا کہ عزیزم دنیا کی تلخی کو آخرت کی شیرینی کے لیے پی لو زہراءؑ بہت تھکی ہیں بچے دار ہیں امور خانہ داری میں پہلے تو کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں تھا اس وقت آپ کے لیے بہت مشکل پیش آتی تھی لیکن جس وقت معاون مل گیا۔ فضہ خادمہ ملیں پیغمبر اکرمؐ آگئے اور سفارش کی کہ زہراء فضہ بھی تیری طرح ایک انسان ہے لہٰذا امور خانہ کو تقسیم کر کے انجام دیں ایک دن گھر کا کام آپ کریں اور ایک دن

فضہ کرے گی زہراء کام کرتی ہیں تھکی ہیں۔ امور خانہ داری ہمیشہ مشکل کام ہے۔ بچے کی دیکھ بھال ایک مشکل کام ہے اسی طرح شوہر داری ایک مشکل کام ہے آئندہ کی بحثوں میں اس پر روشنی ڈالوں گا۔ آپ نے دیکھا کہ زہراء ان تمام کاموں کو احسن طریقے سے انجام دیتی ہیں لیکن جب رات کی تاریکی ہوتی ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نیند کہاں وہ تھکاوٹ کہاں اس طرح سے درگارہ الٰہی میں کھڑی ہوئی ہیں کہ پاؤں میں ورم آگیا ہے۔ دو اشخاص کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ دونوں قیام میں اتنا کھڑے رہے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ورم آگیا ایک رسول خدا اور دوسری جناب فاطمہ زہرا آپ رات کو اٹھتی تھیں خدا خدا کہتیں' دعا کرتیں وہ بھی دوسروں کے لیے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں رات سے صبح تک کھڑی رہتیں نماز بجالاتیں اور جو کچھ دعا کرتیں تھیں اس میں کہتیں تھیں اے خدا! میرے ہمسایہ۔ اے خدا! مسلمان۔ ایک دن میں نے اماں سے کہا اچھا ہوتا کہ ہمارے لیے بھی دعا کرتیں۔ فرمایا "یا بنی الجار ثم دار" بیٹے! پہلے ہمسایہ پھر گھر والے۔

دوسری مجلس

اسلام اور انسان کے رجحانات

اسلام واجب قرار دیتا ہے کہ ہم اپنی جبلتوں اور میلانات کو تسکین پہنچائیں اور اسلام میں نفس کشی حرام ہے بہت ساری روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی فطری خواہشات کو کچل دے۔ اور اپنے جذبات کو تسکین نہ پہنچائے۔

قرآن کا فرمان ہے کہ ایک مسلمان کو جس طرح آخرت کی فکر کرنی چاہیے اسی طرح دنیا کی فکر کرنی چاہیے اپنے فطری رجحانات اور جذبات کی فکر بھی کرنی چاہیے۔

وابتغ فیما اتک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا

"جو کچھ تمہیں خداوند عالم نے مال و دولت دنیا دیا ہے اس کے ذریعے اپنی آخرت کی بھلائی چاہو اور ساتھ ہی دنیا سے بھی اپنے حصے کو مت بھولو۔" (سورہ قصص آیت ۷۷)

یعنی اے انسان جو کچھ تمہیں مال و دولت' طاقت' عقل و ہمت اور امن

جیسی نعمتیں دی گئی ہیں ان کے ذریعے اپنی آخرت سدھارو لیکن یہ یاد رہے کہ اپنے دنیاوی حصے کو بھی فراموش نہ کرو۔ صرف ایک ہی طرف جھکے نہ رہو، صرف دنیا میں ہی غرق ہونا غلط ہے اسی طرح اپنے مال، دولت، جوانی، عقل وسلامتی اور عقل کو صرف آخرت کی نذر نہیں کیا جاسکتا بلکہ چاہیے کہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی فکر بھی کی جائے۔

صدر اسلام اور ائمہ معصومین علیھم السلام کے زمانے میں بعض لوگوں نے ایک انحرافی طریقہ اختیار کیا تھا یعنی ان لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ ایک انسان کو دن رات ہر وقت آخرت کی فکر کرنی چاہیے دنیا کو ترک کرنا چاہیے اور فطری جذبات اور خواہشات کو نظرانداز کرنا چاہیے۔ لیکن جس وقت اس کی اطلاع حضور اکرمؐ اور ائمہ معصومین علیھم السلام کو ملی تو انہوں اس خیال کو کچل ڈالا بلکہ برے طریقے سے کچل ڈالا۔

مرحوم صاحب وسائل نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ تین خواتین حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان میں سے ایک نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے شوہر نے عورت سے قربت کو ترک کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ دوسری نے کہا یا رسولؐ میرے شوہر نے گوشت کھانا ترک کیا ہے۔ اور تیسری عورت نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے شوہر نے خوشبو کا استعمال ترک کیا ہے روایت میں ہے کہ یہ سنکر حضور اکرمؐ ناراض ہوئے دیکھا کہ امت میں ایک انحرافی خیال پیدا ہونے لگا ہے وقت نماز کے بغیر ہی مسجد میں چلے آئے۔ روایت میں ہے کہ جس وقت حضورؐ مسجد میں تشریف لائے تو اس قدر جلدی میں آئے کہ دوش مبارک پر عبا صحیح طریقے سے پہنی بھی نہیں بلکہ عبا زمین سے کھینچی جارہی تھی عبا کا ایک سرا رسول اکرمؐ کے دوش مبارک پر تھا اور

دوسرا سرا زمین پر تھا۔ اس حالت میں آپ نے حکم فرمایا کہ لوگ جمع ہوں۔ لوگ اپنے اپنے کام چھوڑ کر مسجد میں چلے آئے۔ حضور اکرمؐ نے منبر کے پہلے پائے پر کھڑے ہو کر فرمایا میں یہ سن رہا ہوں کہ میرے اصحاب کے درمیان ایک غلط فکر جڑ پکڑ رہی ہے۔ یہ غلط فکر کیا تھی جو مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوئی تھی؟ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے فرمایا میں خدا کا پیغمبر ہوں گوشت اور لذیذ کھانا کھاتا ہوں' اچھا لباس پہنتا ہوں' خوشبو بھی استعمال کرتا ہوں اور عورتوں کے ساتھ ہمنشینی اور مباشرت بھی کرتا ہوں۔

پس جو کوئی میری سنت سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں۔ یہ جملہ پیغمبر اکرمؐ کی زبان مبارک سے کئی مرتبہ کئی ایک جگہوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو شخص میری روش اور طریقہ کو اختیار نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔ اسی روایت کی مانند ایک اور روایت ہے جسے مرحوم فیض کاشانی نے صافی میں نقل کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہی معاملہ تکرار سے پیش آیا ہے ایک دفعہ وعید عذاب پر مشتمل آیت نازل ہوئی تو یہ افراد بہت ڈرے اور یکلخت دنیا سے ہاتھ اٹھایا اور صرف آخرت کی فکر میں لگے۔ مرحوم فیض فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ کے پاس کسی کام سے ایک عورت آئی دیکھا تو "مبطلہ" تھی یعنی شادی شدہ تھی مگر کسی زیب و زینت کے بغیر یعنی شوہرداری کے آثار نظر نہیں آئے پوچھا کیا تمہارا خاوند مرگیا ہے؟ کہا نہیں بلکہ اپنے دوسرے دو ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں عبادت میں مشغول ہے۔ اس نے عہد کیا ہے کہ میرے ساتھ تعلقات نہیں رکھے گا۔ اس کے دوست نے ارادہ کیا ہے کہ لذیذ غذا نہیں کھائے گا اور ان کے تیسرے ساتھی نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں سے میل جول نہیں رکھے گا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے اس معاملے کو حضور اکرمؐ

تک پہنچایا۔ اس روایت میں بھی فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے بے وقت مسجد میں آگئے اور یہ جملہ "یجرت عباؤہ" اس روایت میں بھی آیا ہے یعنی اتنی جلدی میں تھے کہ عبا زمین سے گھسٹتی جارہی ہے، مسجد میں آئے اور لوگوں کو جمع کیا ممبر کے پہلے پائے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ ایک انحرافی فکر مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے میں نے سنا ہے بعض مسلمان پہاڑوں اور غاروں میں جاکر عبادت میں مشغول ہیں ان لوگوں کا اپنی بیوی سے تعلق نہیں ہے، اچھے کھانے نہیں کھاتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ معاشرت نہیں رکھتے ہیں درحالیکہ میں تمہارا پیغمبر ہوں معاشرے کے اندر ہوں اور لوگوں کے ساتھ معاشرت رکھتا ہوں میں تمہارا پیغمبر ہوں لیکن اچھے کھانے کھاتا ہوں۔ میں تمہارا پیغمبر ہوں لیکن اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہوں "فمن رغب عن سنتی فلیس منی" ہر وہ شخص جو نسل کشی کرے، ہر وہ شخص جو ازدواج نہ کرے اور مشغول عبادت ہوجائے وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ پیغمبر اکرمؐ کا طریقہ تھا اور یہ طریقہ ائمہ اطہار علیہم السلام کا بھی تھا تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں امیرالمومنین سلام اللہ علیہ کہ زہد وتقویٰ کے ساتھ جس کو ہم نے ان سے سنا ہے اس وقت کہ جب پہلی مرتبہ کوفہ میں داخل ہوئے تو مسجد میں چلے گئے امیرالمومنین نے دیکھا کہ لوگ بے وقت عبادت میں مشغول ہیں۔ امیرالمومنین نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا یہ "رجال الحق" ہیں مولا نے پوچھا کہ رجال الحق کون ہیں؟ جواب دیا مولا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو ترک کیا ہوا ہے، اگر کچھ مل جائے تو کھاتے ہیں ورنہ صبر کرتے ہیں اور مسجد میں ہمہ وقت عبادت کرتے رہتے ہیں۔ مولا امیرالمومنین ناراض ہوگئے اور اسد الغابہ کے مطابق آپ نے ان

کے تازیانہ مارا اور فرمایا اسلام کے لیے غلط فکر' اور غلط راستے نہ بنائیں یہ کام اسلامی کام نہیں ہیں اور فرمایا کتا بھی تو تمہاری طرح رہتا ہے اگر کوئی چیز اس کو دیتے ہیں تو وہ کھالیتا ہے ورنہ صبر کرتا ہے' آخر کار ان کو مسجد سے باہر نکال دیا۔

اس وقت کہ جب ظاہری اعتبار سے خلافت آپ کے ہاتھ میں آگئی تھی مولا بصرہ میں آئے اور اشراف بصرہ میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوگئے اور اس کی زیب و زینت پر مولا نے اعتراض کیا۔ اس شخص نے مولا کے سوال کے جواب سے فرار کرنے کے لیے کہا یا امیر المومنین ؑ میرا ایک بھائی ہے جو گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہے' لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتا ہے' تارک الدنیا ہوگیا ہے اور ایک جگہ میں عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ مولا امیر المومنین ؑ نے اس عیش پسند شخص کو چھوڑ دیا کیونکہ آپ کے سامنے ایک مشکل مسئلہ آگیا تھا اسے طلب کیا اور کہا کہ یہ کیا طریقہ ہے؟ تارک دنیا کیوں ہوگئے ہو؟ کس وجہ سے دنیا کو ترک کردیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ یا علی ؑ میں تو آپ کو دیکھتا ہوں اور آپ کی طرح بننا چاہتا ہوں مولا نے فرمایا نہیں تم میری طرح نہیں بن سکتے کیونکہ میں مسلمانوں کا سربراہ ہوں اور مسلمانوں کے رہبر کو رہن سہن کے اعتبار سے عوام کے سب سے پست آدمی کے برابر ہونا چاہیے لیکن تمہارے لیے حکم یہ ہے کہ تم حد وسط اختیار کرو۔ تمہیں چاہیے کہ تارک دنیا نہ بنو' تم کو مزدوری کرنی چاہیے' تمہیں چاہیے کہ اپنے لیے ایک رفاہی زندگی تشکیل دو تاکہ تم اور تمہاری بیوی بچے راحت میں زندگی بسر کرسکیں۔ کتاب وسائل الشیعہ جلد بارہ میں باب فعالیت میں بہت ساری روایات ائمہ اطہار علیہم السلام سے سستی اور کاہلی کی مذمت اور محنت اور

مشقت کی مدح میں وارد ہوئی ہیں۔

ایک شخص امام صادقؑ کی خدمت میں آیا امام صادق علیہ السلام نے اس کا حال پوچھا اس شخص نے کہا یا بن رسول اللہ بوڑھا ہوگیا ہوں کوئی کام کاج نہیں کرتا ہوں البتہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اپنی آخرت کا تذکرہ کرتا رہتا ہوں، یعنی عبادت کرتا رہتا ہوں اس شخص نے خیال کیا کہ شاید امام میری اس حالت کو پسند کریں گے اور تعریف کریں گے امام صادق علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا "**ہذا من عمل الشیطان**" یہ تو ایک انسان کا کام نہیں ہے یہ کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ یہ تو شیطان کا کام ہے شیطان اپنی چالاکی میں کامیاب ہوگیا کہ تو نے دنیا کو بالکل ترک کردیا ہے اور مشغول عبادت ہوگیا ہے اس شخص نے کہا یا بن رسول اللہ پھر کیا کروں؟ امام نے فرمایا کہ جب تک تم میں ہمت اور طاقت ہے کام مت چھوڑو تاکہ تمہیں تمہارے کام سے فائدہ ہو تمہارے بیوی بچے اس سے فائدہ حاصل کریں گے اگر تمہارے پاس اتنا کام نہیں تو پھر اپنے ہمسایوں کی اور اپنے رشتہ داروں کی مدد کرو اس کے بعد فرمایا جی ہاں تم اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ اپنی آخرت کو دنیا پر قربان نہ کرو نماز کا وقت داخل ہوتے ہی کام کو چھوڑ دو اور نماز میں مشغول ہو جاؤ عبادت کے وقت عبادت کرو اور کام کے وقت کام کرو۔

ایک جملہ حضرت امیرالمومنینؑ کے بارے میں عرض کروں اور اس جملہ کو تمام حاضرین خصوصاً نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں اپنی زندگی میں سرفہرست رکھیں۔ سیرت نگار جناب امیرالمومنین کے حالات میں لکھتے ہیں کہ جناب مولا دن کو شیر اور رات کو عابد تھے۔ کیونکہ شیر دن کو کام کرتا ہے رات کو عابد عبادت کرتا ہے عبادت کے وقت مولاؑ عبادت کرتے تھے اور کام کے وقت اتنا

کام کرتے تھے کہ ۲۵ سال میں نہ جانے مولا امیرؑالمومنین نے کتنے نخلستان آباد کرکے معاشرے کے حوالے کیے۔ فقراء' ضعفاء' بے کس اور لاچار لوگوں کی مدد کی۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ صرف نفس کشی کرنا' لوگوں سے میل جول ترک کرنا' خواہشات نفسانی کا ختم کرنا اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنا اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ اسلام کی روش جذبات کو تسکین پہنچانا ہے۔ نفسیات کے ماہرین جانتے ہیں اور یہ بات تجربے سے بھی ثابت ہو چکی ہے' وہ لوگ جو گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں' وہ لوگ جو تاریک الدنیا ہو جاتے ہیں' وہ جوان جو شادی کرسکتا ہے' مگر نہیں کرتا ہے' وہ لڑکی جو شوہر کرسکتی ہے' مگر نہیں کرتی آہستہ آہستہ ان کے یہ جذبات شعور سے لاشعور میں چلے جاتے ہیں اور وہ شخص نفسیاتی مسئلے کا شکار ہوتا ہے۔ اور جو کوئی کسی نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جائے اور وہ کبھی بھی قوت حاصل ہونے پر کتے سے بھی زیادہ درندہ بن سکتا ہے اور اگر اسے استطاعت حاصل نہ ہو تو شکستہ دل' پژمردہ اور غمگین نظر آنے لگتا ہے یعنی یہ شخص دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھا میل جول نہیں رکھ سکتا ہے' معاشرہ اسے دھتکار دیتا ہے۔ یہ مادی اعتبار سے پسماندہ نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی اعتبار سے گھرداری' بچہ داری اور عیال داری کرنے کی طاقت اس میں نہیں رہتی۔ اگر شادی کرنا بھی ہے تو خود اپنے اور اس کے لیے بے آرامی کا باعث بنتا ہے۔ اور اگر لڑکی ہو تو دل مردہ اور پھیکی اور دل مردہ شخص اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرسکتا۔ شوہرداری کا حق ادا نہیں کرسکتا جن لوگوں کے دل گناہ پر گناہ کرتے ہوئے سخت بن چکے ہیں وہ اس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں۔

"ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون" (سورہ انفال آیت ۲۱)

"اس میں شک نہیں کہ زمین پر چلنے والے تمام حیوانات سے بدترین خدا کے نزدیک وہ بہرے گونگے کفار ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔"

یعنی پست ترین ہیں ہر کتے اور درندے سے اور ہر نجاست خوار جانور سے بھی پست تر ہیں ایک انسان جو فکر رکھتا ہے، مگر تفکر نہیں رکھتا ہے، عقل رکھتا ہے مگر غور و فکر نہیں کرتا ہے۔ پس وہ انسان گویا معاشرے کے لیے کتے اور درندے سے بھی برا ہے۔ وہ انسان کہ جس کی فطرت مردہ ہو کبھی ایک انسان اپنے جنسی جبلت کو مار ڈالتا ہے اور کبھی مذہبی جذبے کو مارتا ہے تو اس کے اندر ایک افسردگی کی حالت آجاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مذہبی فطرت کو مار ڈالتا ہے تو اس کے لیے ایک حالت مایوسی پیدا ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید اس شخص کے بارے میں کہ جس میں حالت افسردگی آجاتی ہے فرماتا ہے اس قسم کا انسان آنکھیں رکھتا ہے مگر دیکھ نہیں سکتا ہے، بظاہر کان رکھتا ہے مگر سن نہیں سکتا ہے، دل رکھتا ہے مگر نہیں سمجھ پاتا ہے۔ ایسا انسان حیوان ہے اور اس سے بھی بدتر ہے اور وہ اپنے لیے جہنم کا راستہ بنالیتا ہے۔

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ○ (سورہ اعراف آیت ۱۷۹)

"اور ہم نے خود بہت سارے جنات اور آدمیوں کو جہنم ہی کے لیے پیدا کیا اور ان کے دل تو ہیں (مگر قصداً) ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر قصداً) ان سے دیکھتے ہی نہیں۔ اور ان کے کان بھی ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام ہی نہیں لیتے۔" (خلاصہ) یہ لوگ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے

گزرے ہوئے ہیں یہی لوگ امور حق سے بالکل بے خبر ہیں یعنی ایک گروہ اپنے لیے جہنم تیار کرتا ہے ان کی عاقبت جہنم ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی مذہبی فطرت کچل دی گئی ہے' فطرت خداداد ختم ہو چکی ہے' مذہبی جذبے کا مارنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ جنسی جبلت سے لاپرواہی کرنا' اور تمایل غذا غریزہ مدنیت یعنی انسان کا مدنی طبع ہونا' شعور سے لاشعور پہنچ گئی ہو تو انسان کے لیے رکاوٹ پیدا کرتی ہے اس طرح انسان کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا انسان کو انسان بنانا بہت مشکل کام ہے۔

زندگی اسلام کی نظر میں

اسلام اقتصادی زندگی کو تین قسموں پر تقسیم کرتا ہے (۱) زندگی ضروری (۲) آسودہ زندگی (۳) پر تعیش زندگی

۱۔ زندگی ضروری

زندگی ضروری یعنی سب کے سب خوارک' لباس و مکان کے بارے میں خو کفیل ہوں' اگر کوئی انسان ان چیزوں کو اپنے لیے یا اپنے بال بچوں کے لیے مہیا کرے تو بہت ثواب رکھتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس بارے میں عرض کروں گا کہ وہ شخص جو اپنے بال بچوں کے لیے محنت کرتا ہے اور وہ عورت جو اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے لیے محنت و مشقت کرتی ہے تاکہ وہ آرام کی زندگی گزار سکیں تو اس کا ثواب گویا راہ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔

الكاد على عياله كالمجاهد فى سبيل الله (وسائل شیعہ جلد ۱۲۔ صحفہ ۴۳)

"اپنے بال بچوں کے لیے محنت کرنے والا اس مجاہد کی مانند ہے جو راہ خدا

میں جہاد کرتا ہے۔" اگر کوئی شخص اپنی ضروریات خود پوری کر سکتا ہے تو اس کے لیے واجب ہے کہ وہ کام کرے اور دوسروں کا بوجھ نہ بنے۔ اگر کوئی شخص اپنے بیوی بچوں کو محنت کرکے راحت مہیا کر سکتا ہے لیکن سستی' کاہلی سے کام لے تو یہ اس کے لیے حرام ہے۔ حقوق زوجہ حق الناس میں ہیں یا نہیں؟ بیوی کے حقوق حق الناس میں سے ہیں پس زندگی کے ضروری لوازمات اگر انسان خود مہیا کر سکتا ہے تو ان کو حاصل کرنا اس پر لازم و واجب ہے ہاں البتہ اگر کوئی اپاہج ہے' مریض ہے اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تو اس وقت حکومت اسلامی پر لازم ہے کہ اس کی ضروریات زندگی فراہم کرے۔ اگر حکومت اسلامی نہیں کر سکتی ہے تو پھر تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ دوسرے نادار اور بے کس لوگوں کی مدد کریں۔

قرآن مجید کی ایک آیت ہے جس کے بارے میں آپ سب خصوصاً خواتین اس ماہ مبارک رمضان میں ضرور خیال رکھیں۔ قرآن فرماتا ہے۔

لینفق ذو سعته من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اته الله لا یکلف الله نفسا الا ما اتها (سورہ طلاق آیت ۷)

"گنجائش والے کو اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی روزی تنگ ہو وہ جتنا خدا نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے' خدا نے جس کو جتنا دیا ہے بس اسی کے مطابق تکلیف دیا کرتا ہے۔"

قرآن فرماتا ہے ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی قدرت کے مطابق اپنی اور دوسروں کی ضروریات زندگی کو مد نظر رکھے' یعنی اگر ایک انسان دس آدمیوں کو یا بیس آدمیوں کو پال سکتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان کا

خیال رکھے مگر وہ شخص جو ۱۰ آدمیوں کو پال نہیں سکتا ہے تو جتنا اس سے ہو سکتا ہے انفاق کرے۔ یعنی افطار کے کھانے سے ایک لقمہ کم کر کے اس سے دوسرے کی مدد کرے اسی طرح لباس سے ایک جوڑا کم کر کے ایک غریب کی ستر پوشی کرے۔ اسی طرح ایک کمرہ استعمال میں لا کر دوسرے کو رہنے کی جگہ مہیا کرے۔ اگر اس آیت پر آپ غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سب مسئول ہیں آخر ماہ شعبان روز جمعہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک خطبہ دیا ہے اور خطبہ میں ہم سب کو یاد دلایا ہے کہ ہم سب دوسروں کی فکر میں رہیں، لوگوں کو افطاری دیں، خصوصاً وہ لوگ جو افطاری دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور رسول خداؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ لوگ جو افطاری نہیں دے سکتے ہیں وہ کیا کریں؟ رسول خداؐ نے فرمایا تم لوگوں کو کھلاؤ اگرچہ ایک دانہ خرمے کا ہو یا ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔ اس روایت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ افطار کے وقت ایک دانہ خرما کا دیا جا سکتا ہے ایک ایک دانہ دیکر انسان خیال کرے کہ ہزار افطاریاں دے دیں۔ اس آیت کے معنی ہیں کہ اپنی قدرت کے مطابق دوسروں کا خیال رکھو وہ شخص جو دوسروں کی مدد کر سکتا ہے، قدرت و صلاحیت رکھتا ہے تو وہ دوسروں کی مدد کرے۔ لیکن وہ شخص جو دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا ہے وہ اتنا کرے جتنا وہ کر سکتا ہے **ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتہ اللہ** "خدا نے تجھے افطاری کے لیے دیا ہے کہ نہیں؟" پس اسی افطاری سے جتنا آپ دوسروں کو دے سکتے ہیں دے دیں۔ ایثار اور قربانی دوسری بات ہے۔ جو فی الحال ہماری بحث میں نہیں ہے۔ ہماری بحث اس میں ہے کہ ضروریات زندگی تمام انسانوں کے لیے اسلام کی نظر میں امر لازم و واجب ہے۔ یہ بات درست

نہیں ہے کہ ایک انسان عبادت کرتا رہے اور اس کی عبادت سے ضروریات زندگی مہیا نہ ہوں' یا ضروریات زندگی ختم ہو جائیں یہ بات بالکل درست نہیں کہ ایک گروہ اور ایک جماعت کھائیں' پئیں مگر فقراء اور مسکین اس کے ساتھ بغیر کھائے پیئے' بھوکے رہیں۔

۲۔ آسودہ زندگی

آسودہ زندگی کو بھی اسلام پسند کرتا ہے یہاں تک کہ زمانہ پیغمبر اکرمؐ میں لوگوں میں یہ ایک غلط فکر رائج ہو گئی کہ بعض لوگوں نے لذیذ کھانوں سے ہاتھ اٹھالیا تو آیت اتری۔

قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرخ لعبادہ والطیبات من الرزق (سورہ اعراف آیت ۳۲)

"اے رسول ان سے پوچھو تو کہ جو زینت (کے سازو سامان) اور کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہیں کس نے حرام کردیں۔" اے مسلمان خداوند عالم نے اس دنیا میں جو کچھ خلق کیا ہے وہ تیرے لیے خلق کیا ہے' تاکہ تو خوشگوار اور راحت کی زندگی گزار سکے' پھر جب خدا نے تیری راحت اور آسائش کے لیے خلق کیا تو پھر کیوں ان لذیذ کھانوں کو اپنے اوپر حرام کر رہا ہے؟ پھر شادی کیوں نہیں کرتے ہیں؟ دنیا میں بغیر اولاد کے کیوں رہیں۔

"**قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرخ لعبادہ والطیبات من الرزق**" اس کے بعد فرماتا ہے دنیا میں جو کچھ ہے وہ تیرے لیے ہے اگر کافر کھاتا ہے تو تیرے سر کا صدقہ ہے۔ میں نے تو تیرے لیے خلق کیا ہے۔ چنانچہ بہشت بھی تیرے ساتھ مختص ہے اور کافر اس کی خوشبو تک نہیں

پاسکتا۔ یہ آیت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ زندگی رفاہی سب کے لیے ہے تمام انسانوں کے لیے ہے وہ لوگ جو اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے خوشگوار زندگی کا ماحول فراہم کرسکتے ہیں' کریں۔ جو لوگ معاشرے کے لیے' اپنے رشتہ داروں کے لیے رفاہی زندگی فراہم کرسکتے ہی تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان کو آسودہ زندگی فراہم کریں گویا اسلام انسان کو دنیا میں ایک خوشگوار زندگی گزارنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسلام میں ایک اچھا اقتصاد ہے۔ لیکن حیف ہے کہ پانی برتن میں موجود ہے مگر ہم پیاسے پھر رہے ہیں۔ افسوس ہے اسلام میں ایک بہترین قانون (قانون مواسات) ایک دوسرے کی مدد کرنا' موجود ہے لیکن ہم نے اسے بھلا دیا ہے اکثر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر کے اوپر جاکر افسوس کرتے تھے کہ میری امت میری زندگی کے بعد قانون مواسات پر عمل نہیں کرے گی۔ سب مسلمانوں کو دنیا میں ایک خوشگوار زندگی گزارنی چاہیے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو رفاہی زندگی سے محروم کرتا ہے قرآن کے مطابق وہ ایک فعل حرام انجام دے رہا ہے۔ ایک برے کام کا مرتکب ہوا ہے۔ رفاہی زندگی کا ترک کرنا ایک قسم کی خود سری ہے انسان کو خود سر نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اپنی زندگی کو تابع قرآن بنانا چاہیے۔ انسان کو اپنے نظریئے کا تابع نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو' اپنے نظریئے کو پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہارؑ کے نظریئے کا تابع بنانا چاہیے۔

"قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق"

وہ عورت جس کا شوہر شہید ہوا ہے وہ اپنے لیے کالے لباس کو اپنا لیتی ہے

قرآن ان چیزوں کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ غلط ہے یہ چیزیں میری بتائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ خود بنائی گئی ہیں۔ یہ کیا ہے کہ شوہر شہید ہو گیا تو پھر دوسری شادی نہیں کرتی ہیں۔ اگر اس کے سامنے شوہر کا نام لیا جائے تو ناراض ہوتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ تیرا ناراض ہونا غلط ہے یہ ایک قسم کی خودسری ہے اور خلاف قرآن ہے اور خلاف روش ائمہ طاہرین علیھم السلام ہے جوان شادی کر سکتا ہے صلاحیت موجود ہے لیکن شادی نہیں کرتا ہے' لڑکی شادی کر سکتی ہے خواستگاری کے لیے لوگ آتے ہیں مگر کہتی ہے ابھی جلدی نہیں ہے اپنے جنسی جبلت سے پوچھو ابھی جلدی ہے یا نہیں وہ غدد جو تمہارے خون کے اندر مترشح کرتا ہے اس سے پوچھو کہ آیا ابھی دیر ہے یا جلدی۔ پیغمبر اکرمؐ سے پوچھو کہ جس حالت میں آپ ہیں شادی کرنے میں جلدی ہے یا دیر۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

النکاح من سنتی ومن رغب عن سنتی فلیس منی "وہ لڑکی جو شادی کر سکتی ہے نہ کرے' وہ شہید کی بیوی جو شادی کر سکتی ہے نہ کرے اور وہ لڑکا جو ازدواج کر سکتا ہے مگر نہ کرے' وہ شخص جو شادی کر سکتا ہے نہ کرے' اسلام کہتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔" یہاں پر ایک جملہ سب کے لیے خصوصاً بیٹیوں اور بیٹوں کے لیے عرض کروں گا کہ آپ اسلام میں اپنی مرضی سے کام نہ کریں۔ اپنی فکر کو اسلام کے مقابلے میں نہ لائیں۔ بلکہ آپ یہ دیکھیں کہ اسلام کیا کہتا ہے پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کیا کہتے ہیں؟ آپ کا مجتہد جس کی آپ تقلید کرتے ہیں' کیا کہتا ہے اور وہ لوگ جو معارف اسلامی میں ماہر ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق احکامات شرعیہ کو بجالا کر اپنے لیے ایک گناہ نہ کریں اس قسم کا گناہ اتنا عظیم ہے کہ جس کے بارے میں

ارشاد ہوا کہ اگر کوئی شخص دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے تو سب مسلمانوں پر اور خصوصاً عالم دین پر لازم ہے کہ وہ آواز بلند کرے۔ "**اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر عالم علمہ فمن لم یفعل فعلیہ لعنتہ اللہ**" یعنی اگر کوئی غلط فکر' غلط عقیدہ پیدا ہو جائے تو عالم پر لازم ہے کہ وہ آواز بلند کرے اگر ایسا نہ کرے تو خدا کی لعنت ہے اس عالم پر۔

۳- پرتعیش زندگی

پرتعیش زندگی وہ ہے کہ جسے اسلام نہیں چاہتا ہے۔ اسلام نے اس قسم کی زندگی کی مذمت کی ہے اور بہت برے طریقے سے اس کو کچل ڈالا ہے۔ زندگی تجملی یعنی وہ زندگی جو انسان کو تمام چیزوں سے روکے یعنی وہ زندگی کہ جو انسان کو پابند کرے مثلاً میک اپ جس نے تمام لڑکیاں' لڑکے اور ماں باپ سب کو غلام بنا رکھا ہے۔ ازدواج تجملی آراستہ وپیراستہ گھر' زرق برق لباس اسلام کی نظر میں یہ تمام چیزیں غلط ہیں۔ جیسا کہ اسلام کہتا ہے کہ اگر تیری بیوی موجود ہے تو پھر تجھے دوسری بیوی کے پیچھے نہیں جانا چاہیے مزید خواہشات کو آگے بڑھنے نہ دے اتنا خرچ کرو کہ تمہاری زندگی آرام سے گزرے۔ قرآن مجید اس قسم کی زندگی کی جو پرتعیش گزارتے ہیں مذمت کرتا ہے۔

و اذا اردنا ان نھلک قریتہ امرنا مترافیھا ففسقو فیھا فحق علیھا القول فدمرنھا تدمیرا"(سورہ بنی اسرائیل آیت۱۶)

"جب ہم کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو صاحبان ثروت کو (اطاعت کا) حکم دیتے ہیں مگر وہ فسق وفجور پر اتر آتے ہیں تو انھیں اس جرم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے ہیں۔" قرآن کہتا ہے کہ اگر کسی ملت میں تعیش پرستی بڑھ

جائے تو یقیناً وہ ملت تباہ ہو جائے گی یہ پر تعیش زندگی ان کو فسق و فجور کی طرف دعوت دیتی ہے ان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے یہ آیت تو مربوط تھی ملت اور معاشرے کے ساتھ لیکن فرد کے بارے میں سورہ واقعہ میں قرآن فرماتا ہے۔ **اصحاب الشمال فااصحاب الشمال○ فی سموم وحمیم ○ وظل من یحموم○ لا بارد ولا کریم○ انهم کانوا قبل ذلک مترفین ○** (سورہ واقعہ آیت ۴۵-۴۱)

''اور بائیں ہاتھ (میں نامہ اعمال لینے) والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (مصیبت میں) ہیں اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوش آئند یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) خوب عیش اڑا چکے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ اصحاب شمال کسقدر شرمندہ ہیں وہ کون ہیں؟ وہ جو عذاب جہنم میں ہیں' وہ ہیں جو گناہ کے بعد گناہ میں مرتکب ہوتے ہیں۔'' اس کے بعد فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ گناہ کے بعد گناہ کس وجہ سے ہوتا ہے اسراف' عیاشی اور پر تعیش زندگی ہی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہے۔

تیسری مجلس

حیاتیات کے ماہرین اور ازدواج

اس سال ہماری بحث گھریلو اخلاق کے بارے میں ہے اس سلسلے میں مقدمہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پہلے جو عرض کیا وہ مختصر اور ناقص تھا آج کی بحث ازدواج کی اہمیت پر مبنی ہے جو حیاتیات کے ماہرین کی نظر میں ہے۔

وہ غدود جو جنسی جبلت کے ساتھ مربوط ہے جب انسان کے خون میں ٹپکتا ہے تو جوانوں کے جسم اور روح میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ چاہے وہ جوان لڑکی ہو یا لڑکا' یہ انقلاب اور تبدیلی اتنی واضح ہوتی ہے کہ نوجوان کی شکل اور صورت میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے۔ پس اسلام اسی تبدیلی کو جو کسی لڑکے یا لڑکی میں پیدا ہو جاتی ہے "بلوغت" کا نام دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں بلوغت یعنی جس وقت وہ غدود جو جنسی جبلت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے انسان کے خون کے اندر طاقتور بن جائے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی لڑکی یا لڑکے کا وہ وقت جس میں اس کا جسم اور روح ایک عجیب تبدیلی اختیار کرے تو اسلام کہتا ہے کہ یہ جوان ہو گیا ہے' یہ بالغ ہو گیا ہے۔ جب یہ غدود چاہے لڑکی ہو یا لڑکا خون کے اندر طاقتور بن جائے تو خواہ مخواہ ایک میلان

ان کے دل میں جنم لیتا ہے کہ جس کو جنسی میلان کہتے ہیں۔ یعنی وہ وقت کہ جس میں جنسی جبلت زیر خاک تھا اب ظاہر ہو جاتا ہے پھٹنے لگتا ہے پس جس وقت یہ میلان نوجوان میں پیدا ہو جائے تو اس کا مثبت جواب دینا چاہیے۔ کل اس سلسلے میں عرض کیا کہ اگر ان تمایلات کا جواب نہ دیا جائے تو پھر نہ جانے کیسی کیسی مصیبتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تمایلات جنسی کھانے پینے کی خواہش کی مانند نہیں ہیں جنسی جبلت مال کی محبت' ریاست اور اس قسم کی دوسری چیزوں کی طرح نہیں ہیں۔ اگر فرائڈ کی بات درست ہو کہ جو اس بات کا قائل ہے کہ تمام جبلتیں جنسی جبلت سے پیدا ہوتی ہیں اگرچہ ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔ مگر اتنا جانو کہ تمایل جنسی کھانے پینے کے میلان کی مانند نہیں ہے۔ عاشقی' شاعری اسی طرح کی دوسری چیزیں سب کی سب اسی جبلت سے پیدا ہوتی ہیں' آپ نے کبھی یہ نہیں سنا ہوگا کہ کسی نے روٹی کے لیے شعر کہا ہو' یا پانی کے لیے شاعری کی ہو' عاشق ہوا ہو روٹی کا یا عاشق ہوا ہو پانی کا' لیکن اس کے برعکس عاشقی جنسی جبلت میں بہت زیادہ ہے ایک انسان کا عشق دوسرے انسان کے ساتھ درحقیقت جنسی جبلت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

یہاں ایک نکتہ جوان بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے عرض کروں وہ یہ کہ اگر ایک دوسرے کے ساتھ غیر معمولی محبت ہے' یعنی دو جوان ایک دوسرے کے ساتھ غیر معمولی محبت کرتے ہیں۔ یا دو لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ غیر معمولی محبت پیدا کرلیں تو ہوشیار رہیں کہ ان کے لیے ایک خطرناک مرحلہ سامنے آیا ہے' اس محبت افراطی کو لازماً روکنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ دوست ہے' رفیق ہے وہ جتنا کہے کہ جنسی میلان سے پیدا نہیں ہوتا ہے' یہ جھوٹ

ہے۔ آپ لاکھوں انسانوں میں ایسی محبت پیدا نہیں کرسکتے کہ جو جنسی جبلت کی بدولت پیدا نہ ہوئی ہو۔ اگر ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ محبت افراطی پیدا کرے یہ ایک عشق ہے اور عشق وہ چیز ہے جو جنسی جبلت سے پیدا ہوتا ہے۔ عشق پاک مربوط ہے خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہاں ممکن ہے ایک انسان عشق پیدا کرلے امام حسینؑ کے ساتھ یا کربلا کے ساتھ۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی عشق پیدا کرلے امام زمانہ حضرت ولی عصر علیہ السلام اور ان کے ظہور کے ساتھ۔ اگر غیر معمولی محبت خدا کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ کہ جن کو اس نے فضیلت دی ہے اگر ایسا نہیں ہو تو انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے لیے ایک خطرناک مرحلہ درپیش ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ شاعری کرنا معشوق کے لیے' دوسروں کا عاشق ہونا یہ جنسی جبلت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص پانی کا عاشق ہوجائے' روٹی کا عاشق ہوجائے' پانی کے لیے شاعری کرے' روٹی کے لیے شاعری کرے اس وقت کہ جب وہ بھوکا یا پیاسا ہو لیکن اپنی پیاس کو بجھانے کے بعد یا بھوک ختم کرنے کے بعد پھر شعر کہے روٹی کے لیے' ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہاں سے آپ نتیجہ نکالیں کہ غریزہ جنسی فرد کی زندگی میں کتنا اہم ہے۔ چاہے فرائڈ کی بات درست نہ ہو جو کہ درست نہیں ہے۔ تمام جوان' ماں باپ اور معاشرہ' ممکن ہے ہر ایک اپنے لیے ایک الگ خیال رکھتے ہوں لیکن اسلام نے ایک الگ قسم کا حساب لگا رکھا ہے۔

ازدواج کا قرآنی نظریہ

آیت شریفہ "**لینفق ذوسعتہ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتیہ اللہ**"

یہ آیت انسان کی ایک ضروری زندگی سے مربوط ہے اور یہی آیت بیوی

سے بھی مربوط ہے چونکہ مرد بیوی کے لیے اور بیوی مرد کے لیے ایک امر لازمی اور طبعی ہے جس طرح سے ایک انسان کے لیے روٹی کی ضرورت ہے' جس طرح سے پانی کی ضرورت ہے یہ ایک امر طبعی ہے اگر وہ خود مہیا نہیں کر سکتا ہے تو دوسروں پر لازم ہے کہ وہ مہیا کریں۔ جس طرح سے جنسی جبلت ایک الگ قسم کا حساب رکھتی ہے دوسری جبلتوں کی نسبت' قرآن مجید نے بھی جنسی جبلت کے لیے ایک جداگانہ حساب بتا رکھا ہے۔

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عباد کم واماتکم ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم (سورہ نور آیت ۳۲)

"بے شوہر عورتوں اور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنا دے گا اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔"

ارشاد ہوا معاشرہ شادی کرے۔ یہاں پر صیغہ جمع استعمال ہوا ہے جو مربوط ہے افراد معاشرہ کے ساتھ اولاً ماں باپ اگر ماں باپ نہیں کر سکتے ہیں تو حکومت اسلامی' اگر حکومت اسلامی بھی نہ کر سکے تو پھر پورا معاشرہ ذمے دار ہے۔ قرآن کہتا ہے **وانکحوا الایامی** اسلامی معاشرے کو چاہیے کہ وہ جوان جو مجبور ہے' وہ جوان جو مفلس ہے اس کی ازدواج کرے اسی طرح وہ لڑکی جس کے ماں باپ شادی نہ کر سکتے ہوں مجبور ہوں' افراد معاشرہ کو چاہیے کہ وہ ان کی شادی کریں۔ اس کے بعد کہتا ہے کہ شادی کے سلسلے میں خدا پر نظر رکھو خدا تجھے دے گا خدا تجھے غنی کرے گا تمہیں اگر خدا پر توکل اور اس کے رازق ہونے پر یقین ہے تو شادی کرو آئندہ کی فکر نہ کرو۔

ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ

اگر تمہارا توکل اچھا ہے تمہاری محنت اچھی ہے، اگر تم اسلام کے دستور پر عمل پیرا ہو پھر تمہیں فقر کے بارے میں بھی بے فکر ہونا چاہیے، اس کے اخراجات کی بھی غم نہ کرو۔ اس آیت مجیدہ نے ایک الگ قسم کا معیار جنسی جبلت کے لیے بتایا ہے۔

لینفق ذو سعتہ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ مما اتہ اللہ اس آیت میں عموی طور پر کہا گیا ہے کہ معاشرے کو چاہیے کہ وہ کسی شخص کے فقر اور غربت کو دور کر کے معاشرتی خلاء کو پر کریں۔ ایک دوسرے کی حاجت روائی کریں اور یہ آیت ذکر خاص بعد از عام ہے۔ قرآن کہتا ہے خصوصاً ازدواجی مسئلہ میں "تمام افراد معاشرہ پر لازم ہے کہ جوان، محتاج اور مجبور لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کریں۔"

ازدواج روایات کی روشنی میں

مرحوم صاحب وسائل رحمتہ اللہ وہ شخص ہیں کہ جو سب پر اور خصوصاً مراجع تقلید پر بہت بڑا حق رکھتے ہیں اپنی گرانقدر کتاب وسائل میں تقریباً چھ روایات اس بارے میں لکھتے ہیں ان روایات میں ایک عجیب قسم کا ثواب اس شخص کے لیے ہے جو کسی جوان کے لیے بیوی یا کسی لڑکی کے لیے شوہر دے دے۔ بیان ہوا ہے کہ وہ روایات اس قدر عالی ہیں کہ جب انسان دیکھتا ہے تو سوچنے لگتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی فضلیت ہی نہیں ہے۔

موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ قیامت کے دن تین گروہ عرش خدا کے سایہ کے نیچے ہوں گے ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جو کسی لڑکے کی شادی کرا دے۔ اس روایت میں امامؑ فرماتے ہیں قیامت کے دن

خداوندعالم اس شخص کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ شفاعت کرے اس وقت کہ اس کی بیٹی کسی لڑکے سے شادی کرے یا بیٹا کسی کی لڑکی سے شادی کرے۔(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۷)

اس قسم کی روایات جس باب میں ہیں ابواب دیگر میں بھی پائی جاتی ہیں صاحب وسائل میں سے زیادہ روایات نقل کرتے ہیں ان میں سے ایک روایت یہ ہے۔

امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک شخص میرے پدر بزرگوار کے پاس آیا انہوں نے اس شخص سے پوچھا اے فلاں تیری بیوی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا نہیں یا بن رسول اللہ۔ میرے پدر بزرگوار نے فرمایا۔ یہاں میری مراد لڑکیاں ہیں! وہ لڑکیاں جو شادی کرسکتی ہیں مگر نہیں کرتیں' وہ جوان لڑکے جو شادی کرسکتے ہیں مگر نہیں کرتے اب دیکھیں کہ امام باقر علیہ السلام نے کیا کہا ہے۔ اے فلاں خداوند عالم مجھے تمام دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے وہ دے دے اور مجھے کہے کہ بغیر بیوی کے رہو تو میں بغیر بیوی کے نہیں رہوں گا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مثلاً ایک کھرب روپے پاکستانی یا امریکی ڈالر نہیں بلکہ "الدنیا وما فیھا" دنیا اور جو کچھ اس میں ہے دے دے اور کہے بغیر بیوی کے رہو تو مجھے منظور نہیں اور یہ خطاب لڑکیوں سے بھی ہے اور لڑکوں سے بھی یعنی امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں اے لڑکی خدا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے تجھے دے دے لیکن ایک رات اگر تو بغیر شوہر کے رہے تو اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اے لڑکے متوجہ ہوجا امام ؑ کہہ رہے ہیں کہ اے جوان اگر خدا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے تجھے دے دے مگر تو ایک رات بغیر بیوی کے گزارے تو اس کی کوئی قدروقیمت نہیں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے

اس سے بھی بڑھ کر ایک جملہ ارشاد فرمایا ہے۔

الرکعتان یصلیهما رجل متزوج افضل من رجل اعزب یقوم لیلته ویصوم نهاره

امام علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا اے فلاں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو بیوی رکھتا ہے وہ عورت جو شوہر رکھتی ہے اور ان میں جو ازدواج نہیں رکھتے کیا فرق ہے۔ اگر شادی شدہ عورت یا شادی شدہ مرد دو رکعت نماز پڑھ لیں اس دو رکعت نماز کی فضیلت زیادہ ہے اس شخص کی عبادت سے جو **یقوم لیله ویصوم نهاره** دن رات عبادت کرتا ہے غیر شادی شدہ ہے رات کو عبادت اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ کتنی فضیلت ہے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد و عورت شادی شدہ ہوں تو ان کی عبادت اتنی فضیلت رکھتی ہے۔ امام باقر علیہ اسلام فرماتے ہیں کہ اس دن رات کی عبادت سے وہ دو رکعت افضل ہے۔ ایک روایت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے نقل ہوئی ہے۔

"ما بنی بناء فی الاسلام احب الی الله عز وجل من التزویج"

کوئی گھر کوئی بنیاد اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں اس گھر سے کہ جو شادی سے آباد ہو جائے۔ یہ روایت ایک خاص چیز کے متعلق ہمیں بتا رہی ہے جناب عالی آپ ایک لڑکے اور لڑکی کو رشتہ ازدواج سے منسلک کرتے ہیں اور ایک گھر آباد کرتے ہیں یعنی صاحب خانہ بناتے ہیں یا ایک مسجد بنائیں ان دونوں کاموں میں سے کس کی فضیلت زیادہ ہوگی۔ روایت کہتی ہے کہ وہ گھر کہ جس کو آپ نے تزویج کے ذریعے آباد کیا ہے یعنی لڑکی اور لڑکے کی شادی کراتے ہیں یا

ایک مدرسہ تعمیر کرتے ہیں ان سے کونسا افضل ہے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں شادی کرنا، شادی کرانا، اور اس گھر کا آباد کرنا افضل ہے۔

"مابنی بناء فی الاسلام احب الی اللہ عزوجل من التزویج"

اس قسم کی روایات اور بھی ہیں ان میں کمترین ثواب یہ ہے کہ وہ عورت جو شوہر رکھتی ہے وہ مرد جو بیوی رکھتا ہے جب وہ نماز صبح پڑھتے ہیں تو انکے نامہ اعمال میں ایک چالیس رکعت نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور نامہ عمل میں لکھ دیا جاتا ہے کہ تیری عبادت ۷۰ برابر ہے یہ ازدواج کی فضیلت ہے۔

اس کے برعکس وہ جوان جو شادی کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا اور وہ عورت یا لڑکی جو شادی کر سکتی ہے مگر نہیں کرتی، ان کے بارے میں ائمہ طاہرین علیھم السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"رذال موتاکم العذاب"

"سب سے پست ترین مردے وہ ہیں جو شادی کیے بغیر مرجائیں۔" یعنی اگر کوئی شخص بغیر شادی کیے مرجائے اور ایسی اگر کوئی عورت بغیر شادی کیے مرجائے پست ترین مردوں میں یہ مردہ ہوگا۔ کچھ اور روایات ہیں جو مایوس کن ہیں لہٰذا اس سے زیادہ روایات نہیں پڑھوں گا اگر طلاب اس سے زیادہ پڑھنا چاہئیں تو وہ وسائل الشیعہ ۱۶ جلد کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

ان مطالب سے ایک نکتہ درک کر لیتے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسلام کا کہنا ائمہ اطہارؑ کا کہنا مبالغہ نہیں ہے۔ ہم شیعہ اہل بیتؑ ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام احکام الٰہی کسی بھی کام کے مصالح یا مفاسد کے تابع ہیں یعنی اگر امام جعفر صادق علیہ السلام نے حکم دیا ہے تو

ایک مصلحت کا ہونا لازمی ہے اگر امام باقر علیہ السلام نے منع کیا ہے تو ایک مفسد لازمی ہوگا یہ عقائد شیعہ میں سے ایک مسلم عقیدہ ہے۔

اسلام میں جنسی جبلت کی اہمیت

جنسی جبلت دوسری جبلتوں سے علیحدہ ہے دوسری جبلتیں اگر عروج پر ہوں طاقت ور ہو جائیں تو پھر انسان کو بے چارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس غریزہ جنسی دوسری قسم کا ہے دوسرے غرائز سے جدا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس مقام پر زلیخا سے فرار کیا یہاں تک کہ اس سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہوئے بقول قرآن شریف اگر یوسفؑ کی عصمت نہ ہوتی اگر یوسفؑ کا قوی ارادہ نہ ہوتا تو وہ بھی چلا جاتا۔ بیشک ایسا ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے زلیخا نے ان کے ساتھ (برا) ارادہ کر ہی لیا تھا اگر یہ بھی اپنے پروردگار کے برہان (دلیل) نہ دیکھ لیتے تو قصد کر بیٹھتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب عورتوں میں گرفتار ہو گئے تو انہوں نے بجائے اس کے کہ سیب کاٹیں اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا۔ سب کی سب یوسفؑ پر فریفتہ ہو گئیں اور ان پر عاشق ہو گئیں اور وہ اس مشکل مقام میں بھی کامیاب ہو گئے۔ ایک جملہ عرض کرنا ہے نوجوان لازماً اس نقطے کو اپنے ذہن میں رکھیں اور ماں باپ کے لیے یہ آیت مجیدہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے ذہن میں رکھیں۔

والا تصرف عنی کید ھن اصب الیھن واکن من الجاہلین (سورہ یوسف آیت ۳۳)

"اس کی بہ نسبت قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر ان عورتوں کے فریب مجھ سے دفع نہ فرمائے گا تو (مبادا) میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور

جاہلوں میں شمار کیا جاؤں"۔

یعنی خدایا اگر تو مجھ پر لطف نہ فرماتا اور مہربانی نہ کرتا تو میں بھی عورتوں کے جال میں گرفتار ہو جاتا اور بدبخت وبیچارہ ہو جاتا۔ **واکن من الجاہلین** جہل کے معنی اس جگہ پر عقل پر جبلت کا غالب آجانا ہے قرآن مجید میں بہت ساری جگہوں پر لفظ توبہ استعمال کیا گیا ہے مگر معنی طغیان غریزہ' غلبہ غریزہ عقل پر لیا گیا ہے پس اس بناء پر اس آیت مجیدہ میں قول یوسف کو نقل کیا گیا ہے کہ یوسف کہتا ہے خدایا تو نے مجھ پر مہربانی کی تو نے میری مدد کی کہ جس کی وجہ سے میں نے اپنے غریزہ جنسی پر غلبہ پا لیا یہ دو آیت حضرت یوسف علیہ السلام سے مربوط تھیں اور ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنسی جبلت جدا ہے دوسری جبلتوں سے۔ اگر ہم غور کریں تو اسلام جنسی جبلت کے بارے میں ایک لطیف بات کہتا ہے وہ لطیف بات یہ ہے کہ جنسی جبلت کو دفع نہ کیا جائے یعنی ایک ایسا کام انجام نہ دیا جائے کہ جس سے غریزہ جنسی ہمیشہ کے لیے گل کرے لہٰذا اولاً یہ کہتا ہے کہ ایک دوسرے کی طرف نظر شہوت سے نہ دیکھیں ایک قسم کا دفع ہے نہ رفع اس لیے کہ غریزہ جنسی طوفانی وطغیانی نہ ہو جائے کہتا ہے شہوت آمیز نظر نہ کر' حرام ہے۔ جس میں گناہ ہے انسان کو نظر شہوت بدبخت بنا دیتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کی ایک نظر سبب بنے اس عشق کا جو مرض سرطان سے بھی بدتر ہے۔ اس لیے قرآن ہر خاتون کو مخاطب کر کے کہتا ہے اے خاتون تو نامحرم کے ساتھ بات کرنے میں' چلتے وقت' لباس کے انتخاب میں اور کردار میں بہت ہوشیاری سے کام لے۔ اے خاتون اگر تو نامحرم سے بات کرنے پر مجبور ہے تو اتنی بات کر جتنی ضرورت ہے اگر ٹیلیفون پر بات کرنا ہے تو اتنی مقدار جتنی تجھے ضرورت ہے' اگر گلی میں جا رہی ہو تو چادر کا خیال

تیرے ذہن سے نہ نکلے یہاں تک کہ تیری چادر ایسی نہ ہو جو لوگوں کو متوجہ کرنے کا سبب بنے' تیرے بوٹ ایسے نہ ہوں' تیرا چلنا ایسا نہ ہو کہ نامحرم تیری طرف متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر تیری چادر باریک ہو یہ ظلم ہے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ تحریک شہوت کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر کوئی جوان متحرک ہو جائے تو اس کے غریزہ جنسی کو قابو کرنا مشکل ہے۔

پس ہم ان باتوں سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ جنسی جبلت ایک الگ حساب کتاب کی حامل ہے' جو ماں باپ' جوانوں اور لڑکیوں کو متوجہ کرتی ہے کہ جوان کے اندر یہ جذبات پندرہ سولہ سال سے لیکر اٹھائیس سال تک ہوتے ہیں انہی دس سالوں میں جنسی لذت سے بہرہ مند ہوا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد بیوی کی ضرورت باقی نہیں رہتی بیوی کو شوہر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن معاشرہ کی نوبت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان دس سالوں میں جنسی شگوفوں کو پھوٹتے نہیں دیکھتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں تمام بدبختیاں وجود پیدا کرتی ہیں تمام مصیبتیں اور تمام برائیاں اسی سے پیدا ہو جاتی ہیں اسلام مجھ سے اور آپ سے زیادہ جانتا ہے۔

جہیز میں اعتدال

اگر ہم اسراف سے ہاتھ اٹھائیں اور پر تعیش زندگی نہ گزاریں تو ہمارے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ جہیز جو ہم ایک بیٹی کو دیتے ہیں اگر دس بیٹیوں کو دے دیں تو ہو سکتا ہے کہ دس بیٹیوں کی شادی ہو جائے؟ آپ خواتین اور حضرات کہتے ہیں نہیں؟ لیکن اسلام کہتا ہے ہاں۔ مولا امیر المومنین" وہ ہستی جو انسانی معاشرے کے لیے نمونہ ہیں' آپ کے دیوان میں ایک جملہ ہے جو آپ کی طرف منسوب ہے' فرماتے ہیں :۔

وقد دقت و رقت واسترقت فضول

العیش اعناق الرجال

وہ چیز جو اعصابی کمزوری پیدا کرتی ہے اور نفسیاتی اعتبار سے انسان کو تباہ وبرباد کردیتی ہے' وہ چیز جو انسان کو ہر کس وناکس کے سامنے عجز ہونے پر مجبور بنادیتی ہے' وہ چیز جو معاشرتی اور انفرادی فقر پیدا کردیتی ہے' وہ چیز جو انسان کو بندہ خدا ہونے کی بجائے دوسری چیزوں کا بندہ بنادیتی ہے' یہاں تک کہ انسان کسی فرد یا معاشرے کا غلام ہو کر رہ جاتا ہے' فرماتے ہیں کہ وہ چیز ""پرتعیش زندگی"" ہے یہ جہیز جو ماں باپ کے کندھوں پر آگیا ہے یہ جہیز نہیں بلکہ ماں باپ کی گردن توڑ' کمر توڑ' بلکہ ہر چیز توڑنے والی ایک مصیبت ہے ایک ماں کو بیٹی کی شادی' باپ کو بیٹی کی شادی کرنا گویا اسے ہاون میں ڈال کر چور چور کرنے کے مانند ہے اے معاشرہ! ہم سب مبتلا ہیں' میں مبتلا ہوں' تو مبتلا ہے' دیہاتی مبتلا ہے' شہری مبتلا ہے' دانا مبتلا ہے' جاہل مبتلا ہے' عالم مبتلا ہے' غیر عالم مبتلا ہے سب کے سب اس کمر شکن اور گردن شکن مرض میں مبتلا ہیں۔ اگر یہ جہیز کم ہوجائے تو بجائے ایک بیٹی کی شادی کے ہم دس بیٹیوں کی شادی کرسکتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں نہیں ہوسکتا ہے میں کہتا ہوں ہوسکتا ہے۔ ایک واقعہ آیت اللہ حائری نقل کرتے ہیں ہم سب کے لیے ایک عجیب نمونہ ہے۔ کہتے ہیں مرحوم حاجی شیخ بیٹھے تھے اور طلبہ بھی ان کے سامنے بیٹھے تھے ایک تاجر ایک عبا حاجی شیخ کے لیے لے آیا انہوں نے دیکھا کہ عبا بہت اچھی تھی کیونکہ پتلی عبا قیمتی ہوتی تھیں اور ہیں۔ حاجی شیخ نے دیکھا کہ ایک مرجع کے لیے اس قیمتی عبا کا پہننا زیب نہیں دیتا ہے اور تحفہ بھی رد کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ ہدیہ رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا حاج شیخ صاحب نے تاجر سے پوچھا کہ جناب تاجر اس عبا

کی قیمت کتنی ہے۔ تاجر قیمت بتانا نہیں چاہ رہا تھا تو شیخ صاحب نے پوچھا اس کی قیمت کتنے معمولی عبا کے برابر ہو سکتی ہے؟ تاجر نے کہا اٹھارہ عباؤں کے برابر۔ مرحوم شیخ نے کہا اس عبا کو میں نے قبول کر لیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کو اٹھارہ معمولی عباؤں پر تبدیل کیا جائے۔ تاجر نے کہا جی ہاں ہو سکتا ہے تاجر چلا گیا اور وہ عبا دے کر اٹھارہ معمولی عبائیں خریدیں اور مرحوم شیخ کے سامنے رکھ دیں۔ حضرات طلبہ جلسہ میں بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب نے ان کو ایک ایک عبا تقسیم کی اور ایک خود اپنے کندھے پر رکھ لی اس کے بعد تاجر کی طرف مخاطب ہو کر کہا اب اچھا ہو گیا یا پہلے بہتر تھا اگر میں اس وقت اس عبا کو پہنتا تو صرف میں ہی پہن لیتا مگر اب آپ نے دیکھ لیا ۱۸ آدمیوں نے پہن لیا ہے۔ آپ حضرات یہ نہ کہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا' خدا کے لیے ایسا ہو سکتا ہے اور ہونا بھی چاہئے' ہم سب خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہیں۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

میرے عزیز نوجوانو! اگر ہم انقلاب چاہتے ہیں اپنے کو مصیبتوں سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور معاشرے کی برائیوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اخلاق پر نظرثانی کرنی ہوگی۔ گھریلو اخلاق کی درستی کرنی پڑے گی یہ جہیز جو ہم سب پیروجوان مقدس وغیر مقدس عالم وغیر عالم دیتے ہیں ہم بیٹی کو سمجھائیں کہ بیٹی دیکھو یہ جہیز جو لے کے جا رہی ہو سولہ بیٹیوں کے لیے جہیز بن سکتا ہے اے بیٹی تو اپنی بھی شادی کر اور ساتھ ساتھ اپنی دوسری سولہ بہنوں کی شادی بھی کر۔ آج کی بحث نامکمل ہے انشاء اللہ فصل دوم میں ہماری بحث مزید اسی سلسلے میں ہوگی۔

چوتھی مجلس

شادی کی رکاوٹیں

آج ہماری بحث ان رکاوٹوں اور موانع کے بارے میں ہے کہ جس کو آج کی دنیا ازدواج کے لیے وجود میں لائی ہے۔ وہ موانع جن کو آج کی دنیا نے ہمارے ہاتھوں سے خود ہماری شادی کے لیے وجود بخشا ہے' بہت زیادہ ہیں۔ لیکن میں مختصر طور پر ان کے بارے میں عرض کروں گا اگرچہ یہ بات واضح ہے کہ ایک ہی مجلس سے یا اس قسم کی مجالس سے انکا رفع کرنا ایک مشکل کام ہے لیکن اتنا مجھے یقین ہے کہ آج کی یہ مجلس بے نتیجہ بھی نہیں ہوگی۔

بہانے بنانا

شادی کے راستے میں حائل ہونے والی اولین رکاوٹ بہانے بنانا ہے جو کبھی بیٹی کی طرف سے' کبھی بیٹے کی طرف سے اور یا ماں باپ کی طرف سے پیش آتے ہیں۔ کبھی تو یہ بہانے سبب بنتے ہیں اس بات کے کہ گھر میں تیس سال کی بیٹی موجود ہے مگر شادی نہیں کی ہے۔ اسی طرح بیٹے کی عمر ۴۰ سال ہوگئی ہے مگر شادی نہیں کی ہے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ شادی کیوں نہیں کی ہے؟ جواب میں کہتا ہے کہ کوئی اچھی بیوی نہ ملنے کی وجہ سے ابھی تک

شادی نہیں کی ہے۔ ایک چیز عرض کرتا چلوں آپ اور میں' سب توجہ دیں انشاء اللہ بعد میں بھی اس بارے میں عرض کروں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک لڑکی ایسا شوہر پائے جو سو فیصد اس کی پسند کے مطابق ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ایک مرد سو فیصد اپنی پسند کے مطابق بیوی ڈھونڈ سکے۔ عام طور پر اگر ۵۰ فیصد ہم آہنگی پائی جائے تو کافی ہے۔ اگر ۱۰۰ میں سے ۷۰ فیصد ہم آہنگی ہو تو اس کا مطلب ہے یہ بیوی یا شوہر بہت اچھے ہیں لیکن یہ بہانے دینداروں کے ہاں ہیں' دوسروں کے پاس کچھ اور انداز کے بہانے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی گھر کا لالچ رکھتا ہے لیکن (بیوی کے ساتھ) گھر نہیں ملتا ایک آدمی ایسا ملتا ہے جو حسن کا ہونا لازم سمجھتا ہے اور ایک اونچے گھرانے سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ایسی بیوی ملتی نہیں چونکہ خود نچلے منصب کا ہے لیکن جب رشتہ کی تلاش میں نکلتا ہے تو اعلیٰ منصب کو مد نظر رکھتا ہے اور اس قسم کی باتیں سبب بن جاتی ہیں کہ ایک انسان شادی نہیں کر سکتا ہے۔

اسی طرح ایک لڑکی شادی نہیں کر سکتی ہے۔ ماں کہتی ہے لڑکے کا مکان نہیں' لڑکا قد کا چھوٹا ہے۔ لڑکا خوبصورت نہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی کی شادی میں رکاوٹ بنتی ہیں یہ سارے بہانے ہیں یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے۔ ممکن ہے اسی مجلس میں کتنی ایسی لڑکیاں ہوں گی کہ جن کی خواستگاری کے لیے بیں سے زیادہ لوگ آئے ہوں گے لیکن کسی نہ کسی بہانہ سے انہوں نے قبول نہ کیا ہو۔ اسی طرح اسی جلسہ میں کوئی ایسا لڑکا ضرور ہو گا جو دو تین سال سے شادی کی کوشش کر رہا ہو گا مگر کسی نہ کسی بہانے سے نہ ہوئی ہو گی۔ یا لڑکی ملی نہیں جبکہ اس کی ہمسائیگی میں' اس کے رشتہ داروں میں کئی ایک لڑکیاں ہوں گی ان میں سے ہر ایک پر کوئی نہ کوئی عیب بتا کر ادھر ادھر

ڈھونڈ رہا ہوگا۔ آخر یہ بہانے اس کو ایک بدترین بیوی تک پہنچاتے ہیں پیغمبر اکرمؐ اکثر فرمایا کرتے تھے "لوگو جب تمہاری بیٹی بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرو بالغ بیٹی اس پھل کی طرح ہے جو کسی درخت پر ہوتا ہے جسے پکنے کے بعد نہ چنا جائے تو وہ گر کر ضائع ہو جاتا ہے۔" اسی طرح بیٹی حد بلوغ تک پہنچ جائے اور اس کی شادی نہ کی جائے تو وہ ضائع ہو جاتی ہے اور یہ بات بیٹے کے بارے میں بھی ہے۔ بیٹا بھی اگر شادی کی حد تک پہنچ جائے اور اس کی شادی نہ کی جائے تو وہ بھی اسی پھل کی طرح ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض بہانے بنانے والے لوگ پیغمبر اکرمؐ کی مجلس میں بھی ہوتے تھے۔ سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹی کس شخص کو دے دیں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا اس کے ہم کفو کو۔ **المومنون بعضهم اکفاء بعض** (وسائل شیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۹)

"مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے جس کا دین اچھا ہے پس وہی آپ کا کفو ہے۔" اگر اس قسم کا شخص رشتہ مانگے تو بیٹی دے دو۔

یعنی جو اس کے لیے شایان شان و مناسب ہو۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کفو کون ہے؟ پیغمبرؐ نے کئی مرتبہ تکرار کر کے فرمایا۔

اسلامی معاشرے کی ایک بڑی مصیبت یہ ہے جسے پیغمبر اکرمؐ نے منبر پر کئی مرتبہ تکرار کے ساتھ فرمایا ہے۔

اذا جائکم ممن ترضون خلقه و دینه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنته فی الارض وفساد کبیرا (وسائل شیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۵۱)

"اگر کوئی ایسا لڑکا مل جائے کہ جس کا اخلاق اچھا ہے دین کی نظر سے اچھا

ہے' پس تم اپنی بیٹی اسے دے دو بیٹی اسے شوہر بنائے اگر شادی دین اور اخلاق کے لحاظ سے نہ کی جائے تو اسلامی معاشرے میں فتنہ فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جو حالت اس وقت اسلامی معاشرے میں پائی جاتی ہے اس سے بڑھ کر اور فساد کیا ہو سکتا ہے۔" پیغمبر اکرمؐ نے منبر سے کہا کہ دیکھو لڑکا اخلاق رکھتا ہے دین دار ہے یا نہیں۔ ایک ماں رشتہ کے لیے جائے اور یہ سوچ کہ ٹھہرو ذرا دیکھ لوں کہ لڑکا متکبر تو نہیں ہے۔ حاسد تو نہیں ہے۔ اخلاق اچھے ہیں یا نہیں۔ روایات میں ہے کہ اگر کوئی صرف اور صرف حسن ظاہری اور مال و دولت کو مد نظر رکھ کر ازدواج کرے تو اس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص فقط حسن کو مد نظر رکھے۔ اگر صرف مال کو مد نظر رکھے تو وہ شخص حسرت و ندامت کے علاوہ کچھ نہیں پائے گا کیونکہ وہ اپنے جمال پر ناز کرتا ہے اپنے مال پر ناز کرتا ہے' حسب و نسب پر ناز کرتا ہے۔ اور یہ ناز سبب بنتے ہیں اختلاف اور بدبختی کے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اپنی بیٹی اس شخص کو دو جو دیندار ہو کیونکہ اگر وہ اسے دوست رکھتا ہو تو وہی محبت اس کا سبب بنتی ہے کہ وہ اس کی عزت کرے اگر پسند نہ کرتا ہو تو بھی اس کا دین اجازت نہیں دیتا ہے کہ وہ ظلم کرے۔ کس قدر عالی ہے امام صادقؑ کی یہ حدیث۔ میں نہیں سمجھتا اس جلسہ میں کوئی آدمی موجود ہے کہ جو اس قسم کے بہانوں سے قطعی پاک ہو حالانکہ پیغمبر خدا نے ان بہانوں کو مسترد کر دیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں کچھ عجیب قسم کی شادیاں بھی ہوئیں تاکہ اس طرح کے بہانے ختم ہو جائیں جو تھیں" زبیرؓ اور مقدادؓ کی شادیاں اس نوع کی تھیں۔ پیغمبر اکرمؐ ایک عورت جو حسن و جمال اور اخلاق

سے آراستہ ہوتی تھی، کو دین پر قربان کرتے تھے تاکہ دین اور قانون کو معاشرے میں زندہ کر سکیں اور یہ کہہ سکیں کہ ازدواج میں دین اور اخلاق معیار ہے نہ کہ حسب و نسب اور مال و جمال۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ دوسری چیزوں کا بالکل خیال ہی نہ رکھیں۔ میں کہتا ہوں دین اور اخلاق کو معیار قرار دیں اگر ایک لڑکی ۷۰ فیصد پسند آجائے تو پھر مزید بہانے نہ تراشیں، استخارے کے پیچھے نہ جائیں۔ کیونکہ استخارہ کرنے کا بھی ایک خاص مقام ہے۔ عام طور پر استخارہ صرف وہیں کرنا چاہیے جہاں معاملہ اہم ہو اور انسان کی فکر و عقل کام نہ کرے، جب مومن کا مشورہ موثر نہ ہو اس وقت، جب مسئلہ میں ابہام اور تاریکی نظر آنے لگے تو پھر استخارہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ جہاں پر مسئلہ بالکل صاف ہے عقل اس کو سمجھ سکتی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک لڑکا خواستگاری کے لیے آیا ہے جو دین اور اخلاق کے اعتبار سے بالکل ٹھیک ہے اور وہ شادی کر سکتا ہے تو پھر بہانے بنانا، استخارہ کرنا یہ کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ استخارہ کے معنی ہی کچھ اور ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ وہ استخارہ جو اسلام میں ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کوئی کام انجام دینا چاہتے ہیں دو رکعت نماز ادا کریں نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو مرتبہ کہیں خدایا اس کام کو میرے لیے مبارک قرار دے۔ کہو "استخیرہ اللہ برحمتہ" اس کے بعد کام میں مشغول ہو جائیں۔ یہ عمل انشاء اللہ آپ کے لیے مبارک ہوگا۔ اسلام میں استخارہ یہی ہے استخارہ جو صاحب جواہر رضوان اللہ علیہ نے کتاب جواہر میں نقل کیا ہے یعنی اپنے کاموں میں خداوند عالم سے طلب خیر کریں۔ اگر استخارہ بد آجائے تو بالکل ترک کریں۔ استخارہ پر استخارہ جہلا کا کام ہے اور غلط ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں اولاً وہ بہانے جو ازدواج کے سلسلے میں پیش آتے ہیں ختم کرنے چاہئیں جن کی وجہ سے بہت ساری لڑکیاں اور بہت سارے لڑکے بغیر شادی کے رہ گئے ہیں۔ یہ بہانے چاہے ماں باپ کی طرف سے ہوں یا جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی طرف سے، ہمیں بہانے تراشنے کے بجائے خدا پر توکل کرنا چاہیے۔ خداوند عالم مقلب القلوب ہے خداوند عالم آئندہ کو درست کرے گا۔ قرآن کی رو سے خدا کا دوست وہ انسان ہے جو گزشتہ پر غم و غصہ نہ کرے اور آئندہ کا خوف نہ رکھے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولاهم یحزنون

(سورہ یونس آیت ٦٢)

"وہ لوگ جو خداوند عالم کے دوست ہیں وہ گزشتہ کے بارے میں کسی قسم کا غم و غصہ نہیں کھاتے اور آئندہ کا خوف بھی نہیں رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ توکل کرتے ہیں خداوند عالم پر۔" آپ حضرات بھی ازدواجی مسئلوں میں بہانوں کے بجائے خدا پر توکل کریں۔ ان بہانوں کو اپنے دل سے نکال پھینکیں اس قسم کے بہانوں کو پیغمبر اکرمؐ ائمہ اطہار علیهم السلام اور علماء کرام سب قبول نہیں کرتے ہیں۔

ایک واقعہ مرحوم کاشف الغطاء رضوان اللہ علیہ کا نقل کرتے ہیں وہ مرجع تقلید تھے علم و شجاعت، اور ریاست دینی کے اعتبار سے ان جیسا کم نظر آیا ہے ایک دن طلبہ کو درس دینے کے بعد فرمایا کہ میری ایک بیٹی ہے جو حد بلوغ تک پہنچ چکی ہے اگر کوئی متدین اور دیندار قسم کا شخص ہو تو اسے دے دوں گا یہ سن کر ایک طالب علم بلند ہوئے اٹھے اور بیٹھ گئے یعنی اٹھ کر بیٹھ جانا ایک قسم کی خواستگاری تھی مرحوم کاشف الغطاء نے کہا گھر پر چلے آؤ اور خود

گھر چلے گئے اور یہ طالب علم بھی ان کے گھر چلا گیا۔ مرحوم کاشف الغطاء بھی اس طالب علم کو جانتے تھے جو ایک متدین اور ایک فاضل طالب علم تھا۔ ایک ایسا طالب علم جو اخلاق سے آراستہ تھا لیکن اس کے پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں تھا۔ کاشف الغطاء نے لڑکی سے کہا کہ تمہارے لیے ایک ایسا شوہر مل گیا ہے۔ جو صرف علم اور اخلاق رکھتا ہے باقی چیزیں ان کے پاس نہیں ہیں کیا تم اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہو۔ بیٹی نے کہا میرا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی وقت نکاح پڑھا گیا اور کاشف الغطاء اپنے مکان میں ایک کمرہ ان کے لیے خالی کردیا اور بیٹی کو شوہر کے حوالہ کردیا۔ قبل از آذان صبح مرحوم کاشف الغطاء نماز شب کے لیے اٹھے اور ان کے دروازے پر جا کے آواز دی پانی گرم کیا ہے (کیونکہ اس وقت گھروں میں حمام نہیں ہوتا تھا) فلاں کمرے کے دروازے پر پانی رکھ آیا ہوں جاؤ اور نماز پڑھو۔ انہوں نے غسل کیا اور نماز شب بھی پڑھی۔ اگر ہم کاشف الغطاء کی کہانی سنائیں تو پھر یہیں پر ختم نہیں ہو سکتی۔

الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (سورہ عنکبوت آیت ۶۹)

"اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انہیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے" وہ لوگ جو خدا کے لیے کام کریں ان کے لیے خداوند عالم نے قرآن میں وعدہ کیا ہے کہ ان کی مدد کروں گا۔ کاشف الغطاء مرحوم کا داماد "شیخ محمد تقی" "مسجد شاہی میں گیا یہ شخص علم کے اعتبار سے اتنے عروج پر پہنچا کہ (معالم) پر ایک حاشیہ لکھ دیا کہ جو تین چار سو سال پہلے لکھی جاچکی ہے لیکن پھر بھی آج تک اصول کے اعتبار سے زندہ ہے۔ کاشف الغطاء سے آگے سلسلہ بڑھا اس کی تمام اولاد مجتہد بن گئی ان کے گھر سے اجتہاد کا سلسلہ جدا نہیں ہوا۔

اتنے بااخلاق اور دیندار تھے کہ اس زمانے میں تمام علماء اصفہان ان کے سامنے متواضع تھے۔ یعنی وہ شادی جو خدا اور رسولؐ کے کہنے کے مطابق انجام پائے گی بہت بابرکت ہوگی۔ ایک اسلامی شادی قرآن ہمیں جسکا حکم دیتا ہے اور اسی کو اسلامی کہا جاتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہی تھا۔ ائمہ طاہرینؑ کا طریقہ یہی تھا اور مجتہدین کرام کا طریقہ بھی یہی تھا۔ علامہ مجلسی جس طرح علمی اعتبار سے ایک بلند مقام کے مالک تھے اسی طرح سے مالی اعتبار سے بھی بہت قوی تھے اگر علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کا مقام معلوم کرنے کے لیے صرف ان کی کتاب بحار الانور دیکھی جائے تو کافی ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا یا بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔ علامہ مجلسی کی ایک بیٹی تھی اور ماشاء اللہ علمی اعتبار سے فاضلہ تھیں اور مجتہدہ تھیں اور حسن جمال کے اعتبار سے بھی اونچے درجے پر تھیں حسب ونسب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اپنے زمانے میں نمونہ تھیں۔ لیکن ایک طالب علم جو قابلیت کے اعتبار سے اتنا پائے کا نہیں تھا علامہ مجلسی نے اپنی مجتہدہ بیٹی کی اس سید صالح مازندرانی سے شادی کی۔ جس کی کوئی شہرت نہیں تھی۔ مالی اعتبار سے دیکھیں تو اس کے پاس مال ودولت نہیں تھی لیکن چونکہ ایک دیندار، صاحب اخلاق اور دینی طالب علم تھا علامہ مجلسی نے بیٹی اس کے اخلاق کو دے دی۔ بیٹی اس کے دین کو دے دی۔ اور بیٹی بھی کوئی معمولی بیٹی نہیں تھیں ان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ داماد کمرے میں آیا اور مطالعہ کرنے لگا ایک مرتبہ وہ کسی مسئلہ میں پھنس گیا پریشان ہوگیا اس لڑکی نے اس کے مسئلہ کو حل کردیا۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ معمولی بیٹی تھیں نہیں بلکہ وہ ایک قابل اور دیندار بیٹی تھیں پھر علامہ نے اس کو کیوں قبول کیا؟ چونکہ علامہ بہانہ گیر نہ تھے کہتے تھے

کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اذا جاء کم ممن ترضون خلقه ودينه فزوجوه وان لا تفعلون تكن فتنة فى الارض وفساد كبيرا

بے جا تکلفات

دوسری رکاوٹ جو پہلی رکاوٹ سے اہم ہے اور خصوصاً آج کل کے زمانے میں اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ پہلے زمانے میں دلہن کے ساتھ تو ایک قرآن ہوتا تھا پھر آہستہ آہستہ آئینہ اور شمعدان کا اس کے ساتھ اضافہ ہوگیا اور اب جس حد تک مسئلہ بڑھ گیا ہے سب جانتے ہیں یعنی وہ زنجیر جو داماد کے گلے میں ابتدائی طور پر پڑتی ہے اگر داماد اپنے آپ کو فروخت کرے پھر بھی وہ سونا جو اس کو لے جاتا ہے نہیں خرید سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اعلان کرتا ہے کہ میں کبھی بھی شادی کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اگر لڑکی ایک قرآن اور ایک معمولی آئینہ اپنے ساتھ لے جائے تو کیا فرق پڑتا ہے اگر داماد ایک معمولی انگوٹھی دلہن کے لیے لائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور دلہن بھی ایک عقیق کی انگوٹھی دولہا کے ہاتھ میں پہنائے تو کونسی مصیبت آجاتی ہے بجائے اس کے کہ ایک طلاء کی زنجیر داماد کے گردن میں ڈال کر اس کو پھانسی پر چڑھایا جائے کیونکہ پہلی مصیبت تو یہ ہے کہ اس طلاء میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی ہے نماز باطل ہے دوسری مصیبت اور بدبختی یہ ہے کہ نکاح کے وقت اگر اس کے ہاتھ میں طلاء کی انگوٹھی ہو یا گردن میں طلاء کی زنجیر پہن لے تو لحظہ لحظہ اس کے نامہ عمل میں گناہ لکھا جائے گا کیونکہ مرد کو طلاء سے اپنے آپ کو مزین کرنا حرام ہے۔ سونے کی انگشتری 'گھڑی' چین' عینک یعنی ہر وہ چیز جو مرد کی زینت کا سبب بنتی ہے حرام ہے۔ اب اگر ایک عقیق کی انگوٹھی پہن

لے یا بالکل نہ پہنے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ یا زنجیر معمولی قسم کی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے؟ خدا کی قسم! لوگوں کے کہنے سے نہ آسمان زمین پر آتا ہے نہ زمین آسمان پر جاتی ہے بلکہ ہمارے ان برے کاموں کی وجہ سے آسمان بھی خراب ہوتا ہے اور زمین بھی تباہ ہو جاتی ہے۔

کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اس دوسری رکاوٹ کو عبور کر سکے آؤ اور اس بند کو توڑ ڈالو میں یہ نہیں کہتا کہ کچھ لوگ آئیں اور بند کو توڑیں' نہیں یہ چند ایک سے ٹوٹنے والا بند نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے سب کو آمادہ ہونا پڑے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ قم کی بہت سی خصوصیات ہیں اب قم ہی ارادہ کرے کہ اس رواج کو توڑ دے۔ اس مصیبت سے لوگوں کو نجات دلائے یعنی قیمتی شیشہ لانا بند کریں' طلاء کی زنجیر لانا بند کرے' قیمتی شمعدان لانا بند کریں تو پھر کونسی چیز مانع ہوگی اس بات پر کہ یہ طریقہ اور یہ رواج پھیل جائے دوسری جگہوں میں' اور آخر کار ایک دن ایسا آئے گا کہ حکومت اسلامی اعلان کرے گی کہ ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے اس مصیبت سے نجات دی اور نجات پائی۔

ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا امامؑ نے پوچھا تمہاری بیوی ہے' شادی کی ہے اس شخص نے جواب دیا جی نہیں امام علیہ السلام نے فرمایا اگر تمام دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے مجھے دے دو اور مجھے یہ کہو ایک رات بغیر بیوی کے رہوں تو میں آمادہ نہیں ہوں۔ اس کے بعد فرمایا شادی شدہ لڑکی' شادی شدہ لڑکے کی دو رکعت نماز کنواروں کی پوری رات جاگ کر عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سات دینار اس شخص کو دے دیئے اور اس سے کہا جاؤ شادی کرو۔ سات دینار سات مثقال طلاء کے ہیں اور وہ بھی

۷۰ نخود کے برابر ہے جو تقریباً پانچ مثقال ہے ان سات دینار سے ازدواج کرنا ابھی ۷۰ دینار کے برابر ہے آج کل تو مسئلہ یہاں تک پہنچا ہے کہ انسان گھر فروخت کرے پھر نکاح کرنے کے قابل ہوتا ہے' جبکہ خدا اس کو پسند نہیں کرتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک عورت آ کر کہنے لگی یا رسول اللہؐ میرا شوہر نہیں ہے میری شادی کرا دیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب کی طرف رخ کیا اور کہا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو شادی کرنے کو تیار ہو ایک شخص نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہؐ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کہ مہر کے لیے تمہارے پاس کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کچھ بھی نہیں ہے سوائے اس قمیض کے جس کو پہنے ہوئے ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے پوچھا تمہیں قرآن یاد ہے' جی ایک سورہ قرآن مجید سے' سورہ واقعہ مجھے یاد ہے رسولؐ نے اس عورت سے پوچھا آیا تم اس مہر پر اس مرد کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہو عورت نے جواب دیا جی ہاں اور نکاح پڑھا گیا۔ پیغمبرؐ یہی تعلیم چاہتے تھے کہ ہمیں بہانے نہیں بنانے چاہئیں۔ آج ان مصیبتوں میں علماء ہوں' تاجر پیشہ' دیہاتی' شہری' مقدس یا غیر مقدس' سب کے سب کیوں گرفتار ہیں۔ بڑے لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ گرفتار ہیں۔ سوچیں ان بہانوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں اور خصوصاً یہ استخارے جو کرتے ہیں یہ بہانے ہیں حالت یہ ہے کہ داماد نکاح کے پڑھتے وقت یعنی مولانا صاحب نکاح پڑھ رہے ہوتے ہیں اور داماد یہ سوچتا ہے کہ نہ جانے اس سونے کا قرض کب ادا ہوگا۔ کس طرح سے ادا کروں آپ غور کریں ایسا

ہوتا ہے کہ نہیں۔ بھائی اگر آپ بغیر سونے کے ازدواج کریں تو کیا حرج لازم آتا ہے؟ آپ یقین رکھیں خدا بعد میں عنایت کرے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک انسان خدا کے لیے کام کرے اور خدا اس کو اس کا اجر نہ دے۔ آپ معمولی افراد کے لیے کام کرتے ہیں جو آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اب اگر آپ خدا کے لیے کام کریں اور پھر خدا اجر نہ دے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اے ماں! سونا شادی کے بعد مل سکتا ہے۔ البتہ تجھے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بیٹی کے لیے ایسا شوہر ڈھونڈے جو بیٹی سے محبت رکھے۔ بقول امام جعفر صادق علیہ السلام اگر محبت نہ رکھتا ہو تو بھی دین دار ایسا ہو کہ اس کا دین اسے ظلم کرنے سے روکے۔ وہ اس کو ناراض نہ رکھے اس کا ایمان ایسا ہو کہ جب وہ دیکھے کہ طلاء نہیں ہے تو اس کے لیے خریدے۔ اگر شوہر چاہے تو اپنی بیوی کو سراپا طلاء بنا سکتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ یہ ابتداء میں اس کے لیے تم نے رکاوٹیں کھڑی کر دیں تھی وہ قبل از عقد اپنے احساسات پر چوٹ کو قبول کرنا نہیں چاہتا ہے اے ماں تم ان بہانوں کے ذریعے سے اس کے احساسات اور محبت پر ضرب لگا رہی ہو۔

ماؤں کے لیے ایک جملہ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ بات اتنی ہو کہ ”جتنی آپ سے جتنا ہو سکتا ہے کرو اس سے زیادہ نہیں۔“ ایک زمانہ تھا جس میں ایک غلط رسم تھی جو خواستگاری کے بعد انجام پاتی تھی کہ داماد کے لیے ایک عدد شلوار قمیض بھیجتے تھے بعد میں زیادہ ہو گیا اس کے ساتھ مٹھائی کا اضافہ کر دیا گیا اب تو کہتے ہیں کہ داماد دے دیں اور ساس کو نہ دیں یہ اچھا نہیں لگتا ہے لہٰذا اس کو بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

وہ لوگ جن کے پاس ہے وہ تو دے سکتے ہیں اور دیں گے لیکن اس شخص کا کیا بنے گا کہ جس کے پاس نہیں ہے اس کو تو لازماً قرض لینا ہی پڑے گا۔ وہ بیچارہ انسان جو ایک دن کی روٹی کا محتاج ہے وہ بیچارہ انسان جو اس حالت میں ہے کہ بچوں کے لیے ایک کلو سیب نہیں خرید سکتا' وہ بیچارہ انسان جو افطار میں اپنے بچوں کے لیے ایک کلو ساگ نہیں خرید سکتا۔ اب اگر اسے ساس کے لیے بھی کچھ خریدنا پڑے تاکہ وہ اس سے خوش ہو جائے؟ نہیں اگر ساس خراب ہو تو آپ جتنی چیزیں اس کے لیے لے جائیں وہ کبھی خوش نہیں ہو گی اگر اچھی ہے تو وہ ہمیشہ خوش رہے گی لیکن ان چیزوں کے ذریعے محبت نہیں لائی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی اس طرح سوچتا ہے تو غلط کر رہا ہے۔ مثنوی میں مولوی کہتا ہے کہ ایک شخص رفع حاجت کے لیے گیا اور جس دعا کو وضو کرتے وقت کلی کے دوران پڑھا جاتا ہے' پڑھتا تھا اور جب وہ وضو کرتا تھا تو وہ دعا پڑھا کرتا تھا جس کو رفع حاجت کے وقت پڑھنا ہوتا ہے۔ مولوی کہتا ہے میری جان! تم نے دعا تو بہت اچھی یاد کی ہے مگر دعا کے سرے کو گم کر دیا ہے۔ یہاں پر بھی ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ داماد کی محبت کو زیادہ طلاء لے جانے میں ہے' محبت اس میں ہے کہ دلہن کو سونے سے پر کریں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے یہ تو سوائے مصیبت اور رنج الم کے کچھ نہیں ہے محبت تو خدا دیتا ہے قرآن مجید کہتا ہے ہم محبت ان کو دیتے ہیں۔

ان الذین امنوا وعملو الصلحت سیجعل لھم الرحمان ودا (سورہ مریم آیت ۹۶)

"بیشک جو لوگ ایمان لے آئے اچھے کام کیے عنقریب ہی خدا ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دے گا۔" قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر تم یہ

چاہتے ہو کہ بیٹی کی محبت داماد کے دل میں سرایت کر جائے تو تمہیں خدا کے ساتھ رابطہ محکم کرنا ہو گا آپ دیکھیں کہ خدا کیا چاہتا ہے۔ آپ کو قسم ہے خدا کی' کیا آپ میں سے کوئی جرات کے ساتھ یہ بتا سکتا ہے کہ کیا امام زمانہؑ ان شادیوں سے راضی ہیں؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری ان شادیوں سے' ہمارے بہانوں سے اور ہمارے اسراف سے اسلام راضی نہیں ہے۔ پیغمبر اکرمؐ راضی نہیں۔ حضرت ولی عصر علیہ السلام راضی نہیں ہیں۔ جناب فاطمہ زہرا علیہ السلام راضی نہیں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان رکاوٹوں کو توڑیں اور اس عظیم مصیبت سے نجات حاصل کریں۔

بھاری مہر

ایک اور بڑی مصیبت مہر ہے کسی زمانے میں لوگ جن کا انقلاب اور دین سے کوئی تعلق نہیں تھا' کہتے تھے ایک ملین' دو ملین تین ملین' لیکن آج کل انقلابی رنگ پکڑنے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے نام' رائج الوقت سکہ آزادی جس کی وجہ سے شادی کا نام سنتے ہی بھاگنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات قم میں اس کے ساتھ ایک چیز کا مزید اضافہ کر کے کہا جاتا ہے شیربہا' کیا آپ جانتے ہیں کہ شیربہا کا مطلب کیا ہے؟ یہ ایک خرافات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ پلایا ہے لہٰذا اس کے بدلے میں آپ سے پیسے لے سکتی ہوں۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ان پیسوں کو لا کر ماں کے حوالے بھی نہیں کرتے بلکہ باپ ہی ان کو ہڑپ کر جاتا ہے لیکن لیا تو شیربہا کے نام سے۔ شیربہا کیا ہے کیا آپ اپنی بیٹی شیربہا لے کر بیچنا چاہتے ہیں؟ شیربہا کا مطلب ہے بیٹی کو فروخت کرنا۔ بہت سارے فقہا کہتے ہیں کہ وہ شخص جو کچھ نہیں رکھتا وہ ایک لاکھ یا ۸۰ ہزار روپے اپنے ذمے قبول نہیں کر سکتا

ہے۔ ان میں سے آپ کا مرجع شاید یہ کہتا ہے ذمہ وسیع ہے وہ شخص اگر ایک لاکھ روپے نہیں رکھتا ہے کسی قیمت بھی اس سے ایک لاکھ روپے نہیں لے سکتے ہیں۔ اب تو اس کے ذمے۔ ایسا روایات میں پڑھتے ہیں دلہن کی منحوسیت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو اگر محبت نہ ہو تو مہر کیا کر سکتا ہے؟ آپ تو مہر زیادہ اس لیے کرتے ہیں کہ لڑکا مجبور ہو جائے زیادہ مہر ہونے کی وجہ سے۔ لڑکے کو اس مہر کے ذریعے بیٹی کے لیے پابند کرنا چاہتے ہیں۔ خوب اگر یہ لڑکا محبت نہ رکھتا ہو خدا نہ کرے کل کو اگر کسی قسم کی ناچاقی ہو جائے، اگرچہ لڑکا خرچ کے اعتبار سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کر رہا ہے اور تعلقات بالکل ٹھیک ٹھاک رکھتا ہے۔ لیکن جوں ہی گھر میں داخل ہوتا ہے بات نہیں کرتا ہے احوال پرسی کجا۔ ایک روز دو روز تین روز دس روز آخر کار اس لڑکی کے لیے یہ گھر زندان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ مارتا نہیں ہے کہ آپ کہیں یہ نامہربان شخص ہے، گالی نہیں بکتا ہے کہ آپ کہیں کہ بداخلاق ہے۔ لیکن بیوی کے ساتھ فقط بات نہیں کرتا ہے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو ایک سال نہیں گزرتا ہے لڑکی کہتی ہے مہر سے تو ہاتھ دھو بیٹھی تھی اب تو جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا لہٰذا جتنا مہر ہے تمہیں بخش دیتی ہوں بہ قول معروف "مہر حلال جان آزاد" مختصر یہ کہ مہر شوہر کو پابند نہیں بنا سکتا۔ یہ بھی عرض کروں کہ بعض انقلابی کاموں سے بھی میں اتفاق نہیں کرتا۔ بغیر مہر کے بھی نہیں ہو سکتی یہ بات بھی درست نہیں کہ مہر کلام مجید کی ایک جلد ہو یا پانچ سکہ۔ میں اس کا بھی قائل نہیں ہوں، بلکہ نہ افراط ہو نہ تفریط، راہ اعتدال اختیار کرنی چاہیے ایسا بھی نہ ہو کہ لاکھوں کے حساب سے مہر رکھا جائے افراط اور تفریط دونوں راستے غلط ہیں پھر کیا کرنا چاہیے؟ حد وسط لڑکے اور لڑکی کی حیثیت کو مد نظر رکھنا

چاہیے' لڑکے کی شخصیت کو مد نظر رکھنا ہوگا' بیٹی کی حالت کو دیکھنا ہوگا کیونکہ بہت سارے لڑکے اور لڑکیوں کے تعلقات شادی سے پہلے ہی گھر سے باہر خراب ہوجاتے ہیں یعنی ان کی محبت میں رخنہ پڑجاتا ہے۔ اب لڑکا گھر کو فروخت کرنا چاہتا ہے کوئی پوچھتا ہے اس گھر کو کتنے میں فروخت کروگے؟ ایک لاکھ میں! دوسری طرف سے کچھ کم کرانے کی کوشش۔ بہرحال ہاتھ دھو بیٹھتا ہے فروخت کرتا ہے آپ سے شادی کی خواہش کرتا ہے' خواستگاری کے لیے جاتا ہے دو آدمی اس طرف سے دو آدمی اس طرف سے' ہاں بھائی کتنا ایک لاکھ زیادہ ہیں کم کریں اب یہ باتیں بڑھ جاتی ہیں اس حد تک کہ ایک دوسرے کو نہ جانیں کیا کیا باتیں سنائیں۔ بس وہی وقت ہوتا ہے کہ محبت کو چوٹ لگتی ہے محبت شیشہ کی طرح ہے شیشہ ٹوٹ جائے تو پھر دوبارہ جوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ پھر اس لڑکے کی ماں پوری عمر اس لڑکی کی دشمن رہتی ہے اور ادھر سے لڑکی کی ماں تمام عمر اس داماد کی ماں سے دشمنی رکھتی ہے۔ افسوس اس شادی پر کہ جس میں اختلاف ہو' جس میں جھگڑا وفساد ہو۔

بے حساب ولیمہ

چوتھی رکاوٹ ولیمہ کی ہے ولیمہ اسلام میں ایک اچھی چیز ہے لیکن کب؟ وہ ولیمہ جو اسلام میں ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا علیھما السلام کی شادی میں ولیمہ دیا ایک گوسفند ذبح کیا گیا اور فقراء مدینہ کو دعوت دی گئی فقراء مدینہ جنہیں گوشت میسر نہ تھا' نے اس گوشت سے کھالیا باقی جو بچا رسول خدا نے حکم دیا کہ ان فقراء کو جنہوں نے نہیں کھایا ہے یا جو نہیں آنا چاہتے ہیں ان کو دیا جائے۔ اس ولیمہ کے بعد بیٹی کو داماد کے گھر لیکر چلے گئے۔ لیکن آج کل کے ولیموں میں سوائے مصیبت اور دردسری کے

اور کچھ نہیں ہے۔ جب ہم دلہن کے باپ کو دیکھتے ہیں کہ وہ شادی کرنے پر تیار نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وہ بیٹی کو کیوں رخصت نہیں کرتا ہے کھوج لگاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ ولیمہ نہیں دے سکتا چونکہ ولیمہ نہیں دے سکتا ہے اس لیے اب وہ بہانے بنا رہا ہے' جبکہ بیٹی کی عمر بیس سال یا پچیس سال سے اوپر جا چکی ہے۔ برادران عزیز یہ ولیمے بالکل غلط ہیں یہ ولیمے ہمارے لیے ایک قسم کی بدبختی ہے آپ یہ خیال نہ کریں کہ ثواب ہے اس قسم کے ولیمہ میں بجائے ثواب کے گناہ ہے۔ ولیمہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ شادی مبارک ہو لیکن جو ولیمہ ہم دیتے ہیں اس میں دلہن یا شادی نہ فقط مبارک نہیں ہوتی ہے بلکہ نامبارک بھی ہوتی ہے۔

غلط کاموں میں سے ایک کام

وہ غذائیں ہیں جو مجلس ترحیم میں دی جاتی ہیں بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کسی کا باپ مرجاتا ہے اب اس کا بیٹا' اس کا وارث اسے ثواب پہنچانے کی فکر میں نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اس فکر میں ہوتا ہے کہ مجلس ترحیم کا خرچہ کیسے پورا کروں' لوگوں کو نیاز کھلانے کی فکر میں ہوتا ہے لوگ فاتحہ خوانی کے لیے آتے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہتا ہے اس طرح اس کا خرچ کبھی پندرہ ہزار روپے' بیس ہزار روپے تک پہنچ جاتا ہے اب یہ شخص گھر فروخت کرلیتا ہے تاکہ باپ کے ایصال ثواب کی مجلس پڑھا سکے اور لوگوں کو نیاز دے سکے۔

اسلام کہتا ہے جب کسی کا باپ مرجائے تو تین دن تک دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے گھر میں پکانے کا موقع نہ دیں اس کے گھر غذا لیکر جائیں اس کو اس کے گھر پر تنہا نہ چھوڑیں بلکہ اپنے ساتھ گھر لے جائیں ان کے ہاں کھانے

کے لیے نہ جائیں موت والے گھر جا کر کھانا کھانا کراہت ہے۔ کچھ دن قبل میرے پاس ایک جوان آیا تھا مجھ سے کہنے لگا بابا مرگیا ہے بڑی مشکل سے ۷۰ ہزار روپے قرض کرکے لایا ہوں بہت قناعت کے باوجود یہاں تک پہنچا ہے پہلی مصیبت تو یہ ہے کہ بابا مرا ہے اور ایک ہفتے تک لوگوں کو کھانا کھلانا ہے چائے پانی کا بندوبست کرنا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ باپ کے لیے بہت اچھا کررہا ہے جبکہ باپ قبر میں اس کے مقروض ہونے پر نالہ وفریاد کررہا ہے اور لعنت کررہا ہے ان لوگوں پر جو آتے ہیں اور صبح وشام کھانا کھاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی بیٹی' اس کی بیوی' اس کا بیٹا تکلیف میں ہیں تمہارے کھانے کی وجہ سے تمہارے آنے جانے کی وجہ سے۔ اگر آپ ولیمہ دینا چاہتے ہیں تو سب سے اچھا ولیمہ یہ ہے کہ آپ فقراء کی فکر کریں فقراء وغرباء کو نہ بھولیں۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت ہفتے میں ایک دیگ حلوہ پکاتی تھی اور بیٹے سے کہتی تھی کہ اس حلوہ کو قبرستان لے جاؤ تاکہ لوگ ایک ایک لقمہ اس سے اٹھائیں مدتوں تک یہ سلسلہ جاری رکھا ایک دن اس عورت کا بیٹا بھوکا تھا حلوہ کھانے کو جی چاہتا تھا اتنے میں ماں نے حلوہ پکاکر آواز دی بیٹا حلوہ لے جاؤ اور قبرستان میں تقسیم کرو اب بیٹا حلوہ بجائے قبرستان لے جانے کے کسی اور طرف لے کر نکل گیا اور پیٹ بھر کر کھا کر گھر واپس آگیا رات کو بیوی نے اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا شوہر بہت خوشحال ہے شوہر نے بیوی کو مخاطب کرکے کہا کہ سال بھر جتنا حلوہ تونے مجھے دیا مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں ملا صرف کل مجھے تمہارا حلوہ مل گیا' اتنا مزیدار تھا جب بیوی نے پوچھا تو پتہ چلا کہ حلوہ اس کے یتیم بیٹے نے کھالیا تھا۔

ہمیں چاہیے کہ اس مردے کے بچوں کی فکر میں رہیں اگر ہم کام کرنا

چاہیں تو پھر ہمیں فقراء' غرباء اور ضعفا کی فکر میں رہنا چاہیے نہ اس شخص کی فکر میں جو شام کو کھانا کھا سکتا ہے' صبح ناشتہ مل سکتا ہے اور یہ درست نہیں ہے کہ ہم ہفتوں مہینوں تک ان کے گھروں میں رہیں اور ان کے لیے دردِ سر کا سبب بنیں وہ بیچارہ کبھی گوشت کے پیچھے' کبھی گھی کے پیچھے' کبھی کرسیوں کے پیچھے بھاگے کیا یہ اس کے لیے مصیبت نہیں ہے لیکن اسلام ان چیزوں سے' اس قسم کی دعوتوں سے منع کرتا ہے اس لیے کہ جب ہم ہفتوں' مہینوں ان کے ہاں جاتے اور کھاتے رہیں گے وہ قرض پر قرض لیتا رہے گا اور قرض کی وجہ سے ہم خود مرجاتے ہیں ہماری شادیوں کے ولیمے اور ہماری ایصال ثواب کی مجالس کے کھانے غلط ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان غلط چیزوں کو ختم کریں کیونکہ ان چیزوں کی وجہ سے خدا بجائے راضی ہونے کے ہم سے ناراض ہوتا ہے۔ اسی لیے پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرین علیھم السلام راضی نہیں ہیں' امام زمانہؑ بھی ہم سے راضی نہیں ہیں۔

پانچویں مجلس

ہمارے زمانے کی ایک بہت بری چیز شادی میں زیادہ جہیز کی رسم ہے۔ یعنی وہ جہیز جو خلاف شرع ہے' یعنی وہ جہیز جو فضول خرچی میں شامل ہے' جو شادی میں رکاوٹ بھی بنتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیٹی کی عمر ۳۰ سال ہو چکی ہے مگر باپ شادی نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ باپ اتنا جہیز مہیا نہیں کر سکتا جتنا جہیز اس کی ہمسایہ لڑکی لے گئی ہے۔ باپ محسوس کر رہا ہے کہ اس کی بیٹی کی عمر ۲۰ سال ہوئی اور خواستگاری کے لیے لوگ بار بار آتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ معذرت چاہتا ہے وہ سوچتا ہے کہ اگر وہ ہاں کہے گا تو اتنا جہیز کہاں سے دے گا۔ اب تو وہ اس حالت میں ہے کہ کم سے کم جہیز بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ جہیز ہونا چاہیے مگر کتنا اور کیا چیز؟ ایسا جہیز کہ جس کو اگر خود دے سکتا ہے تو خود دے اگر خود نہیں دے سکے تو حکومت اسلامی کو چاہیے کہ وہ دے۔ اگر حکومت اسلامی بھی نہ دے تو تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ جہیز ضرور مہیا کریں۔ جو کچھ ضروریات زندگی میں سے ہے وہی جہیز ہے جو پیغمبرؐ نے حضرت فاطمہ زہراءؑ کو دیا ہے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ جناب زہراءؑ کی شادی ہو گی تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم نے دو مردوں اور ایک خاتون کو جہیز تیار کرنے کے لیے بازار بھیجا جو سترہ چیزیں لے آئے جو مجموعاً ۶۳ درہم کی مالیت کی تھیں۔ اس وقت سکہ صرف درہم کی شکل میں تھا' ان سترہ چیزوں میں سے ایک چادر تھی' چادریں نہیں تھیں اور نہ تو وہ چادر ایسی تھی کہ جس کے پہننے سے ایک خاتون پر حرف آتا ہو یا ایسی بھی نہیں تھی کہ بدن نظر آتا ہو۔ علاوہ ایک برقعہ اور ایک قمیض یہ پیراہن بھی حضرت زہراؑ نے فقیر کو دیا اور انہی پرانے کپڑوں کے ساتھ جو روزانہ پہنتی تھیں' علیؑ کے گھر آئیں۔ صبح باپ آئے اور پوچھا اے فاطمہؑ تمہاری قمیض کہاں ہے؟ جواب دیا راہ خدا میں دے دی۔ رسول خداؐ نے پوچھا اے فاطمہؑ تم نے پرانی چادر کیوں نہیں دی' فاطمہؑ نے جواب دیا اس لیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے جب میری راہ میں دیتے ہو تو وہی دو جس کو تم پسند کرتے ہو لہذا میں نے اپنے پیراہن کو راہ خدا میں دے دیا۔ ایک گوسفند کا چمڑا فرش کے طور پر' ایک جوڑا رضائی لیکن اس کی روئی خرما کے چھلکوں کی تھی' کچھ مٹی کے پیالے' ایک مٹی کا کوزہ' مٹی کا ایک بڑا کوزہ۔ جہیز اتنی مقدار کا تھا کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے جہیز کی طرف دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔

خواتین سے گزارش کرتا ہوں کہ اچھی طرح دل کی آنکھوں سے اس جہیز کی طرف دیکھیں۔ اس کے بعد پیغمبر خداؐ نے درگاہ خداوندی میں عرض کیا خدایا تو اس جہیز کو مبارک قرار دے کہ جو زیادہ تر مٹی سے ہے۔ جہیز ایسا ہو جو ضرورت کے مطابق ہو۔ افسوس کیا کریں اس مصیبت کو معاشرے سے کیسے دور کریں دلہن کا بکس جہیز سے پر نہ ہو تو وہ رات ماں کے لیے قبر کی پہلی رات ہوتی ہے اور دوسری طرف جب ہم نظر کرتے ہیں کہ داماد کی ماں جب دیکھتی ہے کہ دلہن کا بکس پر نہیں ہے تو واویلا' بعض اوقات بات یہاں تک پہنچ جاتی

ہے کہ اس جہیز کو واپس کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیٹی ۳۰ سال کی عمر تک شوہر کے گھر جانے سے قاصر رہتی ہے۔ مجبور رہتی ہے۔ مالدار حضرات سے عرض کرتا ہوں آپ جہیز دیں لیکن اس مصیبت کے لیے نہیں۔ کسی زمانے میں یہ فریزر، واشنگ مشین، ٹی وی، فریج اور اس طرح کی دوسری چیزیں نہیں ہوا کرتی تھیں لیکن کسی نے ایک چیز ایجاد کی تو دوسرے نے دوسری مصیبت کا اس میں اضافہ کر دیا اب تو اتنی مصیبتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ آدمی شادی کے بارے میں سوچنا ہی مشکل سمجھتا ہے۔ آپ جہیز دیں لیکن لڑکی کو داماد کے ہاں روانہ کرنے کے بعد آرام سے، کسی کو پتہ نہ چلے ایک دکان اس کے نام الاٹ کر دیں۔ خدا کے لیے یہ مصیبتیں معاشرے میں پیدا نہ کریں۔ یعنی میرا کہنا ہے کہ آپ ایسے کام نہ کریں کہ جس کی وجہ سے غریب اور فقیر کی بیٹی پوری عمر گھر میں رہ جائے۔ وہ بھی شوہر کا گھر دیکھ سکے۔ اگر اس کی بیٹی کی شادی نہ ہو تو یہ ایک خلاف شرع کام ہے۔ اور یہ جہیز جو آپ اتنی مقدار میں دیتے ہیں آپ خیال کرتے ہیں اچھا ہے، جبکہ یہ اچھا اور مبارک نہیں ہے اور خصوصاً اس وقت کہ جب دلہن بخیل ہو کہ کوئی بھی اس کے مال و اسباب میں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ استعمال وہی شوہر کے گھر کے پرانے برتن ہی ہوں گے اگر کوئی ہاتھ لگانے کی کوشش کرے تو ادھر سے آواز بلند ہوتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ جہیز سو سال رہے کہ آثار قدیمہ میں شمار ہو جائے۔

چھٹی مصیبت مکان ہے۔ آج کل ہماری حالت یہ ہے کہ شہر تو شہر دیہاتوں تک یہ مرض پھیل چکا ہے کہ لوگ، بہن بھائی، باپ بیٹا آپس میں مل جل کر بیٹھنے کو تیار نہیں ہیں، بہو ساس کے ساتھ اور ساس بہو کے ساتھ زندگی گزارنے کو تیار نہیں ہے۔ مکان علیحدہ ہونا چاہیے اگرچہ وہ کرائے کا ہی کیوں

نہ ہو۔ اور یہ مشکلات میں سے ایک بڑی مشکل ہے۔ جو نوجوانوں کو شادی نہ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس کی آمدنی اتنی نہیں جتنے اس کے اخراجات ہیں۔ بلکہ آج کل جب خواستگاری کے لیے جائے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ مکان ہے یا نہیں۔

یہ سوال نہیں ہوتا ہے کہ لڑکا دیندار ہے یا نہیں؟ اگر دیندار نہ ہو' اخلاق نہ رکھتا ہو تو کل یہی مکان اس دلہن کے لیے جیل بن سکتا ہے۔ گھر کا مسئلہ بڑا مسئلہ ہے' پہلے زمانے میں اس طرح نہیں ہوا کرتا تھا ایک گھرانے میں چار بہوئیں تک ساتھ رہتی تھیں اور وہ گھرانہ خوشحال بھی رہتا تھا۔ آج کل مکان کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ آرام طلب ہو گئے ہیں۔ عصر حاضر کی مشکلات میں سے ایک مشکل یہی ہے۔

اصفہان کے بزرگ علماء میں سے ایک عالم نے مجھے بتایا کہ "ایک دن میرے پاس ایک لڑکا آیا اور کہنے لگا کہ میرے ماں باپ میری شادی نہیں کرتے ہیں وہ آپ کے زیادہ معتقد ہیں مہربانی کر کے آپ ان کو نصیحت کریں تاکہ وہ میری شادی کریں"۔ آقا کہتا ہے ایک دن صبح سویرے میں ان کے گھر پہنچا بہت احترام کرتے تھے' وہ تعجب میں پڑ گئے کہ آج آقا ہمارے گھر میں کیوں اور کیسے آئے ہیں؟ بہرحال میں نے اس خاتون کے لیے ایک مجلس پڑھی ایک گھنٹے کی تقریر کے بعد ماں نے جواب دیا حاجی آقا! جب تک میں زندہ ہوں بہو اس گھر میں نہیں آسکتی ہے۔ پھر میں لڑکے کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ پس تم دعا کرو کہ خاتون مر جائے۔ حالت یہاں تک پہنچی ہے۔ خاتون تیار نہیں ہے کہ اس کے گھر میں بہو آئے۔ اسی طرح آنے والی بہو بھی تیار نہیں کہ وہ ساس کے ساتھ زندگی گزارے۔ اس طرح ایک مشکل مسئلہ لڑکی اور لڑکے کا سبق

پڑھنا ہے۔ خصوصاً لڑکے کا پڑھنا۔ فردوسی نے ایک کہانی بنائی ہے اس میں کہتا ہے کہ رستم سات طبقوں کو یا ان سات مشکلوں کو دور کرے پھر جا کے شادی کرسکتا ہے پھر کہیں اس کے گھر دلہن آسکتی ہے کیا یہ مشکل ختم ہوسکتی ہے؟ کیا یہ مسائل ختم ہوسکتے ہیں؟ امکان ہے یا نہیں! ایک مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ' دوسرے کے بعد تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔

ابتدائی لڑائی شوہر بیوی میں شروع ہوجاتی ہے کس قسم کی لڑائی' پر تعیش زندگی ایک قسم کا جھگڑا ہے۔ جب ہم بیوی اور شوہر کی لڑائی کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ ایک جوڑا کپڑوں میں گزارہ کرنے کو تیار نہیں بلکہ ہر گھنٹے بعد دوسرے لباس کا تقاضا کرتی ہے یعنی ایک محفل میں ایک جوڑے پر گزارہ کرنے کو بالکل تیار نہیں۔ دوسری محفل کے لیے دوسرے کپڑے لازمی ہیں۔ اسی طرح اگر دن میں کئی محفلوں میں جانا ہو تو کئی جوڑوں کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ کئی جوڑے نہیں ہیں پس لڑائی شروع ہوتی ہے۔ شوہر کہتا ہے اتنے کپڑے اگر تیرا باپ تیرے ساتھ دے دیتا تو اچھا تھا بیوی' نہیں میرے والد نے مجھے تیرے حوالے کردیا ہے کپڑے تمہیں بنانے پڑیں گے۔ ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا ہے اور شوہر سے کپڑے طلب کررہی ہے اسی ابتدائی مہینے میں شوہر سے سونا طلب کررہی ہے۔ اب اسی ابتدائی مہینے میں بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ بیوی کہتی ہے کہ میں وثیقہ فروخت کرکے کپڑے خریدوں گی۔ میرا وثیقہ میرے حوالے کردو میں سونا خریدنا چاہتی ہوں۔ وہ تو میرا حق ہے جہاں چاہوں میں خرچ کرسکتی ہوں' اگر میں اپنے لیے زینت کی اشیاء خریدوں تو اس میں تمہیں اعتراض کرنے کا کیا حق بنتا ہے۔ اگر اس وثیقہ پر اکتفاء ہو پھر بھی ٹھیک' یہاں

پر طلب ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ طلب کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بقول ایک صاحب کے جوان اگر شادی نہ کرے تو اس طرح ہے گویا وہ ٹوپی نہ پہنے ہوئے ہو جب شادی کرتا ہے تو گویا ایک اچھی ٹوپی اس کے سر پر رکھی جاتی ہے۔ مگر ہماری روزمرہ کی زندگی اس حد تک آپہنچی ہے کہ اگر کوئی شادی کرے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے سر پر ایک عجیب مصیبت آئی ہوئی ہے۔ اب کہنے لگتا ہے کہ اے کاش میں شادی نہ کرتا۔ جو کچھ عرض کیا وہ اجتماعی مصیبتیں ہیں اور معاشرے کے لیے سرطان کی حیثیت رکھتی ہیں۔

لیکن ان کا علاج آسان ہے قرآن مجید کی ایک دو آیتیں ہیں اگر معاشرہ ان پر عمل پیرا ہوجائے تو پھر اس سرطان سے نجات حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ ان مصیبتوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ **وعباد الرحمان الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما○ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا لم یقتروا وکان بین ذالک قواما** (سورہ فرقان آیت ۶۳-۶۷)

"اور (خدائے) رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جہالت) کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (تم سلامت رہو) اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ اس کے درمیان اوسط درجہ کا رہتا ہے۔ یعنی مومن وہ ہے کہ جب وہ خرچ کرتا ہے تو اسراف نہیں کرتا ہے پر تعیش زندگی نہیں گزارتا۔" **وکان بین ذالک قواما** اگر انسان فضول خرچی سے کنارہ کشی اختیار کرے' اگر انسان پر تعیش زندگی سے بچے' تو پھر انسان ان مصیبتوں سے بچ سکتا ہے' ان مصیبتوں سے نکل سکتا ہے۔ یہاں

تک کہ ایک جوان اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے ازدواج بھی کرسکتا ہے۔ عام طور پر ایک پڑھنے والا جوان شادی نہیں کرسکتا ہے وہ اس لیے کہ معاشرے میں مصیبتیں زیادہ ہیں۔ معاشرے کو اسراف اور دوسرے قسم کے امراض نے گھیر رکھا ہے۔ اگر اسراف نہ ہو' فضول خرچی نہ ہو' میانہ رو زندگی گزارے تو وہ یونیورسٹی بھی جاسکتا ہے اور شادی بھی کرسکتا ہے۔

زندگی میں بخل

انسان کو اپنے اخراجات میں بخیل نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام بخیل انسان کی مذمت کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیر لھم بل ھو شرلھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامتہ وللہ میراث السموات ولارض واللہ بما تعملون خبیر (سورہ آل عمران آیت ۱۸۰)

"جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل کرم سے کچھ دیا ہے اس میں بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہوگا بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے کیونکہ جس مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب ہی قیامت کے دن طوق بنا کے ان کی گردن میں ڈالا جائے گا اور سارے آسمانوں اور زمین کی میراث خدا ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔"

قرآن پاک یہاں ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے مال دولت کو اپنے بال بچوں پر خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو سہولتیں فراہم نہیں کرتے ہیں وہ لوگ اچھا کام نہیں کررہے ہیں بلکہ برا کام کررہے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ بخیل کا مال جسے وہ بچا کے رکھتا ہے قیامت کے دن طوق کی شکل میں اس کی

گردن میں ڈال دیا جائے گا اور وہ شخص اس طوق کے ساتھ حشر کے میدان میں حالت رسوائی میں کھڑا ہوگا۔ پس اس لیے قرآن کہتا ہے کہ بخل ایک بری چیز ہے اگر کوئی شخص اپنے بال بچوں کو سہولتیں فراہم نہ کرے' اگر کوئی شخص ہمیشہ اپنی زبان پر "نہیں ہے" کا ورد کرتا رہے۔ بیوی سوال کرے تو کہے نہیں ہے؟ بیٹا مانگے تو کہے نہیں ہے۔ بیٹی مانگے تو کہے نہیں ہے۔ جب آہستہ آہستہ "نہیں ہے" کی عادت بڑھ جائے گی تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس سے پوچھا جائے کہ ایمان رکھتے ہو تو وہ نہیں میں جواب دے گا۔ قرآن کہتا ہے بخل نہ کرو۔ اگر بخل کے بارے میں اس آیت کے علاوہ کوئی روایت نہ ہوتی تو بھی کافی تھا کہ ہم بخیل نہ ہوتے معاشرے میں انسان کو چاہیے کہ وہ بخیل نہ بنے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے بال بچوں کے علاوہ دوسرے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرے۔ کیا ہم اس بات پر آمادہ ہیں کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ہمارے گھر' سازوسامان' پیسے اور دوسری چیزیں طوق کی شکل میں ہماری گردن میں لٹکائے اور ہم حالت رسوائی میں محشر کے میدان میں کھڑے ہوں۔ برادران عزیز بخل ایک غلط فعل ہے۔ لیکن دوسری طرف عیاشی اور پر تعیش زندگی بھی غلط ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں فضول خرچی ہو' عیاشی ہو' آرام طلبی ہو تو وہ معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ معاشرہ برائیوں کی طرف بڑھتا ہے۔

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدميرا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۶)

مثلاً سیلاب آجائے یا زلزلہ آجائے تو انسان ایک دم ختم ہو جاتا ہے لیکن

جو مصیبت اور آفت ابھی معاشرے میں رائج ہے' فضول خرچی یہ اس سیلاب اور زلزلے سے بہت زیادہ خطرناک ہے تم خود بتاؤ سیلاب اور زلزلے خطرناک ہیں یا پر تعیش زندگی؟ یعنی فضول خرچی۔ قرآن کہتا ہے کہ فضول خرچی گویا ایک برے انجام کی نشاندہی کرتی ہے۔

واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال○ فی سموم وحمیم○ وظل من یحموم○ لا بارد ولا کریم○ انهم کانو قبل ذالک مترفین○ و کانو یصرون علی الحنث العظیم (سورہ واقعہ آیت ۴۶-۴۱)

"اور بہت سے پچھلے لوگوں میں سے اور بائیں ہاتھ (میں نامہ اعمال لینے) وائے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (مصیبت میں) ہیں (دوزخ کے) شعلوں اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوش آئند یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) خوب عیش اڑا چکے تھے۔" یعنی بائیں ہاتھ کے اصحاب کتنے بدبخت ہیں یہ لوگ جہنم میں دردناک عذابوں میں مبتلا ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں عیاشی کرتے تھے۔ ان کی پر تعیش زندگی اور عیاشی سبب بنی کہ دنیا میں گناہ کے بعد گناہ میں مبتلا رہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ پیغمبروں نے ان لوگوں کو ان کے راستے پر چلنے سے منع کیا ہے' کن لوگوں کے؟ وہ لوگ جو عیاشی میں مبتلا تھے یہ آیت شریفہ کہتی ہے۔

و ما ارسلنا فی قریتہ من نذیر الا قال مترفوها انا بما ارسلتم به کافرون (سورہ سبا آیت ۳۴)

"اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے عیش پرست لوگ یہ ضرور بول اٹھے کہ جو احکام دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم ان کو

نہیں مانتے۔" اگر اسراف اور عیاشی کے لیے اس آیت کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو تو بھی یہی آیت اسراف سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ ہماری زندگی میں عیاشی اور فضول خرچی نہیں ہونی چاہیے۔

کتاب معراج السعادۃ میں ہے "ایک بخیل شخص اتنا بخیل تھا کہ کچھ گھی بوتل میں ڈال دیا کرتا تھا اور جب دسترخوان بچھتا تو وہ بخیل اپنے بچوں سے کہتا تھا کہ بچو روٹی کو اس بوتل سے چھو کر گھی کے ساتھ روٹی کھالو۔ ایک دن اتفاق سے اس کو سفر پر جانا ہوا بوتل صندوق میں رکھ کر تالا لگا کر چلا گیا بچوں نے دیکھا کہ ابھی باپ نہیں آیا تو وہ سب مل کر روٹی لے کر صندوق کے قریب گئے کہ روٹی کو قفل سے لگا کر کھانا چاہتے تھے اچانک ان کا باپ پہنچ گیا ایک لکڑی اٹھا کر ان کے سروں پر ماری اور کہنے لگا ایک دن بغیر گھی کے روٹی نہیں کھا سکتے ہو۔" اگر بخل کی زندگی ہو تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ بخیل انسان ایک پست قسم کا انسان ہوتا ہے۔ نیند اس کے لیے حرام ہوتی ہے' آرام اس کے لیے حرام ہوجاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر راحت کی زندگی کونسی ہے' راحت کی زندگی وہ ہے کہ انسان جو کھانا چاہتا ہو وہ اس کے پاس ہو۔ رہنے کے لیے مکان ہو' پہننے کے لیے لباس ہو' یہی راحت کی زندگی ہے۔ روایت میں ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اصحاب کے ساتھ سفر پر چلے گئے ایک چرواہے کے پاس پہنچے اور اس سے دودھ مانگا اس نے انکار کیا حضرتؐ نے فرمایا خدا تجھے اتنا دے کہ تو حساب نہ کرسکے۔ دوسرے چرواہے کے پاس گئے دودھ مانگنے پر بہت احترام کے ساتھ جتنا دودھ اس کے پاس تھا پیش کردیا۔ تو حضرت رسول خداؐ نے کہا کہ خداوند عالم تجھے اتنا دے کہ تو کسی کا محتاج نہ رہے۔ اصحاب نے کہا یا رسول اللہؐ اس سے تو بہتر پہلی دعا تھی۔ رسول خداؐ

نے فرمایا نہیں اس میں سوائے مصیبت اور دردسری کے کچھ نہیں وہ چیز کہ جس سے انسان دنیا میں خوشحال رہے' بہتر ہے۔ یہ وہ زندگی ہے کہ جس میں مرد اور بیوی اعصابی بیماری نہیں رکھتے' اس میں بے سکونی نہیں۔ بقول امیرالمومنین" زندگی آسودہ ہو' پر تعیش نہ ہو' اگر زندگی پر تعیش ہو جائے تو پھر مردوں کی گردن شکست اور بندگی کی طرف لے جاتی ہے۔

خلاصہ بحث

ہماری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہمیں انقلاب پیدا کرنا چاہیے' تبدیلی لانا چاہیے۔ ہمیں اپنے اخلاق پر نظرثانی کرنی چاہیے۔ پہلا قدم شادیوں سے ہونا چاہیے کہ ہم آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ان مصیبتوں اور لعنتوں سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں۔ ہماری زندگی ایک تعمیری زندگی ہونی چاہیے' نہ کہ عیاشی کی زندگی۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلمان کس وقت خوشحال زندگی گزار سکتا ہے۔ اس وقت کہ جب وہ گھر رکھتا ہے اور ایک گھر دوسروں کے لیے بھی خریدے' ایک متوسط زندگی رکھتا ہے اور دوسروں کے لیے متوسط زندگی فراہم کرے۔ برادران عزیز! جس طرح ہم مادی چیزوں کے محتاج ہیں اسی طرح روحانی چیزوں کے بھی نیازمند ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جسمانی اعتبار سے اپنی ضروریات کو پورا کریں اور ایک خوشحال زندگی گزاریں۔ لیکن اس سے زیادہ اہم ضرورت روحانی ہے البتہ روحانی ضرورت کھانا' پینا' اچھا گھر' اچھی بیوی' اچھا شوہر نہیں ہے۔ ہماری روحانی ضرورت یہ ہے کہ ہم ایک مظلوم کی فریاد کو پہنچیں' ہم ایک فقیر کی فریاد کو پہنچیں اور ہم کم از کم ایک سال میں ایک لڑکی اور ایک لڑکے کی شادی کر سکیں۔ جیسے کہ مولا امیرالمومنین" اور جناب فاطمہ زہراء علیہا السلام کی چادر پھٹی تھی اس کے باوجود بہت سی چادریں دوسروں

کو دیا کرتے تھے۔ مولا امیر المومنین علیہ السلام پھٹا لباس پہنتے تھے لیکن باوجود اس کے دوسروں کو لباس دیتے تھے' فدک کی جاگیر جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی ملکیت تھی لیکن پیراہن اونی دھاگے کا بنا ہوا تھا۔

مشہور ہے کہ ایک تاجر اپنی بیوی کے ساتھ مرحوم آیت اللہ صدر کے پاس آیا تھا۔ یہ تاجر آقا کی بیٹھک میں چلا گیا اور ان کی بیوی زنانخانے چلی گئی۔ عورت گئی اور دروازہ کھٹکھٹایا' مرحوم صدر کی بیوی آئیں اور دروازہ کھولا اس عورت نے دیکھا کپڑے معمولی قسم کے ہیں خیال کیا کہ شاید نوکرانی ہوگی پوچھا بیگم صاحبہ کہاں ہیں۔ بیگم صاحبہ سے کام ہے۔ آیت اللہ صدر کی بیوی یہ کہنے سے شرما گئیں کہ میں خود بیگم ہوں۔ کہا نہیں ہیں تاجر کی بیوی چلی گئی۔ اتنے میں مرحوم آیت اللہ صدر گھر میں آئے دیکھا کہ بیوی بہت ناراض ہیں' پوچھا آپ کیوں ناراض ہیں۔ کہا کہ فلاں تاجر کی بیوی آئی اور خیال کیا کہ میں نوکرانی ہوں' مجھ سے پوچھا کہ بیگم کہاں ہیں میں نے جواب دیا بیگم نہیں ہیں۔ آیت اللہ صدر کا یہ جملہ کتنا عالی جملہ ہے ایک مرجع تقلید ہیں آیت اللہ صدر نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ تم بیگم نہیں ہو۔ حقیقی خاتون تو وہ ہے جس کی چادر کے دو ٹکڑے ہوتے تھے' لیکن باغ فدک فقراء غربا اور ضعیفوں کے لیے وقف تھا۔ کیا خوب کہا ہے۔ مرد وہ نہیں جو عیاشی کرے بلکہ مرد وہ ہے جو کسی محتاج کی مدد کرے' کسی شخص کا قرض ادا کرے۔ بیگم وہ نہیں کہ جو اس محفل میں ایک لباس پہنے اور دوسری محفل میں دوسرا اور تیسری محفل میں تیسرا لباس پہنے۔ بیگم وہ نہیں کہ جو قیمتی چادر سر پر رکھے بلکہ یہ تو اس کی شخصیت پر ضرب لگاتی ہے۔ پس پھر بیگم کون ہے؟ وہ ہے جو چار پانچ چادریں رکھتی ہو۔ ان میں سے ایک خود اپنے سر پر رکھتی ہو اور باقی چار چادروں کو ان

لڑکیوں اور عورتوں میں تقسیم کرے جو بغیر چادر کے گھر میں رہ رہی ہیں' چادر خریدنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہوں۔ چادر نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیاہی نہ جاسکی ہوں۔

آیئے خدا کی رضا کے لیے' آپ کی اولاد کی خاطر۔ بہتر عاقبت کے لیے' اسلام کے لیے' امام زمانہؑ کی رضا کے لیے' تھوڑا سا ان باتوں پر غور و فکر کریں لیکن یہ نہ کہیں کہ بحث کی سطح بہت اونچی ہے یا نیچی ہے لیکن کیا کروں؟

گوش اگر گوش تو وناله اگر ناله من

آنچه البته به جائی نه رسد فریاد است

خدایا بحق باب الحوائج حضرت عباس علیہ السلام' اس شخص کے واسطے جس نے قربانی دی' ہر قسم کا ایثار دیا' خدایا اس شخص کے واسطے کہ جس نے پانی نہیں پیا ابی عبدالحسینؑ کے بچوں کو یاد کرکے' خدایا ہم سب کو جان نثاری وفداکاری اور ایثار عنایت فرما۔

چھٹی مجلس

گھر کا تقدس

ہماری بحث گھریلو اخلاق کے بارے میں چل رہی تھی۔ گفتگو کی تیسری فصل گھر کے تقدس کے بارے میں ہے۔

قرآن پاک اور اہل بیت علیہم السلام کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر جس میں محبت والفت ہو' وہ گھر جس کے رہنے والے ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہوں' وہ گھر جس کے رہنے والے نماز گزار اور روزہ دار ہوں' اور خدا کو یاد کرتے ہوں' وہ گھر جس کے رہنے والے دعا کے ذریعے خدا کے ساتھ راز و نیاز رکھتے ہوں' پس اس قسم کا گھر خدا کے نزدیک بہت عظمت والا گھر ہے اور خداوند عالم نے چاہا ہے کہ ایسے گھر باعظمت ہوں' بابرکت ہوں' اہل آسمان کے لیے اس طرح سے چمکیں' جس طرح ہمیں ستارے چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن و روایات معصومین علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر جس میں عداوت ہو' ناسازگاری ہو' وہ گھر کہ جس میں نماز روزہ نام کی کوئی چیز نہ ہو' وہ گھر کہ جس میں گناہ ہو' وہ مثل کھنڈر ہیں' تاریک ہیں۔ یہ گھر مبارک نہیں ہیں۔ ایسے گھروں میں شیاطین کی آمدورفت ہوتی

رہتی ہے اور فرشتے ایسے گھروں سے نفرت کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ (سورہ نور آیت ۳۶)

"وہ قندیل ان گھروں میں روشن ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے"۔ یعنی خداوند عالم کہہ رہا ہے کہ کچھ گھر ایسے ہیں کہ جن کے لیے خدا نے چاہا کہ وہ باعظمت ہوں مثلاً یہ کہ ایک شخص اپنے گھر کو معنوی اعتبار سے اوپر لے جاتا ہے وہ کون سے گھر ہیں؟ یہ وہ گھر ہیں کہ جہاں پر خدا کا نام لیا جاتا ہے' تسبیح کی جاتی ہے۔ یہ وہ گھر ہیں کہ جس کے رہنے والے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ وہ گھر کہ جو خدا کے نزدیک عظمت رکھتے ہیں۔ یہ وہ گھر ہیں جن میں نماز پڑھی جاتی ہیں۔ جن میں زکوۃ دی جاتی ہے۔ اس گھر کے رہنے والے خدا سے ڈرتے ہیں یعنی گناہ نہیں کرتے ہیں۔

یہ آیت مجیدہ ایک ظاہر رکھتی ہے جس کے میں نے معنی بیان کردیئے۔ یعنی خدا کہتا ہے کہ ایک گھر ایسا ہے جو مسجد اور مدرسہ کی طرح مقدس ہے۔ کیوں مقدس ہیں' چونکہ مقدس افراد اس میں رہتے ہیں' اس لیے کہ اس گھر میں خدا کو یاد کیا جاتا ہے' نماز روزہ اس گھر میں ہے' وہاں پر گناہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے' اختلاف نہیں ہے۔

ایک معنی باطنی بھی ہیں کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اس سے تاویل کیا ہے کہ کچھ لوگ ہیں' جو عظمت رکھتے ہیں اور امام صادق علیہ السلام لفظ بیوت کے معنی مٹی اور لکڑی کے بنائے ہوئے گھر سے نہیں لیتے بلکہ بیوت کے

معنی آپ نے اجسام مقدس کے لیے ہیں' افراد کامل جیسے پیغمبر اکرمؐ وائمہ طاہرینؑ۔

ایک مرتبہ قتادہ امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا امامؑ کی جلالت سے مبہوت ہوا اور امام علیہ السلام سے عرض کیا میں بہت سارے علماء کے پاس بیٹھ چکا ہوں اور ان کے ساتھ گفتگو کی ہے لیکن کسی وقت بھی مجھے اس قسم کی حالت طاری نہیں ہوئی۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ کس قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے ہو۔

"انت بین یدی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ"

دوسرے معنی تاویلی ہیں۔ یعنی ظاہر ہے ہم سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام تو مفسر قرآن ہیں ان کو تفسیر اور معنی کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن قرآن ایک ظاہر رکھتا ہے جو سب کے لیے حجت ہے لیکن ایک باطن بھی رکھتا ہے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق قرآن کے باطن سے استفادہ کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت مجیدہ کہتی ہے کہ وہ گھر جس میں اختلاف نہیں ہوتے' افراد ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں' عورت گھر میں کام کرتی ہے اس لیے کہ اس کا شوہر مسلمان ہے' اس کو راحت ملے اسی طرح مرد محنت اور خدمت کرتا ہے اپنی بچوں کی' اس لیے کہ اس کے بچے مسلمان ہیں۔ وہ راحت سے رہ سکیں' آرام کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ یہی گھر ہیں جو ملائکہ کے پاس بہت عظمت رکھتے ہیں۔ یہ وہ گھر ہیں جو خداوند

عالم کی خوشنودی کا مورد قرار پاتے ہیں اور ایک قسم کی عظمت رکھتے ہیں۔ ایسے گھر اسلام میں مقدس ہیں۔ عالم ملکوت میں وہ مقدس ہیں۔ لیکن وہ گھر جن میں اختلاف ہے' بیوی شوہر کے ساتھ ناسازگار ہے' ایک دوسرے کی طرف مرد اور عورت محبت اور الفت کی نظر سے نہیں دیکھتے تو آیت مجیدہ کے مطابق وہ گھر کوئی عظمت نہیں رکھتے' روایات اہل بیتؑ کے مطابق برکت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ گھر روایات کے مطابق شیاطین کے گھر ہیں۔ شیاطین ان گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ گھر جن کے رہنے والے بے نمازی ہیں' خدا کے ساتھ راز ونیاز اور دعا نہیں کرتے' خدا ترس نہیں' قیامت سے نہیں ڈرتے' گناہ ان گھروں میں ہوتا رہتا ہے' قرآن اور روایات کی نظر میں وہ گھر تاریک ہیں۔ پس ان گھروں میں پریشانی ہی پریشانی ہے۔ ایسے گھروں میں ملائکہ خدا کی آمدورفت کی بجائے شیاطین آمدورفت رکھتے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ان البیت الذی یقرء فیہ القران ویذکراللہ عزوجل فیہ تکثر برکتہ وتحضرہ الملائکہ تھجرہ الشیاطین ویضیء لاھل السماء کما تضیء الکواکب لاھل الارض وان البیت الذی لایقرء فیہ القران ولا یذکر اللہ عزوجل تقل برکتہ وتھجرہ الملائکہ وتحضرہ الشیاطین"

مولا امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں وہ گھر جس میں قرآن پڑھا جائے' خدا کو یاد کیا جائے وہ گھر جس میں گناہ نہ ہو' گناہ کی بجائے خدا کی یاد ہو' مولاؑ فرماتے ہیں پس یہ گھر مبارک گھر ہے' ایک صالح انسان آئندہ کے لیے اپنے آپ کو تربیت دیتا ہے۔ وہ مال جو اس گھر میں موجود ہے برکت رکھتا ہے۔ خلاصہ اس قسم کے

گھر مبارک ہیں۔ اس لیے کہ اس گھر میں ملائیکہ کی آمد و رفت ہوتی ہے‘ شیاطین اس گھر کے قریب نہیں آتے ہیں۔ شیاطین اگر چاہیں تو بھی اس گھر میں آمدورفت نہیں رکھ سکتے۔ اس کے بعد مولا امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں وہ گھر جن میں گناہ ہوتا ہے۔ وہ گھر جن میں شیاطین کی آمدورفت ہے‘ ملائیکہ ایسے گھروں سے نفرت کرتے ہیں‘ اور ایسے گھر برکت سے خالی ہوتے ہیں‘ اور جو بچے اس گھر کے ماحول میں پلتے ہیں‘ وہ مبارک نہیں ہوسکتے۔ علوم و تربیت کے اعتبار سے اس بچے کی سعادت بہت مشکل کام ہے۔ اور یہ معلوم ہو کہ جس گھر میں محبت اور الفت نہیں اس گھر میں سوائے پریشانی اور اضطراب کے کچھ نہیں۔ لیکن بدبختی بچوں کے لیے ہے یہ گھر بچوں کے لیے بھی زندان ہے‘ بے برکت ہے۔

وہ گھر جس میں گناہ ہوں‘ جس میں اختلاف ہو‘ وہ گھر صلاحیتوں کا قاتل ہے‘ بچے کی استعداد کا قاتل ہے‘ بچے کی زندگی کو افسردہ بنادیتا ہے‘ خود میاں بیوی کو بے استعداد بنادیتا ہے‘ ان کی زندگی افسردہ بنادیتا ہے۔ یہ روایات کہتی ہیں کہ اگر آپ اپنے گھر کو مقدس بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ گھر میں نماز‘ روزہ‘ خدا کی یاد‘ دعا اور قرآن کا دوام ہونا چاہیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا گھر مبارک ہو‘ اولاد آپ کے لیے مبارک ہو‘ آپ کی زندگی مبارک ہو‘ آپ کی عمر آپ کے لیے مبارک ہو‘ مال آپ کے لیے مبارک ہو پس چاہیے کہ آپ کا گھر گناہ کا گھر نہ ہو۔ یہ روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اگر ہمارا گھر گناہ کا گھر ہو تو پھر اس کے بابرکت ہونے کی امید رکھنا بیکار ہے‘ تمہاری عمر اس گھر میں صرف ہوگی اس گھر میں پیدا ہونے والے بچے تمہارے لیے مبارک نہیں ہوں گے۔ ان روایات میں

ایک جملہ جسے سب کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے ارشاد ہوا۔

ویضی لاھل اسماء کما تضی الکواکب لاھل الارض

آپ آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح چمکتے نظر آتے ہیں۔ پس وہ گھر جس میں یاد خدا ہو' وہ گھر جس میں گناہ نہ ہو' وہ گھر جس میں نماز و روزہ' دعا و قرآن ہو یہ گھر چمکتا ہے ملائیکہ کے لیے آسمان میں' ملائیکہ ان گھروں کو دیکھتے ہیں۔ ان گھروں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ ایک مشہور روایت ہے۔

لا دخل الملائکہ فی بیت فیہ الکلب

"وہ گھر جس میں کتا ہے پس وہاں ملائیکہ نہیں ہیں" ملائیکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں اس روایت کے تین معنی ہیں۔ ایک معنی ظاہری ہیں وہ یہ کہ کتوں کی تربیت کرنا جیسا کہ مغرب والے کرتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن یزید کے ساتھ محشور ہوں گے چونکہ یزید کتے اور بندروں کے ساتھ کھیلتا تھا یہ ایک معنی ہوئے۔ دوسرے معنی اہل دل سے متعلق ہیں بیت سے مراد انسان کا دل ہے یعنی وہ دل کہ جس میں صفات رذیلہ ہوں نور خدا اس دل میں نہیں چمکتا یعنی خدا کا نور داخل نہیں ہوسکتا ہے۔ ملائیکہ کے الہام اس دل میں نہیں ہوسکتے ہیں ملائیکہ انسان کو الہام کرتے ہیں۔ وہ انسان جو اپنے دل پاک کرلیتے ہیں۔ ملائیکہ ان انسانوں کے دل میں داخل ہوتے ہیں لیکن اس دل میں جس میں کتا نہ ہو یعنی صفات رذیلہ نہ ہوں۔ حسد' تکبر' خود پرستی یہ روایت کے بہترین معنی ہیں۔ تیسرے معنی روایت کے جو لیے گئے ہیں وہ ہماری بحث کے ساتھ مربوط ہیں وہ یہ کہ وہ گھر کہ جس میں اختلاف پایا جاتا ہو' عورت کو دیکھ کر

غصے میں مردو درندہ بن جائے تو ایسے گھر ملائیکہ کی آمدو رفت کی جگہ نہیں بن سکتے ہیں۔ یعنی وہ شخص جو روحانی اعتبار سے درندہ صف انسان ہو تو ملائیکہ وہاں نہیں آسکتے ہیں۔ یہ ملائیکہ کے آنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ احتمالاً "یہ معنی درست ہیں۔ روایت کی مراد یا تو معنی دوئم ہے یا معنی سوم۔ یہ قول

طلبہ الجمع لھا لکن الوی من ترک

"جمع کرنا ممکن ہے تو پھر بہتر ہے" خلاصہ یہ کہ روایت تین معانی رکھتی ہے پہلے معنی ہیں کہ وہ گھر جن میں کتوں کی تربیت کی جاتی ہے ملائیکہ وہاں پر آمدورفت نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ وہاں شیاطین کی آمدورفت ہوتی ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ وہ دل جو ناپاک ہیں وہاں ملائیکہ کی آمدورفت نہیں ہوتی ہے' تیسرے معنی یہ کہ وہ گھر جو اختلاف رکھتے ہیں جہاں گناہ ہوتا ہے۔ خدا کی یاد نہیں کی جاتی ہے وہاں پر ملائیکہ کی آمدورفت نہیں ہوتی بلکہ یہ گھر شیاطین کے خطرے کی گھنٹی ہے۔ جس کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے۔

اگر ملائیکہ ہمارے گھر میں آمدورفت نہ رکھیں اگر خداوند تبارک وتعالیٰ کا دست عنایت ہمارے سروں پر نہ ہو' ہمارے گھروں پر اس کی نظر رحمت نہ ہو' اگر خداوند عالم کی رحمت ہمارے گھر میں نہ ہو تو ہم پر افسوس ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ افسوس ان بچوں پر جو اس گھر میں پلتے ہیں اس قسم کے گھروں میں بڑے ہونے والے بچوں کا سالم رہنا ایک مشکل کام ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ گھر آرام کی جگہ ہے بیوی مرد کے لیے اور مرد بیوی کے لیے آرام ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ وہ گھر کہ جن میں گناہ ہوتا ہے' وہ گھر کہ جہاں رحمت خدا کا نزول نہ ہو' وہ گھر کہ جن میں شیاطین کی آمدورفت ہو۔ وہ محل آرام نہیں بلکہ وہ پریشانیوں اور مصیبتوں کا گھر ہوگا۔ قرآن مجید کہتا

ہے۔

افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم واللہ لایھدی القوم الظالمین (سورہ توبہ آیت ۱۰۹)

"کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد ڈالی ہو وہ زیادہ اچھا ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اس بودے کنارے کے لب پر رکھی ہو جس میں ڈراڑیں پڑ چکی ہوں اور گرا چاہتا ہو پھر وہ اسے لے کے جہنم کی آگ میں پھٹ پڑے اور خدا ظالم لوگوں کو منزل مقصود تک پہنچایا کرتا ہے"۔

یہ آیت تشبیہ معقول بہ محسوس ہے یعنی جس وقت قرآن ہمیں ایک معنی معقول سمجھانا چاہتا ہے تو اسے ایک اور محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک گھر کی بنیاد رکھے اگر اس گھر کے ستون یا دیوار مضبوط ہوں تو اس کے اوپر ڈالی جانے والی چھت قائم رہ سکے گی اور ہمیشہ کے لیے رہے گی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی سیلاب آنے کی جگہ پر گھر بنائے تو جب طوفان آئے گا یا سیلاب آئے گا تو اس کو بہا کے لے جائے گا۔

قرآن کہتا ہے اگر تمہاری زندگی، اگر تمہارا گھر تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔ یعنی بنیاد ہی تقویٰ ہو یعنی ایک گھر میں تقویٰ ہو، نماز، روزہ، قرآن، راز و نیاز با خدا ہو، رابطہ با خدا ہو۔ اگر تمہارے گھر میں گناہ نہ ہو تو بقول قرآن:

یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار (سورہ نور آیت ۳۷)

"اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن (خوف کے مارے) دل اور آنکھیں

الٹ جائیں گی"۔ جس گھر میں خوف خدا ہو تو وہ گھر محکم ہے۔ اس گھر سے نکلنے والی اولاد سالم نکلے گی۔ اس قسم کے گھر میں زندگی گزارنا مبارک ہے۔ اس لیے کہ جس گھر میں خوف خدا نہیں ہے قرآن مجید اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ گھر ایسا ہے جیسا کہ ایک گھر بنائیں ایسی جگہ جہاں پر سیلاب آتا ہے؟ پس جب بھی سیلاب آئے گا تو اس کو بہا کر جہنم میں داخل کرے گا۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین

خدا کی عنایت ان انسانوں پر نہیں ہے۔ یعنی رحمت خدا ان گھروں میں نہیں جن میں گناہ ہوتے ہیں۔ اس گھر میں برکت نہیں ہوتی' ملائکہ اس گھر میں آتے جاتے نہیں ہیں۔ بلکہ ان گھروں میں شیطان' بے برکتی' ظلمت و غم غصہ پریشانی ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ اگر برکت چاہتے ہیں' سعادت طلب کرتے ہیں تو لازماً آپ کے گھر گناہ سے پاک و پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ آپ کے گھروں میں نماز قائم ہونی چاہیے۔ اسلام میں اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ آپ نوافل گھر میں پڑھا کریں اور واجب نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ قرآن کہتا ہے کہ یہودی اور انصاری کی طرح نہ بنیں۔ جو عبادت کو صرف کلیسا سے مخصوص جانتے ہیں۔ آپ کے گھروں کو محل عبادت ہونا چاہیے۔ آپ کے گھروں میں قرآن' دعا' یاد خدا' الفت و محبت' ایک دوسرے کی مدد کرنے کی صفات موجود ہونا چاہئیں۔

گھروں میں خدمت

اسلام کی عبادتوں میں سے ایک بہترین عبادت یہ ہے کہ بیوی شوہر کی خدمت کرے یا شوہر بیوی کی خدمت کرے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ شہادت راہ خدا میں سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ہم روایات میں پڑھتے ہیں وہ

عورت جو اپنے شوہر کی خدمت گزار ہے' کھانا پکائے' برتن دھوئے' دستر خوان بچھائے' دستر خوان اٹھائے' خداوند عالم اس قسم کی عورت کے نامہ اعمال میں ایک شہید کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد گھر میں اپنی بیوی کی مدد کرے تاکہ اس کی بیوی کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ یہ گھر سے باہر محنت اور مشقت سے کام کرتا ہو تاکہ اس کے بال بچے آرام کے ساتھ زندگی گزار سکیں تو خداوند عالم اس مرد کے نامہ اعمال میں ایک شہید کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

الکاد علی عیالہ کالمجاہد فی سبیل اللہ (بخاری جلد ۱۰)

سب سے بڑی عبادت گھر میں خدمت کرنا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر میں برکت ہو' فضل و رحمت خدا آپ کے گھر میں ہو' ملائکہ کی آمدورفت آپ کے گھر میں ہو' اس سے بھی بڑھ کر اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک مبارک نسل اپنے گھر سے معاشرے کے حوالے کریں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی عمر میں برکت ہو' تو آپ کو لازماً اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ گھر میں آپ کا رابطہ خدا کے ساتھ محکم ہو اور وہ چیزیں جن کے ذریعے خدا کے ساتھ رابطہ محکم اور مضبوط ہوتا ہے ان میں سے ایک شوہر اور بیوی کے درمیان محبت والفت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ مرد جن کی بیویاں ان سے راضی ہیں۔ جب ایسا ہے تو خدا ان سے راضی ہے۔ بدقسمت ہے وہ مرد جس سے اس کی بیوی راضی نہ ہو۔ لیکن اس سے بھی بدتر ہے وہ عورت کہ جس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو۔ ایک مبارک نسل کا ایسے گھر سے نکلنا ناممکن ہے۔

مال حرام کا اثر

آپ سے عرض کروں گا کہ اگر کوئی مال حرام گھر میں آتا ہے' مال حرام

سے آپ کی خوارک بنتی ہے۔ رباء سے ' رشوت سے ' لوگوں کے مال سے ' تو پھر یقین جانیئے اس گھر میں ملائیکہ نہیں ہیں بلکہ یہ گھر تو آگ کی لپیٹ میں ہوتا ہے۔ آسمان کے ملائیکہ دیکھتے ہیں کہ اس گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے ملائیکہ دیکھتے ہیں کہ یہ عورت اور یہ بچے جو کہ بے گناہ ہیں لیکن جل رہے ہیں۔

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا (سورہ النساء آیت ۱۰)

"جو لوگ یتیموں کا مال ناحق چٹ کرتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب جنہم واصل ہوں گے"۔

یتیم یہاں پر از باب مصداق ہے۔ یعنی قرآن نے ایک بڑے مصداق کے اعتبار سے یتیم کا ذکر کیا ہے۔ لہذا آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ جو مال حرام کھاتے ہیں گویا انہوں نے آگ کھائی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اسی آیت کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ لوگ جو خمس نہیں دیتے ہیں اور جس مال میں خمس واجب ہے اسے کھاتے ہیں اور وہ لوگ جو زکوۃ نہیں دیتے ہیں اور جس مال کی زکوۃ نہیں دی ہے اسے کھاتے ہیں۔ یعنی وہ مال جو راہ حرام مثلاً رشوت ' رباء ' دھوکہ اور جوا سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس قسم کے مال کو کھاتے ہیں۔ گویا یہ لوگ آگ کھالیتے ہیں۔

انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا

اس قسم کے مال کے آگ ہونے کو کون دیکھتا ہے؟ وہ شخص جو آنکھ رکھتا ہے اگر کوئی انسان بصیرت رکھتا ہے وہ دیکھے گا اس گھر کو کہ جس میں خمس نہیں دیا جاتا ہے۔ زکوۃ نہیں دی جاتی ہے اب اگر اس گھر میں دستر خوان بچھ جائے

تو وہ چشم بصیرت رکھنے والا دیکھتا ہے کہ بیوی آگ کھاتی ہے' بچے آگ کھاتے ہیں۔ اس وقت اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید (سورہ ق آیت ۲۲)

"اب ہم نے تیرے سامنے سے پردے کو ہٹادیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے"۔ وہ گوشت اور پلاؤ جو دنیا کے دسترخوان میں تھا وہ قیامت کے دن آتش جہنم بن جاتا ہے۔ جہنم میں یہی دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ اور جو مال حرام کھایا ہے وہ وہاں پر کھالیتا ہے۔ افسوس اس عورت اور ان بچوں پر۔ ناممکن ہے اس گھر کے بچے سعادتمند ہیں۔ اب قیامت کے دن یہ عورت اور بچے اس مرد کے دشمن ہیں۔ قیامت کے دن اس کا گریبان پکڑ کر کہیں گے بے انصاف تو نے ہمیں آگ کیوں کھلائی۔ عورت پوچھے گی تو نے خمس کیوں نہیں دیا؟ مال حرام ہمیں کیوں کھلایا۔ تو ہمیں مال حلال سے روزی کھلاتا' بچے اس کا گلا پکڑیں گے تو نے ہمیں آگ کیوں کھلائی کہ جس کی وجہ سے ہم عبادت کے بجائے گناہ کی طرف مائل ہوگئے تونے مال حرام کھلا کر ہماری سعادت چھین لی۔

روایات میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بدبخت انسان وہ ہے کہ جو دنیا میں دن رات بال بچوں کے لیے زحمت اٹھائے لیکن قیامت کے دن یہی بیوی اور بچے اس کے دشمن بن جائیں گے اور اس پر لعنت کریں گے۔ کہیں گے خداوند تو اس سے پوچھ۔ خمس نہ دیا ہوا روپیہ جسے ہم نے کھالیا' اس نے مال حرام ہمیں دیا ہم نے کھالیا اور ہمیں سنگدل بنایا۔ پروردگار تو اس سے سوال کر۔

وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا (سورہ

فرقان آیت ۲۳)

"جو کچھ نیک کام کیے ہیں۔ ہم ان کی طرف توجہ کریں گے۔ تو ہم ان کو گویا اڑتی ہوئی خاک بنا (کر برباد کر) دیں گے"۔

اس آیت میں قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک گروہ ایسا ہے جو بہت اچھی عبادت کرتا ہے نماز پڑھتا ہے' روزہ رکھتا ہے' حج بجالایا ہے' زیارت کی ہے' کربلا گئے ہیں' مجلس امام حسین علیہ السلام جس کی فضیلت ان سب سے زیادہ ہے' میں شرکت کی ہے' غم حسینؑ میں آنسو بہائے ہیں۔ عزاداری حسینؑ برپا کی ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ یہ عبادت اتنی چمک دمک رکھتے ہیں کہ مشعل کی مانند لباس سفید میں یہ شخص محشر میں آئے گا لیکن چونکہ اس نے مال حرام کھایا ہے' دوسروں کا مال کھایا ہے' اس کے تمام اعمال اس سے لے کر دوسروں کے حوالے کریں گے۔ جب وہ خود خالی ہو جائے گا تو اس وقت سب اس شخص کا مذاق اڑائیں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کے اعمال کو بیوی اور اس کے بچوں نے کھایا ہے۔ یعنی حرام ذریعے سے لایا ہوا مال بیوی بچوں نے کھا کر دنیا میں آرام سے زندگی گزاری۔ اب اس سے سوال وجواب ہو رہا ہے۔ سوال اور جواب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو بیوی اور بچوں کے حوالے کرے اور خود خالی ہاتھ جہنم میں جائے۔ قرآن کہتا ہے۔

وقدمنا الی ماعملوا "ایک اچھے اعمال کو قیاوت کے دن لائیں گے" **فجعلناہ ھباء منثورا** "تمام اعمال اس سے لیے جائیں گے"۔ حق الناس مشکل ہے۔ ہوشیار رہو' اور جان لو کہ اگر تمہارے گھر میں حرام آجائے تو رحمت خدا چلی جاتی ہے' برکت چلی جاتی ہے' الفت ومحبت چلی جاتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ جن بچوں کے لیے تو تڑپتا تھا وہی قیامت کے دن تجھ پر لعنت کریں گے اور تجھے جہنمی بنادیں گے۔

ساتویں مجلس

گھر میں افہام و تفہیم

جیسا کہ گزشتہ مجلس میں عرض کیا گیا کہ اسلام نے اختلاف و انتشار کی سخت ممانعت کی ہے۔ اس کے برعکس الفت و محبت' اتحاد اور بھائی چارے کو بہت مقدس مانا ہے۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ اہل جہنم کی ایک واضح صفت یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک دوسرے سے ملیں گے تو ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ ایک کہے گا تونے مجھے جہنمی بنادیا دوسرا کہے گا تونے مجھے جہنمی بنادیا۔ ایک کہے گا خداوند تو اس سے سوال و جواب کر کہ اس نے مجھے جہنمی بنادیا۔ دوسرا بھی کہے گا میرے بارے میں اس سے سوال و جواب کر کہ اس نے مجھے جہنمی بنادیا۔ خدا کا خطاب قہر و غضب ان دونوں کو کہتا ہے تم دونوں کے لیے عذاب ہے اور دوگنا ہے۔ ایک تو یہ کہنا کہ دنیا میں اپنے برادر مومن کو برا بھلا کہا۔ دوسرا یہ کہ اپنے آپ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا۔

قرآن شریف فرماتا ہے :

کلما دخلت امته لعنت اختها حتی اذا ادراکوا فیها جمیعا قالت اخرهم لاولهم ربنا هولاء اضلونا فاتهم

عذاب ضعفا من النار قال لکل ضعف ولکن لا تعلمون

(سورہ اعراف آیت ۳۸)

"جب ان میں سے ہر گروہ داخل ہو گا تو اپنے ساتھی دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یہاں تک کہ جب سب کے سب اس میں پہنچ جائیں گے تو اس میں پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے واسطے بددعا کرے گی کہ پروردگار ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو ان پر جہنم کا دوگنا عذاب فرما (اس پر) خدا فرمائے گا کہ ہر ایک کے واسطے دوگنا عذاب ہے۔ (تم پر تف ہے) تم جانتے نہیں یعنی اہل جہنم کی نشانی یہ ہے کہ وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانے کے لیے تیار نہیں ہوں گے"۔

اعمال کا مجسم ہونا

اگر اس مقام پر تجسم اعمال کو بیان کریں تو اس کے معنی یوں ہوں گے کہ شوہر اور بیوی کہ جو گھر میں اختلاف رکھتے ہوں اور غلطی کو ماننے کو تیار نہ ہوں۔ شوہر کہے تو نے مجھے بدبخت بنادیا۔ اور بیوی کہے کہ تو نے مجھے بدبخت بنادیا۔ شوہر کہے کہ اولاد کا بدکردار ہونے میں تیرا قصور ہے۔ اگر کسی گھر میں بدگوئی و بدکلامی ہو نعوذ باللہ گالی گلوچ ہو' زبان درازی ہو' ایک دوسرے کے ساتھ بدکلامی ہو تو اس قسم کا گھر ظاہرا گھر ہے لیکن قانون تجسم اعمال کے مطابق یہ گھر جہنم ہے۔ یہ اس وقت معلوم ہو گا جب پردے ہٹ جائیں گے۔

میں خواتین و حضرات سے کہوں گا کہ دنیا اور آخرت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ ظاہر دنیا ہے اور اس کا باطن آخرت ہے۔ جو کچھ اس دنیا میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی واقعیت' اس کی حقیقت آخرت میں ظاہر اور روشن ہوجاتی

ہے اگر جہنم کی آگ ہے تو یہ خود ہمارے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہے۔

ولا ذالک بما قلعت ایدیکم (آل عمران آیت ۶-۱۸) اگر وہاں بہشت کی نعمات ہیں، حور ہیں تو وہ ہمارے اپنے اعمال ہیں۔

کلوا وشربوا ھینا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ (سورہ الحاقۃ آیت ۲۴)

"جو کارگزاریاں گزشتہ ایام میں کرکے آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔" قیامت کے دن بہشت میں خطاب ہوگا۔ "اے روزہ رکھنے والو! یہ وہ نعمات ہیں کہ جن کو تم نے ماہ مبارک رمضان میں بھیجا تھا۔ کھاؤ پیو اور عیش کرو یہ وہ چیزیں ہیں جو دنیا سے بھیجی گئی ہیں"۔ اگر تمہارے گھر میں اختلاف ہو تو ظاہراً ایک شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک بہن اور ایک بھائی ایک دوسرے کو گالی دے رہے ہیں، العیاذ باللہ ایک بیوی کا بدتمیزی کرنا شوہر کے سامنے، شوہر کا بیوی کو گالی دینا۔ ظاہراً تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو گالی دے رہے ہیں لیکن اس کا باطن جہنم ہے۔ ایک دن جب آنکھیں کھول کر دیکھتا ہے تو نظر آتا ہے کہ گھر جہنم بن چکا ہے۔ وہ گالی گلوچ اس جگہ واپس آتے ہیں۔ شوہر کا بیوی کو گالی دینا اور بیوی کا شوہر کو گالی دینا وہاں پر مجسم ہو جاتے ہیں۔

قرآن اس آیت میں کلما دخلت امۃ تجسم عمل کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ اگر تمہارے گھر میں اختلاف ہو جائے پس تم قیامت کے دن بھی اختلاف رکھتے ہو۔ اگر تمہارے گھر گالی گلوچ ہے، بغض ہے، مار پیٹ ہے، تو وہاں پر بھی مار پیٹ ہے۔ وہاں پر بھی ایک دوسرے کو گالی گلوچ دوگے اور ایک دوسرے کو مارو گے جو کچھ یہاں پر بوؤ گے وہاں پر پاؤ گے۔ اگر تمہارے گھر میں

بد کلامی ہے گھر کا ماحول ٹھنڈا ہے تجسم عمل اس کا یہ ہے کہ وہاں آتش جہنم ہے اس کا محیط و ماحول گرم ہے اگر یہاں پر جلنا جلانا ہے تو وہاں پر بھی آتش جہنم جلنا اور جلاتا ہے ان کے برعکس قرآن شریف بہشتیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔**علی سرر موضونۃ متکئین علیھا متقابلین** (سورہ واقعہ آیت ۱۵-۱۶)

"سونے اور یاقوت سے جڑے ہوئے سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیے لگائے (بیٹھے ہوں گے)" یعنی جنت میں ایک دوسرے کے سامنے خوشحالی اور مزے میں ہوں گے"۔

لا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما (سورہ واقعہ آیت ۲۵-۲۶)

"وہاں (بہشتی لوگ) نہ تو بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات (فحش) بس ان کا کلام سلام ہی سلام ہو گا۔" اہل بہشت بد کلامی نہیں کرتے ایک دوسرے کو آفرین آفرین کہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ شکرگزار ہیں کہ تم نے اپنے کو بھی اور مجھے بھی بہشتی بنادیا۔ دوسرا اس کو جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ تمہارا مشکور ہوں کہ خود بھی بہشتی بن گئے اور مجھے بھی بہشتی بنادیا۔ یہ اہل بہشت کی صفت ہے۔ قانون تجسم عمل ہم سے کہتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ گھر میں محبت الفت کی فضا برقرار رہے تو مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کا شکریہ ادا کرے کہ یہ کھانا جو تم نے پکایا ہے بہت لذیذ تھا آفرین ہو تم پر۔ بیوی مسکرا کر کہے کہ تم لائے ہی ایسا تھے کہ مجھے پکانے میں لطف آیا۔ اگر اس قسم کا ماحول گھر کے اندر موجود ہو' ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرتے ہوں' محبت و الفت موجود ہو' ہر ایک اپنی غلطی تسلیم کرنے کو تیار ہو' اگر کوئی

واقع پیش آجائے تو عذر خواہی کرتے ہوں تو اس کا تجسم عمل یہ ہے کہ بہشت میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور کھائیں گے اور خوشحال ہوں گے۔ وہاں پر ایک دوسرے کو آفرین کہیں گے۔

گھر میں افہام و تفہیم

عزیزان من! آپ ایسے کام کریں کہ جو آپ کے لیے نعمات بہشت بن جائیں، گھر کے اندر ایک دوسرے کو آفرین و شاباش کہیں۔ غلطی کو مان لیں، خصوصاً مرد حضرات، جو کبھی بھی اپنی غلطی ماننے کو تیار نہیں ہوتے ہیں، سے درخواست کروں گا کہ کبھی غصہ آئے، اگرچہ غصہ نہیں ہونا چاہیے، اگر کسی کو برا بھلا کہا ہے جو نہیں کہنا چاہیے تھا، جب غصہ ختم ہوجائے فوراً اس شخص سے معذرت کرلیں فوراً اپنی غلطی مان لیں، اپنی غلطی تسلیم کرلینا یہ ایک قسم کی خودسازی ہے۔ گویا گھر ہمارے لیے ایک قسم کا مکتب ہونا چاہیے۔ اخلاق کی بہترین کتابیں، مرد اور عورت کے لیے بہترین معلم اخلاق، خصوصاً عورتوں کے لیے، گھر ہے۔ خدا نہ کرے اگر ایک مرد کوئی غلطی کرے اور اپنی غلطی تسلیم نہ کرے تو خواتین سے گزارش کروں گا آپ عذر خواہی کریں۔ غصہ نہ کریں اور اپنی غلطی تسلیم کریں، کیونکہ یہ فکر اور غصہ دونوں جہنمی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا گھر بہشتی گھر بنے تو آپ کے گھر کا ماحول خوش باش ہونا چاہیے۔ اگر بیوی اور شوہر میں سے کوئی ایک اپنی غلطی ماننے کو تیار نہ ہو تو آپ اس غلطی کو قبول کریں اور عذر خواہی کریں اس وقت یہ نہ کہیں کہ تمہاری غلطی ہے بلکہ کہو میری غلطی ہے۔ لڑائی جھگڑوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص ذرا صبر سے کام لے تو پھر جھگڑا ختم ہوجاتا ہے اگر آپ دیکھتے ہیں جھگڑا ختم نہیں ہوپاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طرفین عروج پر ہیں لیکن اگر آپ بہشت

چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو ذرا جھکاؤ اگر بہشت کی ان نعمات عجیب و غریب کو چاہتے ہو تو صبر سے کام لینا ہو گا۔ اگر کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس اختلاف کو فوراً دور کریں۔ آپ کے گھر میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ ایک گھنٹے تک بھی آپ کے گھر میں اختلاف کو نہیں رکھنا چاہیے۔ گھر میں مرد کو مردانگی رکھنی چاہیے اور عورت کو جہاں تک وہ ایک عورت ہے شوہر کے مقابل میں، چاہے شوہر کی غلطی ہو متواضع ہونا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے اچھی بیوی یہی ہے۔

فالصالحات قانتات للغیب بما حفظ اللہ (سورہ نساء آیت ۳۴)

"پس نیک بخت بیبیاں تو شوہروں کی تابعداری کرتی ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے جس طرح خدا نے حفاظت کی وہ بھی (ہر چیز) کی حفاظت کرتی ہیں"۔

اچھی بیوی کی دو صفات ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے متواضع ہے اگرچہ شوہر کی غلطی ہو دوسری یہ کہ پاک دامن ہے، چاہے وہ خلوت میں ہو یا جلوت میں، چاہے اس کا شوہر موجود ہو یا نہ ہو، بے حجاب نہیں رہتی، چاہے اس کے سامنے شوہر کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ نامحرم کے سامنے بے حجاب نہیں رہتی، اگرچہ وہ شوہر کا بھائی ہی کیوں نہ ہو، عفت رکھتی ہے جہاں شوہر نہیں لیکن بے حجاب بھی نہیں ہے۔ بلکہ گلیوں اور سڑکوں میں اس سے بھی زیادہ اچھا حجاب و پردہ کرتی ہے۔ گھر ہو یا مدرسہ اچھا پردہ کرتی ہے تو ایسی عورت کو قرآن پاک اچھی بیوی کے نام سے پکارتا ہے۔

میری مراد وہ پہلا جملہ تھا کہ جس میں قرآن مجید کہتا ہے۔ اچھی خاتون وہ ہے جو اپنے آپ کو متواضع رکھے۔ اگر کبھی کوئی اختلاف ہو جائے تو مان جائے

کبھی کبھی اختلاف ہوتا ہے۔ گھر میں اختلاف کا ہونا ایک امر طبعی ہے' کبھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔ مرد چاہتا ہے' بیوی چاہتی ہے گھر میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ مسلمان واقعی یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں اختلاف نہ ہو لیکن جو قرآن پاک کہتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اختلاف پیدا ہو جائے تم دونوں میں سے ایک خصوصاً بیوی اپنی غلطی مان لے۔ اپنے شوہر کے سامنے متواضع بنے' خاموش ہو جائے تاکہ اختلاف کی آگ بند ہو سکے۔ یہ آگ کا بڑھکانا اور آگ کے اندر مزید پٹرول ڈالنا حقیقت میں آتش جہنم کا زیادہ کرنا ہے۔

یاایھا الذین امنو قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ(سورہ مریم آیت ۶)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے"۔ یعنی اے وہ لوگوں جو ایمان رکھتے ہوں' ڈرو جہنم کی آگ سے' اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے نجات دو' یہ آگ جو تمہارے نفوس کو جلا کر بھسم کر دے گی۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ گھر میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اختلاف تمہاری آبرو اور شخصیت کو ختم کر دیتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ اگر کوئی شوہر و بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھا پائی کرنے لگیں تو اس کے بعد ایک دوسرے کی شخصیت و آبرو باقی نہیں رہتی ہے۔ کتنا بدبخت ہے وہ مرد کہ جو گھر میں شخصیت اور آبرو نہیں رکھتا۔ افسوس ہے اس خاتون کے لیے کہ جو شوہر کے دل میں محبت نہیں رکھتی' افسوس اس گھر پر کہ جس میں خوشی نہیں' جس خاتون کا دل مردہ ہو' وہ ایک خوشحال بیٹی' ایک خوشحال بیٹا معاشرے کے حوالے نہیں کر سکتی۔ اسی طرح مردہ دل مرد اپنی دنیا کے لیے' آخرت کے لیے اور دوسروں کے لیے اچھا ثابت نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ قول مشہور ہے کہ "ہاتھ کٹا ہوا کام آتا ہے لیکن جس کا دل ٹوٹ گیا وہ کام نہیں آتا"۔

موسیٰ بن جعفرؑ ایک روایت میں فرماتے ہیں۔

ایاک والضجر والکسل فانھما یمنعان حظک من الدنیا والاخرۃ "ہوشیار رہو بیقراری اور کاہلی سے کہ جو رکاوٹ بنی ہوئی ہے دنیاوی اور آخرت کے فائدوں میں"(حارج صفحہ ۱۸۲-۳۳۱) امام علیہ السلام نے فرمایا ہے ہوشیار رہو کاہل مت بنو۔ چست ہوجاؤ' اے خاتون ہوشیار ہوجا گھر کے اندر سستی نہیں کرنا۔ مرد کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ کاہلی اس کے قریب نہ آنے پائے۔ تمہیں بے نشاط نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ انسان جو خوشی نہیں رکھتا وہ نہ دنیا میں بھلائی پاتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ یہ تو معلوم ہے کہ وہ عورت جو دل مردہ رکھتی ہے وہ شوہرداری نہیں کرسکتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ داری کرسکتی ہے نہ ہی امور خانہ داری اچھی طرح انجام دے سکتی ہے اور واضح رہے کہ مردہ دل مرد معاشرے کے لیے عضو زائد کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے۔

ولاتنازعو فتفشلوا وتذھب ریحکم (سورہ انفال آیت ۴۷)

"آپس میں جھگڑا نہ کرو (ورنہ) ہمت ہار دوگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

اختلاف اس چیز کا سبب بن جاتا ہے کہ تمہاری ہمت ختم ہوجائے' ہوا اکھڑ جائے گی' ایک مسلمان آبرو اور شخصیت رکھتا ہے۔ ایک لاکھ مسلمان اگر آپس میں متحد ہوتے تو امریکہ' روس بلکہ پوری دنیا کی نیندیں اڑجاتیں چہ جائیکہ مسلمانوں کو اپنا نوکر بنانے کی فکر میں ہوتے۔ بس شخص کی زبان گندی ہے وہ

یہ نہ سمجھے کہ بیوی کا نقصان کر رہا ہے نہیں بلکہ اپنا نقصان کر رہا ہے چونکہ اس کی زبان گندی ہے پہلا نقصان تو یہ کر رہا ہے کہ گندی زبان استعمال کرنے سے اس کی شخصیت ختم ہو جاتی ہے گندی زبان سے اپنی شخصیت کو داغدار بنا دیتا ہے۔ اس طرح وہ خاتون جو گندی زبان رکھتی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس سے شوہر کا کچھ نقصان ہو گیا ہے نہیں بلکہ اس کا اپنا نقصان ہو گیا ہے۔ پہلا نقصان تو یہ کہ اس کی محبت شوہر کے دل سے ختم ہوئی۔ وہ عورت جو اپنے شوہر کی محبوب نہیں اور وہ مرد جو گھر میں اپنی شخصیت کھو چکا ہو وہ ہمیشہ اس آیت مجیدہ کو مد نظر رکھے کہ جہاں قرآن مجید کہتا ہے کہ نزاع اور اختلاف اتنا خطرناک ہے کہ بالکل اس شخص کی طرح ہے کہ جو جہنم کی بلند ترین وادی میں بیٹھا ہو۔ اب یہاں وادی جہنم نہیں ہے۔ آپ فرض کریں کہ ایک پہاڑ کے اوپر ایک پتھر پر بیٹھے ہیں اور آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وادی آگ سے بھری پڑی ہے اور پتھر بھی نیچے سے خالی ہے اور اچانک اس آگ کی وادی میں گرنے والے ہیں۔ قرآن کہتا ہے یہی اختلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے نعمات الٰہی میں سے ایک عظیم نعمت الفت و محبت ہے لہٰذا قرآن مسلمانوں پر احسان کرتا ہے اور کہتا ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذ کروا نعمت اللہ علیکم از کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فا صبحتم بنعمتہ اخوانا و کنتم علی شفا حفرہ من النار فانقذ کم منہا کذالک بین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تہتدون

(سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

"تم سب ملکر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ

نہ ڈالو اور اپنے حال (زار) پر خدا کے احسان کو تو یاد کرو جب تم آپس میں (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں (ایک دوسرے کی) الفت پیدا کر دی تو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم گویا سلگتی ہوئی آگ کی بھٹی کے لب پر (کھڑے تھے) اور (گراہی چاہتے تھے) کہ خدا نے تم کو اس سے بچا لیا تو خدا اپنے احکام یوں واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔"

قرآن مجید سب سے پہلے کہتا ہے اے مسلمانوں اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو اور متحد ہو جاؤ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی بن جاؤ۔ اس کے بعد کہتا ہے اس وقت کو یاد کرو کہ جس وقت تم مسلمان نہیں تھے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خدا نے تمہیں کتنی بڑی نعمت عطا کی ہے اور یاد کرو اس وقت کو کہ جس وقت تم آگ کی وادی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اس وادی سے تمہیں نجات دی۔ اس آیت میں اگرچہ خطاب صدر السلام کے مسلمان سے ہے۔ لیکن ہم بھی شامل ہیں اس لیے ہماری بحث سے مربوط ہے۔ وہ گھر کہ جس میں محبت اور الفت ہے ان میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ خدا کا شکر بجالائیں۔ ان میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ ان کی یہ محبت والفت ہمیشہ کے لیے برقرار رہے شوہر ہمیشہ بیوی کا شکریہ ادا کرے اور دعا کرے کہ ہمارے گھر سے ہمیشہ محبت کے چشمے پھوٹتے رہیں۔ بیوی کہے آفرین ہو تجھ پر کہ الفت و محبت رکھتے ہو۔ اگر دونوں دن رات اس نعمت کا شکر ادا کریں میں سمجھتا ہوں پھر بھی کم ہے۔ جب قانون تجسسم اور وہ آیت جو میں نے تلاوت کی' کو ملایا جائے تو یہ معنی نکلتے ہیں وہ عورت جو بداخلاق ہے' وہ شوہر العیاذ باللہ جو بداخلاق ہے وہ مرد اور عورت جو

آپس میں اختلاف رکھتے ہیں وہ گویا جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی کے اوپر بیٹھے ہیں' کب وار ہوگا بس مرنے کا انتظار ہے۔

ایک شخص بلندی سے گر کر مر گیا تھا کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے احوال پرسی کی۔ کہا میں اتنا آپ کو بتاؤں گا نہ کوئی منکھو ہے اور نہ ہی کوئی منکر اور نہ ہی فشار قبر نام کی کوئی چیز' میں جہاں سے گرا سیدھے وسط جہنم چلا گیا۔

خواتین وحضرات دنیا فنا ہوگی لیکن دو چیزیں فنا ہونے والی نہیں ہیں ایک تو فداکاری اور درگزر کرنا اور ایثار' قربانی' فداکاری اور درگزر کرنا یہ ایسی دو صفات ہیں جو انسان کو اتنا نورانی بناتی ہیں کہ جب انسان محشر کے میدان میں داخل ہوتا ہے چاند کی طرح چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اتنا چمکتا ہے کہ میدان محشر کو اپنی طرف مائل کرتا ہے اور دوسرے باقی رہنے والی چیز بہشتی نعمات اور جہنم کے عذاب ہیں جبکہ دنیا گزرنے والی ہے۔

ہمارے درمیان اختلاف اتنا زیادہ ہو گیا ہے بڑوں سے چھوٹے بدتر' ان پڑھ سے پڑھا لکھا بدتر' تاجر مزدور سے بدتر' ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ڈاکٹر ہے' تشخیص رکھتا ہے معاشرے کے اندر اخلاق کے اعتبار سے اچھا دکھائی دیتا ہے لیکن جب ہم ان کی بیوی کا دل کھول کر دیکھتے ہیں تو اس ڈاکٹر کے ہاتھوں اس کے دل کے اندر ایک خون کا دریا پاتے ہیں جبکہ یہ پڑھا لکھا ہے۔ اس طرح ایک خاتون کو دیکھتے ہیں روشن فکر ہے' معاشرتی رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے اچھی ہے' عورتوں کے ساتھ میل جول اچھا رکھتی ہے لیکن جب ہم اس کے شوہر کا دل دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچارہ ایک دیو کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے۔ معاشرے کی مثالوں کو آپ نظر انداز نہ کریں جیسا کہ کہا

جاتا ہے کہ معاشرے کی مثالیں معاشرے کی افکار کا آئینہ ہیں' بالکل درست ہے۔ میں یہاں ایک عوامی سطح کی مثال عرض کروں گا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی صاحب نے منبر سے کہا کہ جو حضرات اپنی بیوی سے راضی نہیں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں سوائے ایک شخص کے سب کھڑے ہو گئے بہت خوش ہوا کہ پوری مجلس میں ایک شخص تو کم از کم موجود ہے کہ جو اپنی بیوی سے راضی ہے الحمدللہ اتنے میں نیچے سے آواز دی نہیں جناب ایسا نہیں بیوی نے میری ٹانگ توڑ دی ہے اٹھ نہیں سکتا۔ ہماری آج کی حالت بالکل اسی طرح کی ہے کہ معاشرے میں ایک شخص ایسا نہیں ملتا ہے کہ جو اپنی بیوی سے راضی ہو۔ ایک ایسی خاتون ہمیں نظر نہیں آتی جو سو فیصد اپنے شوہر سے راضی ہو۔

روایت میں پڑھتے ہیں کہ اگر دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے یا ایک شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو لازم ہے کہ اسی وقت اور اسی دن آپس میں صلح کریں۔ رسم ورواج کے مطابق یہ ہے کہ چھوٹا بڑے سے معافی مانگے۔ یعنی بیوی معافی مانگے اگرچہ غلطی شوہر کی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد روایت کہتی ہے کہ اگر پہلے دن صلح نہیں کی ہے تو دوسرے دن ضرور صلح کریں۔ اگر چھوٹا معافی مانگے تو ٹھیک ورنہ بڑا جائے اور معافی مانگے پھر اس کے بعد دل میں کینہ نہ رکھیں۔ اگرچہ العیاذ باللہ انہوں نے ایک بڑی غلطی کی ہے زبان سے ضرب لگائی ہے۔ ان کو مزید بغض و کینہ نہیں رکھنا چاہیے جو کچھ گزرا ہے اس کو فراموش کرنا چاہیے۔ اگر دوسرے دن بھی ایک دوسرے سے معذرت نہیں کی ہے تو تیسرے دن واجب ہے کہ وہ آپس میں صلح اور آشتی قائم کریں۔ اس قسم کی روایات تقریباً دس سے زیادہ مرحوم کلینی

نے نقل کی ہیں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تقریباً تیس سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ ائمہ اطہارؑ نے کہا کہ یہ دونوں پھر اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی دنیا کی فکر میں نہیں اور اولاد کی فکر بھی نہیں تو کم از کم ان روایتوں کا خیال رکھنا چاہیے' اپنے اسلام کا خیال رکھنا چاہیے' ان اختلافات کو ختم کرنا چاہیے۔ ہم میں اتنا اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟ اگر شوہر کو مادی مشکلات درپیش ہیں تو وہ بیوی بچاری جو گھر میں ہے اس کی کیا غلطی ہے؟ بیوی' اگر شوہر آپ کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو اختلاف کا کیا مطلب؟ اس بد اخلاقی کا کیا مطلب؟ آپ اپنے آپ کو اس کی جگہ فرض کر کے دیکھو کہ کیا تم اس قیمتی ہار کو خرید سکتی ہو کہ نہیں؟ اس لباس کو خرید سکتی ہو کہ نہیں؟ اگر نہیں خرید سکتی ہو پھر شوہر کے ساتھ یہ اختلاف کیوں؟ شوہر کے ساتھ یہ بدکلامی کیوں؟ کیوں واویلا کرتی ہو۔ تمہیں قسم ہے خدا کی جب تم کسی بیٹی کا جہیز تہ کرنا چاہتے ہو آپس میں مل بیٹھ کر مشورہ کرو۔ غور کرو' سوچو کہ بوجھ کس طرح ہلکا ہو سکتا ہے نہ یہ کہ ایک دوسرے کو گالی گلوچ دینے لگو' زبردستی جہیز بنوا کر شادی کرو گے تو وہ شادی مبارک نہیں ہوگی۔

آٹھویں مجلس

گناہ کی عادت پیدا کرنا

وہ چیزیں جو کسی شخص سے یا کسی گھر سے خدا کی رحمت و فضل کے اٹھ جانے کا سبب بنتی ہیں وہ گھر کے اندر گناہ ہے۔ گناہ کی کئی قسمیں ہیں ایک قسم کے اعتبار سے گناہ منقسم ہوجاتا ہے گناہ کبیرہ و گناہ صغیرہ میں جو فی الحال مورد بحث نہیں ہے ایک دوسرے اعتبار سے گناہ تقسیم ہوجاتا ہے دائمی گناہ اور عارضی گناہ میں۔ کبھی انسان سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے العیاذ باللہ مثلاً ایک شخص جھوٹ بولتا ہے یہ ایک برا کام ہے اس کو چاہیے کہ وہ توبہ کرے، اس کو چاہیے کہ وہ اس کی تلافی کرے۔ لیکن ایک مرتبہ گناہ دائمی ہے یعنی وہ ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہمیشہ غیبت کرتا ہے۔ ہر روز عیب جوئی کرتا ہے ہر روز ظلم کرتا ہے۔ اس قسم کا گناہ خطرناک ہے اور اتنا خطرناک ہے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

ثم کان عاقبۃ الذین اساوا السوی ان کذبوا بایات اللہ وکانو بھا یستھزون (سورہ روم آیت ۱۰)

"پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام برا ہی ہوا کیونکہ ان لوگوں

نے خدا کی آیتوں کو جھلایا تھا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا تھا۔" وہ لوگ جو ہمیشہ گناہ کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ ہوشیار ہو جائیں اور گناہ سے ہاتھ اٹھالیں۔ ہمیشہ گناہ کرنے والوں کا کام اس حد تک آگے بڑھتا ہے کہ وہ محراب و منبر اور روحانیت کو بکواس کہنے لگتے ہیں اور آیات قرآنی کو جھلاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام بہت ساری روایات میں فرماتے ہیں اگر کوئی شخص گناہ کرے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ انسان توبہ کرے تو اس کا وہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے اور گناہ میں مداومت آجائے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھتا جاتا ہے اور گناہ کی سیاہی پورے دل کو گھیر لیتی ہے پھر وہ کبھی درست نہیں ہو پاتا۔ لہذا آپ سب بھائیوں سے گزارش ہے اولاً تو آپ کو مطلق گناہ ہی نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کبھی کوئی گناہ آپ سے سرزد ہو جائے تو اس کی تلافی کریں۔ فوراً تدارک کریں گناہ مداوم تمہاری زندگی میں نہیں ہونا چاہیے۔

گناہ کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ ہے کہ دل میں ایک بزرگی ہے مثلاً یہ کہ نامحرم کی طرف ایک نظر کرتا ہے۔ اس کے اندر ایک کشمکش پیدا ہو جاتی ہے ایک غیبت یا ایک جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن گناہ کی بزرگی دل میں ہے بعض اوقات یہ بھی دل سے چلی جاتی ہے اور گناہ مداوم بھی اس قسم کا ہے گناہ کی بزرگی کو ختم کر دیتا ہے اگر گناہ کی بزرگی (یعنی گناہ کو بڑا گناہ سمجھنا) دل سے ختم ہو جائے تو پھر ہمیشہ گناہ کرنے سے بھی بدتر ہے کیونکہ گناہ مداوم میں ممکن ہے توبہ کر سکے لیکن اگر گناہ کی اہمیت دل سے نکل جائے تو پھر توبہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔

بے حجابی اشاعت فحشاء ہے

ایک دفعہ ایک خاتون کسی شادی میں بے حجاب تھیں وہ اس بات کو جانتی تھی کہ بے حجابی ایک برا کام ہے۔ اگر شادی کے بعد وہ اپنے اس گناہ پر اظہار افسوس کرکے توبہ کرے درگاہ خداوندی میں روئے اور ایک اندرونی تلاطم پیدا کرے' توبہ کے ذریعہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ تو بہتر ہے لیکن بعض اوقات آہستہ آہستہ یہ بے حجابی اس کی عادت بن جاتی ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے باوجود اس کے کہ وہ پاکدامن ہے' بے عفت نہیں ہے وہ لفظ زنا سے ناراض ہوتی ہے اگر وہ کسی کے بارے میں سنے کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس کی سرزنش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس نے بہت برا کام کیا ہے لیکن یہی بے حجاب خاتون اس سے بھی برا کام انجام دے رہی ہے۔ یعنی وہ خاتون العیاذ باللہ میک اپ کرکے' زینت کرکے' بغیر چادر کے ہاف بازوؤں کی قمیض پہن کر اور جوراب ایسے کہ بدن نظر آئے' پہن کر دوکان میں جاکر باتیں کرتی ہے اور ہنستی ہے اور اس کا یہ کام زنا سے بدتر ہے۔ اس کے زنا سے بدتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اشاعت فحشاء کی ہے اور اشاعت فحشاء کا گناہ خود گناہ سے زیادہ ہے قرآن کہتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ ○ (سورہ نور آیت ۱۹)

"جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان داروں میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے بے شک ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

وہ لوگ جو فحاشی کو دوست رکھتے ہیں اور فحاشی کی ترویج کرتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ فحاشی پھیل ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ ایک جوان کسی نامحرم عورت کی

طرف دیکھنے کو پسند کرتا ہے اسی طرح کوئی کاریگر کسی نامحرم عورت کے ساتھ باتیں کرے اور وہ بھی اس کے ساتھ مذاق کرے العیاذ باللہ ایک دوسرے سے ہنس کر باتیں کرنے لگیں قرآن کہتا ہے اشاعت فحشا کی یہ دوستی دگنے عذاب کی حامل ہے۔ (دوسرے عذاب کی سزا میں قیامت کے دن جہنم میں جائے گا)۔ ایک انسان کا اپنے کو زنا کے لیے پیش کرنے سے اشاعت فحشاء کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ اتنا زیادہ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

ومن یفعل ذلک یلق اثاما (سورہ فرقان آیت ۶۸)

"جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔" وہ شخص جو اپنے آپ کو زنا کے لیے پیش کرتا ہے یا زنا کرتا ہے یہ دونوں جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور جہنم ہی میں ذلیل و خوار ہوں گے۔ روایات میں آیا ہے کہ اپنے کو زنا کے لیے پیش کرے یا زنا کرے اس کی شرم گاہ اتنی بدبودار ہوگی کہ جس سے جہنم کے رہنے والے پریشان ہوں گے۔ لیکن اس زیادہ گناہ یعنی اپنے کو زنا کے لیے پیش کرنے سے زیادہ اور زنا کرنے سے بھی زیادہ گناہ اشاعت فحشاء میں ہے یعنی وہ خاتون جس کا سر کھلا ہوا ہے' سر پر چادر نہیں ہے' ایسے جراب پہنے ہوئے ہیں جس سے بدن نظر آتا ہے اور ہاف بازوؤں کی قمیض کے ساتھ نامحرم کے سامنے سڑکوں پر چلتی ہے' ویگن یا بس میں سفر کرنا یا وہ عورت اپنا برا کام دوسروں کو سکھاتی ہے۔ دوکاندار کے پاس جاتی ہے دوکاندار اس کو سمجھانے کے بجائے باتیں کرتا ہے۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عورت عفیف و پاک ہے لیکن گناہ کی اہمیت اس کے دل سے ختم ہو چکی ہے۔ نامحرم کے سامنے آکر باتیں کرنا اس کی عادت بن چکی ہے۔ اپنے دیور یا جیٹھ کے سامنے باتیں کرنا' کھلے سر رہنا اور اپنے بالوں کو

یہاں تک کہ بازوں کو اس کے سامنے عریاں کرنا ایک امر عادی بن گئی ہے۔ اور خطرہ یہاں پر ہے اگر کوئی شخص گناہ کرے تو اس کو چاہیے کہ توبہ کرے۔ اس کو چاہیے کہ توبہ کے ذریعے اس کی تلافی کرے۔ ایک افسوس اس وقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل سے گناہ کی اہمیت ختم ہو جائے۔ میں خواتین سے درخواست کرتا ہوں کہ سڑکوں پر آنے سے' دکانوں پر آنے سے پرہیز کریں ایسے جراب' چادریں اور لباس نہ پہنیں جس سے بدن نظر آتا ہو۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر کی امت پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس وقت عورتیں بدن نما جراب پہن کر سڑکوں میں پھریں گی (کاسیاب عاریات) اس کے بعد فرماتے ہیں پس وہ زمانہ فساد کا زمانہ ہوگا۔ اور وہ عورتیں جہنم میں جائیں گی اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گی' یعنی کئی ہزار سال جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گی۔ لہٰذا عورتوں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے پردے کا خیال رکھیں اور اگر باریک جراب پہنتی ہیں تو ڈبل کر کے پہنیں تاکہ پاؤں نظر نہ آئیں اگر آپ کی قمیض کے بازو چھوٹے ہیں تو جب باہر دکان پر یا سڑک پر جانا ہو تو کپڑے تبدیل کرنا چاہیے' اگر تبدیل نہیں کر سکتی ہوں تو لازم ہے کہ بازوں کو چھپالیں۔ خواتین کو اس بات کا سختی سے خیال رکھنا چاہیے کہ اگر وہ دکان پر جانا چاہتی ہیں تو دوکاندار کو قیمت دیتے وقت اپنے نامحرم ہونے کو نہ بھولیں۔ اسی طرح اگر کسی خاتون کو دکاندار سے ہم کلام ہونا پڑ جائے تو کلام کو طول نہیں دینا چاہیے بلکہ مختصر ہونا چاہیے۔

دوسری صفت

ایک اچھی خاتون کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نامحرم کے سامنے متکبر ہو اور جب نامحرم کے سامنے بات کرے تو دو ٹوک جواب دے۔ ان کے سامنے

ہنسا' مذاق کرنا فعل حرام ہے' غلط ہے۔ مرحوم ثقتہ الاسلام کلینی رضوان اللہ علیہ کتاب کافی میں ایک روایت نقل کرتے ہیں یہ کمر شکن روایت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر عورت کسی نامحرم مرد کے ساتھ ایک شہوت انگیز مذاق کرے اس مذاق کی سزا میں وہ عورت سو سال جہنم میں رہے گی۔ تاجر حضرات کو خیال رکھنا چاہیے اگر ان کا مال ان ذرائع سے حاصل ہو اور وہ گھر میں خرچ کرے تو پھر وہ گھر بے برکت ہوگا۔

توجیہ گناہ

گناہ کی ایک اور قسم یہ کہ انسان ایک دفعہ گناہ کرتا ہے اور اعتراف بھی کرتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ گناہ کرتا ہے اور گناہ کے لیے توجیہہ کرتا ہے سب سے بڑا خطرہ یہاں پر ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ تمدن' روشن فکری کو اس معنی میں لے لے کہ چہرہ کھلا ہو' بے پردگی ہو' بدن نما جراب پہننے کو وہ روشن فکری سمجھ لے۔ روشن فکری کو وہ اس معنی میں لے کہ نامحرم عورت کے ساتھ باتیں کرنا' مذاق کرنا' غیبت کرنا' یعنی اپنی غیبت اور اپنی بے پردگی کی توجیہہ کرے' تہمت لگائے لیکن اس تہمت کی توجیہہ کرے اور کہے اس میں تو ثواب ہے۔ سیاست کے نام سے انتشار پیدا کرنے کے لیے ایک شوشہ چھوڑ دے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ میں ایک سیاسی آدمی ہوں' حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ایک انتشار پیدا کرنے کا شوشہ چھوڑ دے اور یہ سمجھے کہ سیاست ہے اس عنوان سے افواہیں پھیلاتا ہے' غیبت کرتا ہے۔ مگر اس کی توجیہہ پیش نہیں کرتا ہے کہ یہ سیاست کی بات ہے' انقلاب کی بات ہے۔ یہ خطرہ دوسرے تمام خطرات سے بڑا ہے۔

لہٰذا آپ سے درخوست کرتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں گناہ نہیں ہونا

چاہیے آپ کو ہر گز گناہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ گناہ چاہے بڑا ہو یا چھوٹا اس لیے کہ گناہ انسان کے پستی میں گرنے کا سبب بنتا ہے۔ دوسری درخواست یہ ہے کہ تمہارے دل سے گناہ کی ہیبت ختم نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے بعد پھر اگر کبھی گناہ میں مبتلا ہو جائیں تو گناہ کی توجیہ نہ کریں۔ اگر انسان کے دل سے ہیبت گناہ ختم ہو جائے اور وہ گناہ کرنے کے بعد توجیہ گناہ کرنے لگے تو پھر وہ انسان کبھی بھی توبہ نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کا گناہ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ وہ توبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس طرح وہ شخص ائمہ اطہارؑ کی شفاعت نہیں پا سکتا۔

ایک چیز جو آخر میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو کہ ہر گھر میں موجود ہے۔ تاجر ہو یا مزدور' مقدس ہو یا غیر مقدس' انقلابی ہو یا غیر انقلابی' ایک بہت بڑا گناہ ہے کہ جس کی ہیبت بھی دل سے چلی گئی ہے اور بعض اوقات اس پر توجیہہ بھی کی گئی ہے۔ اگر ہم سب مل کر اس مصیبت کے لیے خون کے آنسو روئیں تو بے جا نہیں ہے۔ وہ ہے' غیبت اور تہمت۔ اسی طرح موسیقی' گانے' شہوت انگیز ویڈیو کیسٹ اسی طرح بلو پرنٹ کی فلمیں نہ جانیں کیا کیا چیزیں ہیں۔ مگر یہ ہمارے موضوع سے مربوط نہیں ہیں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ افسوس ان گھروں پر کہ جن میں اس قسم کی چیزیں موسیقی اور شہوت انگیز چیزیں موجود ہیں۔ یہ افسوس کا لفظ میں استعمال کر رہا ہوں یہ لفظ امام صادق علیہ السلام کا ہے۔ ایک شخص امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا بن رسول اللہؐ میرے گھر میں موسیقی نہیں ہے ترانہ نہیں ہے اور رقص نہیں ہے۔ لیکن میرے ہمسایہ کے پاس رقاصہ ہے' غنا ہے جب میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو کچھ دیر وہاں سنتا ہوں ان گانوں اور ساز کو سنتا ہوں کیسا ہے؟ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا! افسوس ہے تجھ پر' اٹھو اور جا کر غسل کرو! یعنی غسل توبہ' نماز

پڑھو اور بعد از نماز توبہ کرو۔ (اگر آپ اسی حالت میں دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اپنے اس فعل پر کتنا افسوس کرتے)۔ اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہر چیز ایک اہل رکھتی ہے اور ہمارے شیعہ گھرانے گانے اور ساز کے اہل نہیں ہیں۔ ہمارے شیعہ گانے' ویڈیو اور دیگر شہوت انگیز مناظر اور فحش فلموں کے اہل نہیں ہیں۔ اب وہ گھر جس میں فحش فلم اور شہوت انگیز مناظر اور گانے موجود ہیں افسوس ہے اس گھر پر وہ بچے جو اس گھر میں بڑے ہوں گے از نظر اسلام افسوس ہے ان بچوں پر۔ بقول پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھر میں شیاطین بہت زیادہ ہیں کتنا کمبخت ہے یہ گھر اس لیے کہ اس میں رحمت خدا' برکت خدا اور ملائکہ نہیں ہیں۔

غیبت و تہمت

بڑے افسوس کے ساتھ دو چیزوں کا تذکرہ کر رہا ہوں کہ بہت کم ہیں ایسے افراد اور گھر کہ جن میں غیبت اور تہمت' افواہ سازی اور جھوٹ نہ ہو۔ حالانکہ ان کا بہت بڑا گناہ ہے کسی کی عیب جوئی نہیں کرنی چاہیے وہ سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے۔ اس کا گناہ اس قدر ہے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

"ویل لکل همزة لمزة" لعنت ہے اس شخص پر کہ جو سامنے عیب جوئی کرتا ہے۔ مثلاً بیوی نے کھانا پکایا ہے شوہر کو پسند نہیں آیا اس لیے مذاق اڑاتا ہے یا یہ کہ شوہر ایک چیز بازار سے خرید کر گھر لے گیا بیگم کو پسند نہیں آئی مذاق اڑاتی ہے۔ قرآن اس شخص کے بارے میں کہتا ہے کہ افسوس ہو تجھ پر۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں جل جاؤ گے اور پھر سمجھ جاؤ گے۔ وہ آگ جو نہ صرف چمڑے کو جلاتی ہے بلکہ

ہڈیوں کو بھی جلا دیتی ہے۔ قرآن کہتا ہے وہ آگ جو ہڈیوں کو توڑ دیتی ہے اسی طرح غیبت یعنی اپنے برادر مومن کا گوشت کھالینا۔ غیبت نہ کریں۔ غیبت کرنا مردار کھانے کے برابر ہے۔ وہ گھر جس میں مردار کھایا جاتا ہو' وہ گھر کہ جس میں کتے رہتے ہیں' اس میں برکت نہیں ہوتی ہے۔ پس اس قسم کے گھروں پر اللہ کا لطف و کرم نہیں ہوتا ہے۔ اس گھر پر خدا کی نظر رحمت نہیں ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے گھر میں تقدس نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے۔

ایک روایت حضرت امام حسین علیہ السلام سے وارد ہوئی ہے "کتاب تحف العقول" میں بھی اس روایت کو امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے جو کہ مختصر اور جامع ہے۔

"کف عن الغیبۃ فانھا ادام کلاب النار"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غیبت جہنم کے کتوں کا کھانا ہے' اس روایت کے معنی یہ ہیں کہ بار بار کسی کی غیبت کرنے سے ان کی عادت بن جاتی ہے' دوسرے الفاظ میں غیبت کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور وہ ملکہ آپ کے لیے ہویت بناتا ہے۔ جو تیری غیبت کو انسان کی صورت سے تبدیل کرتا ہے کتے کی صورت میں اور یہ کتا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں جب غذا طلب کرتا ہے تو امام حسین علیہ السلام اور امام سجاد علیہ السلام کی روایت کے مطابق اس کی غذا وہ غیبتیں ہیں جو اس نے دنیا میں کی تھیں۔ یعنی سڑا ہوا' بدبودار گوشت۔ اس کا بدبودار گوشت جہنم میں لے جاتے ہیں اور وہ کتے ان کو کھا جاتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ کون سا گھر ہے کہ جس میں غیبت نہ ہو؟ وہ کون سا گھر ہے کہ جس میں پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کا مذاق نہ کرتے ہوں۔ اے خاتون! آپ گھر میں بچوں کے ساتھ بدکلامی نہ کریں۔ بچوں کے احترام کا گھر میں خاص خیال

رکھا کریں۔ خدا نہ کرے اگر کسی طرح سے ایک دوسرے کی شخصیت پر چوٹ لگ گئی یا ایک دوسرے کی غیبت کر لی تو جان لو کہ گناہ کی ہیبت دل سے نکل گئی ہے اور گناہ کی عادت بن جائے گی اور اگر عادت بن جائے تو ہویت انسانی از نظر "قانون تجسم عمل" ختم ہوجاتی ہے پھر انسان ایک درندہ کی شکل اختیار کرجاتا ہے۔ "**الغیبۃ ادام کلاب النار**" اور اس سے بدتر چیز تہمت ہے۔ تہمت کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز جو کسی انسان میں نہیں ہے لیکن اس کے سامنے یا پیٹ پیچھے اس سے منسوب کرتے ہو تہمت کہلاتی ہے۔ تہمت کا غیبت سے اتنا فرق ہے کہ اگر کسی عیب کو جو کسی شخص میں موجود ہے اس کی غیر موجودگی میں کسی کے سامنے بیان کرتے ہو۔ اور ایک مرتبہ ایسا ہے کہ وہ عیب اس شخص میں نہیں ہے لیکن پیٹھ پیچھے کہتے ہو مثلاً فلاں ایسا ہے پس یہی تہمت کہلاتی ہے۔ اور اگر کسی کی سرزنش یا مذمت کرتے ہو' زخم زبان' تو اس کو عرب کی زبان میں طزہ کہتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ اگر کوئی شخص غیبت کرنے لگے اور دوسرا اس کو منع کرے تو جواب دیا جاتا ہے اس میں یہ خامی ہے میں کہتا ہوں یہ ایک قسم کی شیطانی بات ہے۔ بیشک اس میں وہ عیب موجود ہو لیکن اگر آپ اس کے پیٹھ پیچھے کہیں گے تو غیبت ہے۔ اور آپ خود کتا بن جائیں گے۔ اور خدا نہ کرے اس میں وہ عیب نہیں ہے پھر بھی آپ کہیں تو وہ تہمت ہوجائے گی کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا گناہ کیا ہے۔

انما یفتری الکذاب الذین لا یومنون بایات اللہ و اولٰک ہم الکاذبون (سورہ نحل آیت ۱۰۵)

قرآن مجید ایک خاص تاکید کے ساتھ فرماتا ہے وہ لوگ جو ایک دوسرے

پر تہمت لگاتے ہیں تو یہ لوگ مسلمان نہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے ایک دوسرے پر تہمت لگائی ہیں ان کو ایک گندے تالاب میں، اور ان کے خون میں ٹھہرایا جائے گا اور پچاس ہزار سال تک اس گندگی اور خون میں کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو جائے گا اور ان کو رسوائی کی حالت میں جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے گھروں میں تہمت بہت زیادہ ہے اور قانون "تجسم عمل" کی رو سے عرض کرتا ہوں کہ وہ گھر جس میں تہمت ہو تو ملائکہ دیکھتے ہیں کہ گھر گندگی اور خون سے بھرا پڑا ہے اگرچہ آپ نہیں دیکھتے ہیں۔ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو آنکھیں رکھتی ہیں اور دیکھتی ہیں، بہت ساری آنکھیں اور کان ایسے ہیں کہ جو بہت ساری چیزوں کو سنتے اور دیکھتے ہیں، فرشتے آپ کے گھر کی طرف نظر نہیں کرتے ہیں۔ آپ کا گھر بجائے مقدس ہونے کے گندگی اور خون سے بھرا پڑا ہے اور یہ گھر جو گندگی اور خون سے بھرا پڑا ہے اس کی گندگی اور خون کب ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہ جب انسان توبہ نہ کرے اور توبہ کے ذریعے اس کو ختم نہ کرے، قیامت کے دن کی گندگی اور خون تیری دنیا کی تیار کردہ ہے۔ یعنی تم نے دنیا میں دوسروں پر تہمت باندھی ہے اور تہمت گندگی اور خون ہو چکی ہے اور اب جب قیامت ہوتی ہے تو تم اس کے اوپر کھڑے ہو قیامت کے دن نظر بہت تیز ہوگی آپ خود دیکھ سکیں گے اور دوسرے بھی دیکھ رہے ہوں گے کہ ایک شخص گندگی اور خون کے اوپر کھڑا ہے۔ آپ بغیر دلیل کے کسی چیز کو قبول نہ کریں۔ بغیر دلیل کے کسی چیز کا کسی کی طرف سے نسبت دینا گناہ ہے کیا اس مجلس میں کوئی شخص ہے کہ جو یہ کہہ سکے کہ میں بغیر دلیل کے نہ کسی کی بات

سنتا ہوں اور نہ ہی بغیر دلیل کے کسی کے بارے میں بات کرتا ہوں؟ بہت سے مقدس لوگ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جو حالت روزہ میں جھوٹی تہمتیں لگانے سے پرہیز نہیں کرتے۔ خدا کی قسم ان مصیبتوں کی وجہ سے خون کے آنسو روئیں تو بھی کم ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے! افسوس ہے کہ اس شخص پر کہ جو غلط افواہیں پھیلاتا ہے آپ نے بھی اس گناہ پر توجہ نہیں دی اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ قرآن کہتا ہے:

اذ تلقونہ بالسنتکم و تقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم و تحسبونہ ھینا و ھو عند اللہ عظیم (سورہ نور آیت ۱۵)

"تم اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم و یقین نہ تھا اور لطف یہ ہے کہ تم نے اسکو ایک آسان بات سمجھی تھی حالانکہ خدا کے نزدیک وہ سخت بات تھی۔" یعنی قرآن پاک کہتا ہے کہ تم جو چیزیں کہتے ہو اور تمہاری عادت بھی بن چکی ہے اس کو آسان سمجھ کر اہمیت نہیں دیتے ہو لیکن یاد رکھو خدا کے سامنے اس کی بڑی اہمیت ہے۔

ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

"اس چیز کے پیچھے مت جاؤ جس پر علم اور یقین نہیں۔ بتحقیق خداوند عالم کے سامنے دل آنکھ اور کان سب مسئول ہیں۔" یعنی قرآن مجید کہتا ہے کہ شک کی پیروی نہ کرو، ظن کی پیروی نہ کرو اگر آپ کسی چیز کو سن کر اسے قبول کرنا چاہتے ہیں تو دلیل کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو دلیل کے ساتھ کہنا چاہیے۔ وگرنہ یقین جانیئے قیامت کے دن تمہارا دل،

تمہارے کان، اور تمہاری زبان سب کے سب تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا اید یھم وتشھد ارجلھم بما کانو یکسبون (سورہ یٰسین آیت ۶۵)

"آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور جو (جو) کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کررہے تھے خود ان کے ہاتھ ہم کو بتادیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔" قیامت کے دن زبانوں پر مہر لگادی جائے گی۔ انسان کی زبان، انسان کے کان خود انسان کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ تونے غیبت کی ہے۔ اور تونے غیبت سنی ہے اور تونے تہمت لگائی ہے اور تونے خود تہمت قبول کرلی ہے۔ تونے تو غلط افواہیں پھیلائی ہیں سوچیں کہ دنیا میں کیا کررہے ہیں۔ شوہر کو بیوی کے بارے میں سچا ہونا چاہیے۔ اور بیوی کو شوہر کے سامنے سچی ہونا چاہیے۔ زندگی میں کسی بھی جگہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اگر کسی گھر میں جھوٹ کا سلسلہ ملے تو پھر فرشتے چلے جاتے ہیں پھر کوئی فرشتہ اس گھر میں نہیں آتا ہے بلکہ اس گھر پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک جھوٹ بولے تو ایک گندی بدبو آسمان کی طرف چلی جاتی ہے اور فرشتے اس شخص پر لعنت کرتے ہیں۔ خواتین اپنے شوہر کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولیں اسی طرح شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے سامنے جھوٹ نہ بولیں۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ اگر آپ نے ان سے کوئی وعدہ کیا ہے تو لازماً اس پر عمل کریں۔ اپنے بچوں کے ساتھ جھوٹے وعدے نہ کریں۔ اگر آپ قیامت کے دن ایک سچا مسلمان بننا چاہتے ہیں تو آپ کو صاف ہونا چاہیے۔

صداقت اور حقیقت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ افسوس ہے اس گھر پر کہ جس میں منافقت ہے' افسوس ہے اس گھر پر کہ جس میں شوہر بیوی سے جھوٹ بولتا ہے اور بیوی شوہر سے جھوٹ بولتی ہے گویا یہ گھر گٹر کی طرح بدبو دیتا ہے۔ جب فرشتے اس گھر کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس پر لعنت کرتے ہیں اسی طرح صاحب خانہ میاں و بیوی پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان ہو کر تم جھوٹ بولتے ہو۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ اے مسلمان دو چیزوں سے پرہیز کر۔ ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو بت پرستی سے بچائے رکھو دوسرا یہ کہ جھوٹ مت بولو۔ یعنی قرآن پاک نے بت پرستی اور جھوٹ بولنے کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں جھوٹ زیادہ ہے۔ معاشرے میں جھوٹ زیادہ ہے اور وہ قسم جو جھوٹی ہو لعنت کی مستحق ہوتی ہے' وہ شہر جس میں جھوٹ بولا جائے اس سے ایک خطرناک بدبو آسمان کی طرف جاتی ہے اور آسمان کے فرشتے اس شہر پر لعنت کرتے ہیں۔

نویں مجلس

خاندان کی تشکیل

ہماری بحث گھریلو اخلاق کے بارے میں تھی۔ اس عنوان کی تین فصل بیان کی گئیں۔ اب چوتھی فصل خاندان کی تشکیل کے سلسلے میں ہے اور وہ فوائد جو اسلام کی رو سے اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ یہ بحث غیر معمولی فائدہ مند ہے اور امید رکھتا ہوں کہ اس بحث میں ہم معاشرتی گرہوں کو کھول سکیں گے۔ خاندانی تشکیل بہت بڑے فوائد کی حامل ہے اور جنسی جبلت کی تسکین ان فوائد کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ گزشتہ ابحاث سے استفادہ کیا کہ نفس امارہ کا مارنا یعنی جنسی میلان کا قتل کرنا اسلام کے نکتہ نظر سے درست نہیں ہے۔ جنسی جبلت کو تسکین پہنچانا ضروری ہے لیکن اس کے مقابلے میں وہ فوائد جو خاندان کی تشکیل پر مرتب ہوتے ہیں بہت اہم اور غیر معمولی ہیں۔ خاندان کی تشکیل کا پہلا فائدہ فطرت کی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ جو ایک اہم فائدہ ہے وہ یہ کہ عورت مرد کے لیے لازمی اور مرد عورت کے لازمی ہیں۔ اور اولاد مختص ہیں اس مرد اور عورت کے ساتھ' تو یہ ایک فطری امر ہے۔ اس بناء پر انسان نے اس کرۂ ارض پر جب پہلا قدم رکھا تو ایک عورت مختص ہوئی ایک

مرد کے ساتھ اور ایک مرد مختص ہوا ایک عورت کے ساتھ اور کچھ فرزندوں کا اختصاص ہوگیا اس مرد اور عورت کے ساتھ۔ اس چیز کا نمونہ اول حضرت آدم اور حوا علیہما السلام تھے اور اسی طرح یہ فطرت زندہ تھی اور اب تک چلی آرہی ہے۔ اگر خاندان ایک صحیح نسل کو' یا صالح اولاد کو معاشرے کی تحویل میں دے سکتا ہے تو اسلام کی نظر میں ان کا بڑا ثواب ہے اور شاید اسلام میں اس سے زیادہ ثواب کوئی اور نہ ہو۔

قرآن کریم کی ایک آیت موجود ہے جو انسان کی روش اور قیمت کے بارے میں ہے۔

من قتل نفسا بغیر نفس او فسادا فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ○ (سورہ مائدہ آیت ۳۲)

"اگر کوئی شخص کسی انسان کو بغیر کسی شرعی دلیل کے قتل کرے تو گویا اس نے پورے جہان کے لوگوں کو قتل کیا اور اگر کوئی شخص کسی مرنے والے شخص کو مرنے سے نجات دے تو گویا اس نے تمام جہان کے لوگوں کو زندہ کیا ہو۔"

یہ آیت کے ظاہری معنی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے ذیل میں ایک دقیق معنی ارشاد فرمائے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو منحرف کرے' اس کو سیدھی راہ سے ہٹا دے تو اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ گویا اس نے تمام جہاں کے لوگوں کو قتل کیا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو راہ مستقیم پر لائے' منحرف ہونے سے اس کو بچائے' اس کو صالح اور ایک نیک انسان بنا دے تو ایسا ہے کہ اس نے پورے جہاں کے لوگوں کو زندہ کر دیا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

خبردار تم اپنی باتوں کے ذریعے کسی کو گمراہ نہ کرو اور اپنے گھر میں تم اپنے بچوں کو دین علماء، محراب اور منبر سے بدظن مت کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو گویا سارے عالم والوں کو قتل کیا۔ تم ہر وقت اپنی زبان، قلم، کردار اور روش کے ذریعے لوگوں کو جہاں تک ہو سکے سیدھی راہ پر لگا دو اگر ایسا کرو گے تو گویا پوری دنیا والوں کو زندہ کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیان کی تفسیر کے مطابق اس آیت کے ایک خاص معنے سامنے آتے ہیں۔ یعنی اگر ایک شوہر اور بیوی نیک اور صالح اولاد معاشرے کے حوالے کریں تو اس کا ثواب مسجد یا مدرسہ بنانے کے برابر نہیں بلکہ اس کا ثواب ایک انسان کو زندہ کرنے کے برابر ہے یا دو انسانوں کو زندہ کرنے کے برابر بھی نہیں بلکہ اس کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ گویا انہوں نے دنیا کے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ صحیح و سالم نسل کو معاشرے کے حوالے کرنے کا ثواب اسلام میں سب سے بڑا ثواب ہے اور صحیح و سالم نسل اسی وقت معاشرے کے حوالے کی جا سکتی ہے جب گھرانے اور خاندان کی بہتر تشکیل ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام سے بہت زیادہ روایات موجود ہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جب ایک شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے اور وہ کسی بھی قسم کے فائدے سے محروم ہو جاتا ہے مگر ایک شخص جو باقیات صالحات چھوڑ کر مر گیا ہو تو اس کا ثواب اسے مسلسل ملتا رہے گا اور نیک و صالح اولاد کو باقیات صالحات میں بتایا ہے۔ اگر کوئی شخص بیٹا یا بیٹی چھوڑ کر مرجائے جو نیک اور صالح ہوں، اب اگر یہ بیٹا اور بیٹی نماز پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور دیگر نیک کام بجا لاتے ہیں تو ان کے ثواب میں ان کے ماں باپ بھی حصے دار ہیں یعنی اپنے نیک عمل کی بنا پر یہ بیٹا اور بیٹی جس

قدر ثواب کے حقدار قرار پاتے ہیں اسی قدر ثواب ان کے گزرے ہوئے والدین کو ملتا ہے۔ ایسی اولاد چھوڑ کر مرنے والے والدین کا عمل خیر منقطع نہیں ہوتا۔

ایک روایت جو تمام شیعہ اور سنی علماء کے درمیان مشہور ہے اسے حضرت صدوق علیہ الرحمتہ نے ثواب الاعمال میں لکھا ہے جو یوں ہے۔

ایما عبد من عباد اللہ سن سنتہ ھدی کان لہ اجر مثل اجر من عمل بذالک من غیر ان ینقص من اجرھم شیئی

اگر کوئی شخص دنیا میں باقیات صالحات چھوڑ کر چلا جاتا ہے ایک مسجد تعمیر کرے' ایک مدرسہ بنائے' ایک پل کی تعمیر کرے یا کوئی بھی تعمیری کام انجام دے اور ان تمام سے بہتر باقیات صالحات یہ ہے کہ انسان نیک اور صالح اولاد معاشرے کے حوالے کرے۔ آخری صورت میں ایک اور ثواب بھی ملتا ہے یعنی جب اولاد نیک عمل بجالاتی ہے تو ایک ثواب خود اس کے لیے' دوسرا اس کے باپ کے لیے اور تیسرا اس کی ماں کے لیے ملتا ہے۔

اس قسم کی روایات بہت زیادہ ہیں۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ خاندان کی تشکیل کرے تاکہ صحیح و سالم اولاد معاشرے کے حوالے کرسکے۔ یہی فطرت کا تقاضا ہے اور اسلام ۱۰۰% دین فطرت ہے۔ لیکن انسانیت کے دشمنوں نے ازل سے تاحال تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھی ہیں معاشرے کی صحیح و سالم نسل کو تباہ کرکے انہوں نے کوشش کی ہے کہ وہ ایک ایسا مکتب پیش کریں جو عالم بشریت سے خاندان کی تشکیل کو روک سکے۔ قرآن شریف نے اس بارے میں کہا ہے: **مفسد فی الارض** "یعنی ان کا کام روئے زمین پر فساد پھیلانا

ہے۔" ارشاد ہوا:

و من الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا و یشھداللہ علی مافی قلبہ وھوا الد الخصام (سورہ بقرہ آیت ۲۰۴)

"اے رسول بعض لوگ (منافقین سے ایسے بھی ہیں) جن کی (چکنی چپڑی) باتیں (اس ذرا سی) دنیوی زندگی میں تمہیں بہت بھاتی ہیں۔ اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ مقرر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔" یعنی بعض لوگوں کی باتیں بہت میٹھی اور نرم ہوتی ہیں۔ ان کا استدلال عوام کے دلوں کو موہ لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنا ایک مکتب قائم کرلیتے ہیں۔ جیسا کہ مارکس' نطشے' فرائڈ وغیرہ کتابیں لکھتے ہیں اور اپنی رائے قائم کرلیتے ہیں اور اسی مکتب کو پھیلانے میں مشرق و مغرب کا استحصالی ٹولہ سرگرم عمل ہے۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ ان کے دلوں کے اندر کیا ہے۔ اس کے بعد قرآن فرماتا ہے: "یہ ایسے لوگ ہیں جو بشریت کے سخت ترین دشمن ہیں۔" قرآن یہ نہیں کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ **وھوالد الخصام** "دشمن بشریت ہیں۔" اس کے بعد قرآن ان کی ایک صفت بیان کرتا ہے کہ ان کا کام یہ ہے اگر یہ قدرت پیدا نہ کرسکیں تو اپنے گھر کے اندر' اپنے دوستوں کے درمیان انحراف پیدا کردیتے ہیں۔ لیکن اگر قدرت پیدا کرلیں تو۔

و اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل و اللہ لایحب الفساد(سورہ بقرہ آیت ۲۰۵)

"اور جب اسے اقتدار مل گیا تو دوڑ دھوپ کرنے لگا تاکہ زمین میں فساد

پھیلائے اور زراعت اور مویشی کا ستیاناس کریں اور خدا فساد کو اچھا نہیں سمجھتا۔"

اگر یہ قدرت پیدا کرلیں تو ان کا کام یہ ہے کہ یہ لوگوں کو گمراہ کرلیتے ہیں۔ زراعت اور نسل انسانی کو ہلاک کردیتے ہیں۔ یہ دو معنی رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دو مصداق رکھتا ہے ایک مصداق تو وہی تھا جو ہمارے انقلاب میں واقع ہوا یعنی امریکہ کا پالا ہوا کتا ایران آگیا۔ اس کا کام یہ تھا کہ دیہات میں داخل ہو کر قتل عام کیا۔ لوگوں کو قتل کیا' عورتوں کو قتل کرڈالا' بچوں کو قتل کرڈالا۔ اس کے بعد جو کچھ آبادی تھی اس کو خراب کرڈالا۔ عمارتوں اور مسجدوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ درختوں کو کاٹ دیا' فصلوں کو تباہ و برباد کردیا۔ یہ معنی "**یھلک الحرث والنسل**" قرآن کہتا ہے۔ اگر مثل صدام یا "صدام کے کارندے" شرق و غرب یا سپر طاقتیں کسی ملک یا ملت پر غلبہ پیدا کرلیں تو یہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں اور جہاں جہاں آبادی ہوتی ہے اس کو تباہ و برباد کردیتے ہیں۔

آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ سپر طاقتیں یعنی وہ لوگ جو دشمن انسانیت ہیں صیہونزم کی طرح' ان کا کام یہ ہے کہ موجودہ نسل کو گمراہ کردیتے ہیں۔ باپردہ خواتین کو بے پردہ بنادیتے ہیں۔ عورت کو تمدن کے نام پر برے طریقے سے معاشرے میں لاتے ہیں۔ مردوں کو بھی فاسد کردیتے ہیں۔ انسانوں کو شہوت پرست بنادیتے ہیں۔ لوگوں کو اپنی خدمت میں لگاتے اور اپنی خواہشات کی تسکین کا آلہ بناتے ہوئے آنے والی نسل کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ موجودہ نسل تباہ و برباد ہوئی تو نسل آئندہ خود بخود تباہ و برباد ہوتی ہے۔ اس لیے یہ لوگ اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ کام کرتے

ہیں۔ بچوں کو منبر اور مسجد سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر نسل حاضر پر کام نہ کرسکے' ان پر ضرب لگانے میں کامیاب نہ ہوسکے تو پھر پروگرام مرتب کرلیتے ہیں اور نسل آئندہ کو برائی کی طرف لے جانے کی تاک میں رہتے ہیں۔ یعنی مکتب "دورکھیم" کہتا ہے تشکیل خاندان کا کیا مطلب؟ بے حیائی کو یہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔ رسل ایک انگریز فلسفی ہے دنیا اس کے بارے میں سوچتی ہے لیکن ہماری نظر میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ اگرچہ دنیا اس کو ایک فلسفی مانتی ہے۔ لیکن اس بے وقوف نے مرتے وقت تشکیل خاندان کو غیر ضروری سمجھا تھا۔ حالانکہ فرعون بھی اس طرح کا تھا۔

ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفتہ منھم یذبح ابناء ھم و یستحی نساء ھم انہ کان من المفسدین (سورہ قصص آیت ۴)

"بے شک فرعون نے (مصر کی) زمین میں بہت سر اٹھایا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ میں تقسیم کیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ نے (بنی اسرائیل) کو عاجز کر رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرواتا تھا اور ان کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ بھی مفسدوں میں سے تھا۔"

فرعون ایک مفسد شخص تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت سامنے لاکھڑی کردی جب ان پر مسلط ہونے کی قدرت پیدا کرلی۔ قرآن کہتا ہے کہ مسلط بھی ہوگیا کیونکہ پہلے تو اس نے اختلاف پیدا کردیا اور اس اختلاف کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور یہ جملہ "یذبح ابناء ھم" کو مفسرین نے معمولاً ایک معنی کہا ہے۔ وہ لڑکوں کو قتل کراتا تھا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں نہ آئیں اور عورتوں کو یعنی لڑکیوں کو

زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ لیکن بعض محققین اور افراد اھل دل کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ روح انسانیت اور مردانگی کو مردوں سے اور لڑکیوں سے ختم کردیتا تھا۔ اور لڑکیوں کو بے حیا کردیتا تھا۔ اور بے حیا خواتین کو معاشرے کے حوالے کرتا تھا۔

فرعون کے کاموں میں سے ایک کام یہ تھا۔ آئندہ نسل کو خراب کردیتا تھا۔ عورت کو بے حیا بنا دیتا تھا۔ افسوس اس وقت پر کہ جس میں عورت بے حیا ہو۔ روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ حیا کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے ۹ عورتوں کے لیے اور ایک حصہ مرد کے لیے ہے۔ لیکن افسوس اس وقت پر کہ جس میں عورت کے حیا کے یہ ۹ حصے ختم ہو جائیں یعنی واقعاً" عورت اس حد تک پہنچ جائے کہ اپنے آپ کو معطر کرے اور باہر چلی جائے۔ اتنی بے حیا کہ چہرہ اور سینہ کھلا' زینت کرکے بے پردگی کی حالت میں بازار جائے یا دکان پر چلی جائے اور نامحرم لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے ہنسے۔ افسوس اس معاشرہ پر اور افسوس اس عورت پر۔ فرعون اپنی ریاست کو مضبوط بنانے کے لیے یہ کام کرتا تھا۔ لوگوں پر مسلط ہونے کے لیے یہ کام کرتا تھا اور آئندہ آنے والی نسل کو دیکھتا تھا۔ آج کل کے استحصالی بھی اس طرح کرتے ہیں۔ اور معمولاً یہ لوگ نسل آئندہ کو خراب کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

غیرت ------ حیا

جب یہ لوگ اپنے ہدف میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو عورتوں سے حیا کو ختم کردیتے ہیں۔ ان کو شہوت رانی میں مشغول کردیتے ہیں اور مردوں کی مردانگی کو ختم کردیتے ہیں۔ یعنی مرد دیکھتا ہے کہ ایک نامحرم شخص اس کی بیٹی کی طرف

شہوت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس پر کچھ اثر نہیں پڑتا ہے اور مرد دیکھتا ہے کہ اس کی بیٹی' بہن' بیوی اس کے سامنے بے پردہ بدن نظر آنے والا لباس پہن کر بازار جاتی ہیں۔ اسے معلوم ہے عورت کی زینت اس کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے ہے۔ جب کسی معاشرے کی حالت یہ ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانے میں رضاشاہ خودسر اور بادشاہ ترکیہ کیوں قتل عام کرتے تھے؟ عورتوں کو بے حجاب بنانے میں کامیاب ہونے کے لیے۔ شروع میں ہی رضا منحوس اس خوار طریقے کو نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس نامبارک کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ جب بھی کسی مجلس میں آتا تھا تو کہتا تھا کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ عورتوں کے لیے اس قسم کے طریقے سامنے آئیں لیکن عورتیں خود چاہتی ہیں' میں تو یہ چاہتا تھا کہ فقط عورتوں کے سروں پر چادر نہ ہو۔

اس وقت میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ شاید چار پانچ سال کا تھا۔ تمام شہروں میں من جملہ اصفہان میں رضا خان نے کیا کیا! یہ بوڑھے جو اس کے محل میں جاکر التماس کرتے تو ان سے کہتا تھا کہ آپ سے کوئی کام نہیں' ہم چاہتے ہیں چادر نہ ہو تم حجاب میں رہ سکتے ہو۔ یہ کہنا کہ چادر نہ ہو رضا چاہتا تھا کہ عورتوں کے سروں پر چادر نہ ہو۔ اگرچہ باقی دوسری چیزیں ہوں۔ کیونکہ انگریز اس بات سے خوب واقف تھے کہ اگر عورت کے سر پر چادر نہ ہو تو پھر وہ کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہاں تک پہنچا دیا جسے آپ نے دیکھ لیا۔ یعنی وہاں تک پہنچا دیا کہ خواتین بالکل ننگی کوچہ و بازاروں میں آنے لگیں۔ اور ساتھ ساتھ وہ عورتیں جو اپنی اس بے حیائی پر فخر کرتی تھیں۔ میں نے طاغوت کے زمانے میں ایک رسالہ میں پڑھا کہ ان خواتین میں ایک فلم کی اداکارہ تھی اپنے شوہر کے ساتھ

جاتی تھی۔ فوٹوگرافر جب فوٹو کھینچنے آئے تو اپنے قمیض کے (میلٹنگ سوٹ کے) بٹن عمداً کھول دیئے فوٹوگرافر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تو اس نے اپنے بٹن بند کر لیے تاکہ بدن کو نامحرم افراد نہ دیکھ سکیں! پھر اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ یہ فوٹوگرافر بھی کتنے بھولے اور احمق ہیں! میں چاہتی ہوں کہ مجھے ننگے کپڑوں میں دیکھیں اور اسی حالت میں تصویر لے لیں لیکن یہ بدبخت میرے ارد گرد جمع ہوتے ہیں تو میں مجبور ہو کر بٹن باندھ دیتی ہوں۔

رضا شاہ اور ترکیہ کا بادشاہ انگریزوں کے لیے ترکیہ اور ایران کو اس طرح بنانا چاہتے تھے۔ فرعون یا انگریز' ھامان یا امریکہ' شوروی یا کوئی اور کمبخت سب کا کام یہی ہے نسل آئندہ کو برائی کی طرف لے جانا اور بے حیائی کو عام کرنا۔

اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسلام جو کچھ کہتا ہے اس پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کو برائی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ اس لیے **"یذبح ابناء هم و یستحیی نساء هم"** قرآن میں آیا ہے۔ لیکن ہم معنی اس طرح کریں گے جس طرح سے بعض محققین نے کیا ہے۔ فرعون کے کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ آئندہ آنے والی نسل کو تباہ و برباد کرنا۔ اس لیے وہ لڑکوں میں روح مردانگی (غیرت) کو قتل کروتا تھا۔ اور خواتین کو بے حیا بنا دیتا تھا۔ یعنی چھوٹی چھوٹی بچیوں میں بے حیائی کی عادت ڈلواتا تھا تاکہ جب یہ بچے اور بچیاں بڑے ہوں تو عورتوں میں حیا موجود نہ ہو اور مردوں میں غیرت باقی نہ رہے۔ جب کسی معاشرے کی یہ حالت ہو جائے تو پھر ان پر مسلط ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ پس آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن اور ہماری روایات تشکیل خاندان پر اصرار کر رہے ہیں تو اس پر آپ

تعجب نہ کریں۔ نسل سالم ہی ہے جو ایک بہترین تمدن پیدا کر سکتی ہے۔ نسل سالم ہی معاشرے کے دکھ درد کو محسوس کر سکتی ہے۔ یہ نسل سالم ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔ نسل سالم ہی علمی ترقی کر سکتی ہے اتنی ترقی کہ دوسرے اس ترقی پر رشک کرنے لگیں۔ اس کے برعکس اگر نسل سالم نہ ہو بلکہ غیر سالم ہو' تو پھر نتیجہ وہی صہیونزم والا ہوگا۔ کیونکہ صہیونزم کا پروگرام یہی ہے کہ دنیا پر مسلط ہو جانا' حکومت کرنا۔ اب اس کو حاصل کرنے کے لیے' مسلط ہونے کے لیے دنیا کے نصف لوگوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔

وہ جو پروگرام بناتے ہیں یہ ہے دورکھیم کا مکتب عام کریں جو خود صہیونی تھا۔ مارکس کا کمیونزم لائیں وہ یہودی ہے' فرائڈ کا مکتب لائیں یہ بھی یہودی ہے۔ مکتب نطشے لائیں یہ بھی یہودی ہے' غربی مکتبوں کو دیکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بھی صہیونزم ہیں یہ سب کے سب یہودی مکاتب ہیں۔ اور ان سب کا مقصد ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ نسل آئندہ کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام کہتا ہے اے انسان اگر تو انسان بننا چاہتا ہے تو اپنے بچوں کا خیال رکھ تاکہ تو ایک صالح بیٹے کو اور ایک باحیا بیٹی کو معاشرے کے حوالے کر سکے۔ اگر کر سکتا ہے تو یہ کام کر کیونکہ اس کا ثواب مسجد بنانے سے' کعبہ جانے سے' اور ہر عبادت سے زیادہ ہے۔ یقیناً زیادہ ہے۔ ایک شخص بہت زیادہ نیک کام کرے۔ لیکن دوسری طرف دو صالح بچوں کو معاشرے کے حوالے نہ کر سکے۔ کونسا بہتر ہے؟ اسلام کی نظر میں دو صالح بچوں کو معاشرے کے حوالے کر دینا افضلیت رکھتا ہے۔ لہذا میں خواتین کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ان خواتین کو جو گھر کی چار دیواری میں رہ کر بچوں کی تربیت کرتی ہیں اور دو یا تین یا زیادہ صالح

بچوں کو معاشرے کے حوالے کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ خواتین ان مجاہدین کی طرح ہیں جو میدان جہاد میں ہراول دستوں میں دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہیں اور ساتھ ساتھ ان کا گھر ایک قسم کا مکتب ہے اور اتنا ثواب رکھتی ہیں کہ گویا انہوں نے پوری دنیا کو زندہ کردیا ہے۔ **"من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا"** لہٰذا آپ سے مجھے عرض کرنا ہے کہ سوچیں اور دیکھیں کہ آپ کس قسم کے افراد معاشرے کے حوالے کر رہے ہیں۔

تحویل نسل صالح

اسلام کہتا ہے خواتین و حضرات ہوشیار رہنا کہ مباشرت کے وقت کسی دوسرے کے خیال میں نہ رہنا۔ یعنی اگر کوئی خاتون' کوئی مرد حالت مباشرت میں نامحرم کی فکر میں ہو مثلاً یہ کہ مرد حالت مباشرت میں کسی دوسری عورت کے تصور میں ہو۔ یا العیاذ باللہ ایک عورت حالت مباشرت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایک نامحرم شخص کے تصور میں ہو۔ بہت ساری روایات اس بارے میں موجود ہیں کہ اگر اس نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ فاسد نکلے تو ملامت نہ کرو مگر اپنے اوپر۔ اگر یہ بچہ اہل زنا میں سے بن جائے تو لعنت نہ کرو مگر اپنے اوپر۔ اسلام فرزندوں کی اصلاح کے بارے میں یہاں تک فکر کرتا ہے کہ جہاں ارشاد ہوتا ہے۔ خبردار! اگر بچہ دس روز تک گہوارے میں بیدار رہے تو بھی مباشرت نہ کرو' بلکہ دوسرے کمرے میں چلے جاؤ' خلوت اختیار کرو' لیکن اگر آپ کا بچہ سو رہا ہے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ تمہاری سانس کو نامحرم نہ سن سکے۔ تمہاری باتوں کو نامحرم نہ سن لے۔ ہوشیار رہو تمہارے چہرے کو' تمہارے بدن کو نامحرم نہ دیکھنے پائے۔ خبردار! تم دوسروں پر جو کہ تم پر نامحرم ہیں' نظر مت کرو۔ یہ تمام چیزیں آئندہ نسل پر اثرات مرتب کرتی ہیں۔

وہ شخص جو نامحرم کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ کاروباری جو نامحرم کی طرف دیکھتا ہے وہ نسل صالح کو معاشرے کے حوالے نہیں کر سکتا ہے۔ مہذب ہو جاؤ کہ اسلام نے اس سلسلے میں تمہارے لیے خطرے کی گھنٹی بجائی ہے۔ وہ خاتون جو نامحرم کے دیکھنے پر پرواہ نہیں کرتی ہے اسلام نے اس کے بارے میں خطرے کا اعلان کر دیا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ سوچو کہ ہم کیا کرتے ہیں؟

جس دن بچہ پیدا ہوتا ہے اسلام کہتا ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان کہو اللہ اکبر اس کے بائیں کان میں اللہ اکبر کہو۔ ایک اذان اور اقامت اس کے دائیں اور بائیں کان میں پڑھو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر شیعہ بن جائے تو تربت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام تھوڑی سی لے کر اس کی زبان پر رکھ دو پھر ماں کا دودھ پلا دو۔

بچے کو جو غذا کھلاتے ہو۔ اس کو جو دودھ پلاتے ہو جان لو! ماں کا دودھ بچے کی سلامتی اور اس کی استعداد کے لیے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ لیکن دودھ حلال غذا کا ہو۔ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہماری گندی زبان کی وجہ سے بچے کی زبان نہ گندی ہو جائے۔ پیغمبر اکرم منبر پر اکثر فرمایا کرتے تھے۔

اگر بچے کی زبان گندی ہو جائے تو اس کا گناہ بچہ کی بلوغت کے بعد ماں باپ کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ خود اس کے نامہ عمل میں بھی لکھا جائے گا چونکہ اس نے گالی دی ہے یا کوئی گندی بات کی ہے۔ لیکن ماں کے نامہ عمل میں بھی لکھا جائے گا چاہے وہ مر چکی ہو۔ باپ کے نامہ عمل میں بھی چاہے وہ مر چکا ہو، لکھا جاتا ہے اس لیے کہ کہا ہے من سنتہ سیئتہ (ا جلد ۱۷ بحار، میزان الحکمتہ)

جس شخص نے غیر صالح نسل معاشرے کے حوالے کی ہے احادیث میں وارد ہوا کہ وہ گناہ جو اس (غیر صالح) بچے نے دنیا میں کیا اس کی سزا اس شخص کو بھی ملے گی جس نے اسے معاشرے کے حوالے کیا ہے۔

کسی خاتون نے مجھ سے کہا کہ جب میں اپنے شوہر سے لڑنا چاہتی ہوں تو پہلے اپنے بچوں کو اپنے والدین کے ہاں لے جا کر چھوڑ دیتی ہوں جب جھگڑا ختم ہو جاتا ہے' صلح ہو جاتی ہے تو پھر بچوں کو گھر سے لے آتی ہوں۔ یہ کتنا اچھا کام ہے۔

مرد و خواتین اگر آپ غیبت کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ زبان گندی کرنا چاہتے ہیں' یا شوہر اور بیوی لڑنا چاہتے ہیں تو اس بچے کو جو کہ گہوارے میں ہے' اس کو کہیں دور لے جا کر چھوڑ دو جب اس گندی زبان کو ختم کرو اور جھگڑا ختم ہو جائے تو بچے کو لے آؤ۔ آپ مرد اور عورت کو آئندہ کی فکر کرنی چاہیے۔ ایک بات عرض کروں گا وہ یہ کہ ہماری وہ مائیں جو چادر اور چہار دیواری میں رہتی تھیں۔ وہ جب کسی نامحرم سے بات کرنا چاہتی تھیں تو وہ اپنے منہ کے اندر مٹی رکھتی تھیں تاکہ ان کی آواز میں جاذبیت پیدا نہ ہو سکے۔ ہمارے باپ وہ تھے جو قرآن پڑھتے تھے' نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم کس حالت میں ہیں۔ ہمارے بچے کس حالت میں ہوں گے؟ چوروں نے اس قسم کی عورتوں کو معاشرے کے حوالے کر دیا ہے کہ جو اپنی جوان بیٹی کو بغیر چادر کے گھر سے باہر لے کر پھرتی ہیں۔ اگر نہ ڈرتی تو خود بھی بغیر چادر کے باہر پھرتی۔ کمال بے حیائی و بے پردہ معصومہؑ کے حرم میں آ کر بیٹھتی ہیں۔

ایک خاتون نے مجھ سے کہا میں نے حضرت معصومہؑ کو خواب میں دیکھا حضرت معصومہؑ نے کہا کہ پہلے میں غیروں پر روتی تھی۔ لیکن افسوس اب اپنوں

پر روتی ہوں۔

کتنا اچھا خواب ہے! افسوس اپنوں پر کہ یہ بچہ جو گود میں ہے ماں کے لیے اتنا بار ہو جاتا ہے' وہ بچہ جو گھر پر ہے ان شہوت انگیز مناظر میں ان شہوت انگیز گانوں میں' غیبت' تہمت' اختلاف' گالی گلوچ' مار پیٹ ایسے کاموں میں تربیت پاتا ہے' نہ جانیں اس کا کیا ہوگا۔ آپ سے بار بار تاکید کر رہا ہوں کہ نسل آئندہ کی فکر میں رہیں۔ کم از کم اپنی فکر تو کرو۔ خدا نہ کرے قیامت کے دن اگر آپ سے کہا جائے کہ قاتل انسان۔ تو کہے گا کہ مجھ سے اس قسم کا کام دنیا میں سرزد نہیں ہوا ہے۔ جواب ملے گا کہ تو نے تو ایک دنیا کو قتل کر دیا ہے۔ تو اپنے بال بچوں کی تربیت کی فکر میں نہیں تھا۔ ایک غیر سالم' غیر صالح نسل کو تو نے معاشرے کے حوالے کر دیا ہے۔

دسویں مجلس

شادی کے فائدے

چوتھی فصل تشکیل خاندان کی بحث اور اس کے فوائد کے سلسلے میں تھی۔

۱-۲ جنسی جبلت کی تسکین اور صالح نسل کو معاشرے کے حوالے کرنا

دو فائدے میں نے کل کی بحث میں عرض کیے۔ ان میں سے ایک جنسی جبلت کو تسکین پہنچانا تھا۔ دوسرا فائدہ جسے کل کی مجلس میں عرض کیا ایک نسل صالح وسالم کو انسانی معاشرے کے حوالے کرنا تھا۔ نسل سالم کو معاشرے کے حوالے کرنا خاندان کی تشکیل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور انسانیت کے دشمن ہمیشہ اس کوشش میں ہیں کہ نسل سالم معاشرے کے حوالے نہ ہونے پائے اور اسی وجہ سے اس نے خاندان کے نظام پر کاری ضرب لگائی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی دنیا نے بے حیائی کو اتنا عام کر رکھا ہے گویا مکتب کمیونزم کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔ آپ حضرات کو چاہیے کہ تشکیل خاندان کو اہمیت دیں تاکہ صحت مند نسل کو معاشرے کے حوالے کرنے میں کامیاب ہوسکیں اگرچہ یہ خود ایک بڑا ئدہ ہے اور دنیائے غرب' سپر طاقت اور صیہونیزم کے لیے ایک لگام بھی بن ے گی۔

سکون قلب

تیسرا فائدہ جو آج کا موضوع بحث ہے' یہ ہے کہ قرآن کی رو سے شریف عورت مرد کے لیے اور شریف مرد عورت کے لیے موجب سکون و راحت ہے۔ اور یہ بات قرآن پاک کی ایک آیت میں موجود ہے۔

"ومن اياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنو اليها" (سورہ روم آیت ۲۱)

"اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں ایک یہ (بھی) ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر سکون حاصل کرو۔" اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کو مرد کے لیے اور مرد کو عورت کے لیے خلق کیا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ راحت اور آرام پا سکیں۔ ہم اگر طبیعت انسان کا تجزیہ کریں تو کہنا پڑے گا کہ مرد عورت کے بغیر ایک ناقص عضو کی طرح ہے اور اسی طرح عورت بغیر مرد ایک عضو ناقص بن کر رہ جائے گی۔ حقیقت میں مرد اور عورت مل کر ایک کامل وجود بنتا ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ عام طور سے جوڑا وہی ہے جو ایک دوسرے کے لیے پشت پناہ بنے۔ قرآن کی نظر میں مرد کا تکیہ گاہ ہونا! یعنی فطرت کی رو سے' اسلام کی رو سے' مرد' عورت کے لیے پناہ گاہ ہے اور عورت' مرد کے لیے پناہ گاہ ہے۔ اس دنیا میں ہر کسی کا کوئی درد دل سننے والا ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کو اپنا درد دل بیان کر سکے۔ اگر ہم قرآن اور طبیعت میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی شوہر اور بیوی سے زیادہ ہمدرد نہیں ملتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید جہاں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے پناہ گاہ ہیں۔ **وجعل بينكم مودة ورحمة** خداوند عالم

نے خلقت کی رو سے بیوی اور شوہر کو ایک دوسرے کا ہمدرد قرار دیا ہے۔
خلقت کی رو سے مرد اور عورت ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔

اگر ہم اس پناہ گاہ کو نہ توڑیں' اگر ہم اس آرام بخش دوا کو نہ پھینکیں یا خراب نہ ہونے دیں تو مرد اور عورت ایک دوسرے کے آرام کا سبب ہیں۔
لیکن افسوس اس گھر پر ہے کہ جو مرد کے لیے یا عورت کے لیے آرام گاہ نہیں۔ یہ شخص بالکل اسی طرح ہے کہ جس کو نیند نہیں آتی۔ آپ اس شخص کو دیکھیں کہ جس کو نیند نہیں آتی ہے وہ کتنا بے آرام ہوتا ہے۔ اس کی فکر کام نہیں کر سکتی' جسم مریض ہو جاتا ہے' اس کی قوت متخیلہ سخت ہو جاتی ہے۔
بقول قرآن پاک نیند انسان کے لیے آرام کا سبب ہے۔ اسی طرح قرآن کہتا ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے سبب آرام ہیں۔ یعنی وہ شخص جو بیوی نہیں رکھتا گویا اس طرح ہے کہ وہ گھر نہیں رکھتا ہے۔ اور وہ عورت جو شوہر نہیں رکھتی گویا اس طرح ہے کہ اس کو نیند نہیں آتی ہے۔ یہی مرد اور عورت ہیں جو ایک دوسرے کے لیے آرام کے سبب ہیں ہمیں اس پناہ گاہ اور اس آرام کو توڑنے کی بجائے اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کی زینت ہیں

قرآن کی رو سے مرد اور عورت نہ فقط ایک دوسرے کے آرام کا سبب ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لیے زینت بھی ہیں قرآن پاک کہتا ہے۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)

"عورتیں گویا تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔"

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کے لباس ہو اور اس آیت میں لباس کے دو تین معنی ہیں۔ ایک معنی تو یہ کہ عورت مرد کی زینت ہے' جس

طرح لباس اس کے لیے زینت ہے۔ اور مرد عورت کے لیے زینت ہے، جس طرح لباس اس کے لیے زینت ہے۔ اور اس چیز کا شاہد خود قرآن ہے کہ جہاں زینت کا اطلاق لباس پر کیا ہے، فرماتا ہے:

یابنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین

یعنی جب آپ کسی مجلس میں جانا چاہیں، جب نماز جمعہ میں جانا ہو، یا نماز جماعت کے لیے جانا ہو تو اچھے کپڑے پہن کر مزین ہو کر جائیں لہٰذا یہاں لباس پر زینت اطلاق ہوا ہے اور **ھن لباس لکم وانتم لباس لھن** کے معنی اس طرح ہیں کہ عورتیں تمہاری زینت ہیں اور تم عورتوں کے لیے زینت ہو۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ عورت مرد کو گمراہ ہونے سے بچانے کا سبب بنتی ہے اور مرد عورت کے لیے سبب بن جاتا ہے کہ وہ گمراہ نہ ہونے پائے۔ یہ ایک الگ بحث ہے انشاء اللہ کل اس کے بارے میں عرض کروں گا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے ساتر ہیں وہ مرد جو بیوی نہیں رکھتا ہے وہ گویا اس طرح ہے کہ "ستر مرد" نہیں رکھتا ہے اور اسی طرح وہ عورت جو مرد نہیں رکھتی ہے وہ گویا اس طرح ہے کہ "ستر عورت" نہیں رکھتی ہے، چادر نہیں رکھتی ہے یعنی آیت مجیدہ یہ کہتی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے زینت ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اس زینت کا خیال رکھیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مرد عورت کے لیے نکلیس کی مانند ہے نکلیس عورت کے لیے جس طرح زینت ہے بالکل اسی طرح مرد بھی اسکے لیے زینت ہے اس کے بعد امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اس بات کا خیال رکھو کہ کس قسم کی عورت انتخاب کر رہے ہو۔ اور اس روایت کے ذیل میں

امام نے فرمایا ہے اگر تمہاری بیوی اچھی ہے تو بس جان لو کہ تم ایک بڑی نعمت رکھتے ہو کیونکہ اگر بیوی اچھی ہو تو پھر اس کی قیمت نہیں یعنی ہر سونا و چاندی سے اس کی قیمت زیادہ ہے جو کہ دنیا کی ضرورت ہے اور اگر بیوی خراب ہو تو پھر وہ مٹی سے بھی زیادہ پست تر ہے۔ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مرد بھی اسی طرح ہے واقعتاً اگر مرد غیرت رکھتا ہے اور بیوی اس سے راضی ہے تو جان لو کہ یہ ایک بڑی نعمت ہے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے۔ اگر مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ سازگار ہوں اور ایک دوسرے کی زینت ہوں پس یقین کرلیں کہ وہ ایک نعمت رکھتے ہیں اور یہ نعمت بہت عظیم ہے۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کیلئے تفریح گاہ ہیں

علاوہ ازیں کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے سکون اور زینت ہیں۔ ان کا گھر ان کے لیے ایک تفریح گاہ بھی ہے اگر واقعتاً ان کا گھر ایک ایسا گھر ہو جیسا کہ اسلام چاہتا ہے اگر عورت وہ عورت بن جائے کہ جسے کہ اسلام نے کہا ہے اسی طرح مرد وہ مرد بن جائے جسے کہ اسلام نے کہا ہے تو پھر بہترین تفریح گاہ گھر ہی ہے۔ ممکن ہے ہمارے جلسہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں کہ جن کا دل اس وقت گھر پر ہو' خیال گھر پر ہو تاکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر تھکاوٹ' غصہ' غم اور پریشانی کو ختم کرسکیں۔ شاید ہماری مجلس میں کوئی ایسی خاتون ہو جو اپنے شوہر کی منتظر ہو کہ شوہر آئے اور دروازہ کھٹکھٹائے تو جا کر دروازہ کھولے' اور اس کی تھکاوٹ' اس کا غصہ اور اس کی پریشانی کو ایک نظر کے ساتھ ایک تبسم کے ساتھ رفع کردے۔ اس لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما استفاد امرء مسلم فائدة بعد الاسلام افضل من زوجه مسلمته تسره اذا نظر الیھا (مسائل الشیعہ جلد ۱۴-۲۳)

اسلام کے بعد کوئی فائدہ اس سے زیادہ مفید نہیں کہ کسی شخص کی بیوی ہو اور جب وہ اس کی طرف دیکھے تو اسے سرور ملے۔ مرد اور عورت کا تبسم ایک دوسرے کے لیے مسرت کا باعث ہو۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک اچھی بیوی کی قیمت سونے چاندی کی طرح نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں' اسلام کے بعد کوئی چیز عورت سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی ہے۔ وہ افراد جو اچھی بیوی رکھتے ہیں' وہ عورتیں جن کے شوہر اچھے ہیں یقیناً وہ ایک دوسرے کے لیے سرور وراحت ہیں۔ سب سے بڑی خوشی عورت کے لیے یہ ہے کہ اپنے شوہر سے بات کرے اور ہنسے۔ تم ایسا کام کرو کہ اپنی بیوی کی مسرت کا سبب بنو اور بیوی ایسا کام کرے کہ جس سے وہ اپنے شوہر کی مسرت کا سبب بن سکے۔

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میری بیوی ایسی ہے کہ میں جب گھر جاتا ہوں تو خود دروازہ کھولتی ہے اور مسکراتے ہوئے استقبال کرتی ہے۔ میرے ساتھ رہتی ہے' باتیں کرتی ہے اور ہنستی ہے جب میں غمگین ہوتا ہوں تھک جاتا ہوں' تو میری تھکاوٹ اور غم کو دور کردیتی ہے۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ یہ عورت خدائی کارندوں میں سے ہے' فرشتہ ہے اور اس کا ثواب بھی فرشتہ کی طرح ہے اور اس کا عمل بہت قیمتی ہے۔

مرد بھی اسی طرح ہے۔ اگر آپ اس پناہ گاہ کو توڑ دیں گے پھر آپ کو کوئی ایسا انسان نہیں ملے گا جو آپ کے درددل میں شریک ہوجائے یہ بیوی ہے کہ جو آپ کو آرام پہنچاسکتی ہے۔ عورت کا تبسم' عورت کی بات چیت' شوہر کے

لیے گویا ایک تفریح گاہ ہے۔ محبت اور ہمدردی نہ ہو تو پھر اس گھر کا ماحول بہت آلودہ ہوجاتا ہے جو صرف عورت اور مرد کے لیے نہیں بلکہ بچوں کے لیے بھی ضرررساں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایسے گھروں کے بچے کم استعداد اور کم حافظے کے مالک ہوجاتے ہیں اور روز بروز ان کا حافظہ کم ہوتا جاتا ہے اور آپ یہ جان لیں کہ یہ ایک غلطی ہے۔ جو خامیاں بچوں میں نظر آتی ہیں یہ مرد اور عورت کی غلطیاں ہیں۔ جب گھر میں محبت کی فضا نہ ہو تو پھر وہ مرد اعصاب کا مریض ہوجاتا ہے پھر یہ گھر تفریح گاہ نہیں رہتا ہے بلکہ قید خانہ بن جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرد چاہتا ہے کہ نصف رات تک گلی کے کونے میں' ہوٹل پر' بیٹھا رہے اور گھر نہ جائے اور بعض اوقات عورت مرد کی طرف دیکھنے کو نہیں آتی ہے۔ یہ ہماری اپنی غلطی ہے کہ ہم نے نازیبا الفاظ کے ذریعے ان پناہ گاہوں کو توڑ دیا ہے اور توڑتے ہیں' چاہے وہ مرد اور عورت بوڑھے ہوگئے ہوں یا حسین ترین افراد میں سے ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ خوبصورتی صرف یہ ہے کہ انسان بناؤ سنگھار کرے بلکہ حقیقی حسن وہ ہے جو انسان کی آنکھوں کو خوبصورت دکھائی دے۔

داستان لیلیٰ اور مجنوں ممکن ہے واقعیت نہ رکھتی ہو۔ شیریں اور فرہاد کا قصہ یا لیلیٰ اور مجنوں کے قصوں میں بہت اچھی نصیحتیں ملتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ لیلیٰ اور مجنوں کے عشق کا چرچا اس وقت کے بادشاہ تک پہنچا بادشاہ نے ان دونوں کو طلب کیا۔ جب یہ دونوں بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے لیلیٰ کی طرف دیکھا ایک بدوی عورت' سیاہ بڑے بڑے ہونٹ والی اور ہر طرح سے ایک بدصورت عورت ہے تعجب کیا کہ مجنوں اس عورت پر عاشق ہے لیلیٰ یہی ہے! اس وقت مجنوں سمجھ گیا اور ایک شعر پڑھا جو بہت اچھا ہے۔

اگر بردیدہ مجنون نشینی
بغیر از حسن از لیلیٰ نبینی

کاش آپ لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھتے تو سوائے حسن کے کچھ نظر نہیں آتا۔ مجنوں سے لوگ کہتے تھے کہ مجنوں یہ تو ایک سیاہ عورت ہے تو مجنوں جواب دیتا تھا کہ مشک جتنا زیادہ کالا ہو اتنی زیادہ خوشبو دیتا ہے۔

اگر عورت مرد سے محبت رکھے تو پھر وہ اس کی برائیوں کا تصور نہیں کرسکتی اگرچہ اس کو کوئی یہ کہے کہ تیرا شوہر خراب ہے' برا ہے تو اس کے مقابلے میں کھڑی ہو جاتی ہے اگرچہ وہ اس کی ماں ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ اس کا باپ کیوں نہ ہو اور اپنے شوہر کا دفاع کرتی ہے۔ اگر مرد عورت سے محبت رکھتا ہے تو وہ اپنی بیوی کا دفاع کرتا ہے چاہے بیوی حسن نہیں رکھتی ہو لیکن اس کے لیے خوبصورت ترین عورت ہے کیونکہ وہ اسے چاہتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ عورتیں جادوگروں کے پیچھے چلی جائیں تاکہ شوہر کا دل موہ لیں یہ کام غلط ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک عورت نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے ایک گناہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جادو کے ذریعے اپنے شوہر کو محبوب بنانا چاہتی تھی پیغمبر اکرمؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تم نے آسمان کو زمین بنادیا اور زمین کو آسمان' اور دنیا کو تاریک کردیا۔ افسوس ہو تجھ پر! وہ بہت گھبراگئی اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگی۔ رسول اللہؐ کو خبر دی گئی کہ وہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا خدا اس کو نہیں بخشے گا! نہیں بخشے گا! اس کے معنی یہ ہیں کہ اس عورت کی توبہ یہ ہے کہ گھر جائے اور امور خانہ داری انجام دے اور اپنے شوہر کی خدمت کرے نہ یہ کہ ترک زندگی کرے

اور مشغول عبادت ہو جائے۔ بقول پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر اے خاتون تو یہ چاہتی ہے کہ تیرا شوہر تیری طرف نگاہ کرے اور تجھ سے خوشحال رہے اور تجھے بہترین عورتوں میں شمار کرے تو' تو ایک شوہر دار عورت بن جا۔ ایک خانہ دار عورت بن جا' ایک بچہ دار عورت بن جا' پھر یقیناً جتنی بھی بدصورت ہو تجھے دوست رکھے گا' خود بخود تجھ سے محبت کرے گا۔ اگر ایک شوہر اپنی بیوی کی نظر میں محبوب بننا چاہتا ہے تو اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے گندی زبان استعمال نہ کرے۔ اور جن چیزوں سے محبت جلدی ختم ہوتی ہے ان میں سے ایک گندی زبان اور گالی گلوچ ہے۔ یعنی جب گھر میں داخل ہوتے ہو تو سارا غصہ بیوی پر نہ نکالو' اگر باہر تمہیں مشکلات پیدا ہوئی ہیں' جس سے غصہ چڑھا ہے یا تم غمگین ہوئے ہو یہ مشکلات اور مسائل تم پر آئے ہیں بیوی پر نہیں۔ جب گھر میں داخل ہو تو بچوں کے سامنے واویلا اور فریاد نہ کریں' بیوی سے جھگڑا نہ کریں۔ اس کا گناہ بہت زیادہ ہے یہ وہی فریاد ہے جو فشار قبر کا سبب بنتی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک خاص صحابی مر گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی تشیع جنازہ کی اور پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں خاک سپرد کیا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ کتنا خوش قسمت تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں دفن ہو گیا۔ تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ قبر نے اس کو اتنا فشار دیا کہ اس کے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ ایک اچھا انسان تھا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا وہ ایک اچھا انسان تھا لیکن بیوی سے جھگڑتا تھا اور گھر میں بہت بداخلاق تھا۔

مسلمان بدزبان نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی گالی دے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

خدانہ کرے اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو مارے تو وہ غیرت نہیں رکھتا ہے۔ مسلمان نہیں ہے کتنا ہی روشن فکر کیوں نہ ہو' کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اور اس شخص نے فشار قبر کا مزہ چکھنا ہے اور یہ شخص خدا اور رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ کا محب نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کو وہ چاہتے ہیں۔ ایسا مرد جو گندی زبان رکھتا ہو یا ایسی عورت جو زبان دراز ہو۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے تھے دو گروہ ہیں قیامت کے دن ان کی زبان اتنی لمبی ہوں گی کہ محشر کے میدان میں گری ہوں گی اور لوگ اس کے اوپر چلیں گے۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں رسول خداؐ نے فرمایا وہ لوگ جو کسی کی پیٹھ پیچھے غیبت اور عیب جوئی کرتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو اپنے شوہر کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں وہ مرد جو اپنی بیوی کو گالی دیتا ہے یا گندی زبان استعمال کرتا ہے اس کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔

بعض اوقات لوگ دیکھنے میں بہت ہی معزز نظر آتے ہیں لیکن وہ اتنے نافہم ہوتے ہیں کہ اپنے بچوں سے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کتے کا بچہ' گدھے کا بچہ' الو کا پٹھہ وغیرہ یعنی اپنے آپ کو گالیاں دیتے ہیں اور معلوم ہے کہ اس کتے کا باپ' کتا ہی ہو گا۔ اگر ایک شخص گھر کے اندر بدزبان ہو جائے یا اس میں چڑچڑاپن ہو تو بعد میں یہ بدزبانی اور چڑچڑاپن اور غصہ اس کے لیے ملکہ بن جاتا ہے اور ملکہ اس شخص کے لیے ہوئی بنالیتا ہے اور پھر قانون تجسم اعمال کے مطابق وہ کتا بن جاتا ہے۔ یہ کتا ہے مگر اپنے آپ کو دیکھتا نہیں ہے اگر چشم بصیرت رکھتا تو دیکھ لیتا کہ کتا ہے۔ کہتا تھا میں نے خواب میں دیکھا وہ کتے کی شکل میں تھا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ تو ایک اچھے آدمی تھے کیوں کتا بن گئے ہو؟ کہا ہائے گھر میں

بداخلاقی کی وجہ سے! ہائے گھر کے اندر بداخلاقی کی وجہ سے۔

چاہے گھر کے اندر بد اخلاقی کی وجہ سے وہ شخص جو بچے کو کتے کا بچہ کہتا ہے نعوذ باللہ اپنی عورت کے ساتھ اس قسم کی گندی زبان استعمال کر رہا ہے تو واقعتاً "کتا ہے۔ اگر کوئی صدر المتالھین یا علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی طرح کشف و شہود رکھتا تو دیکھ لیتا کہ کتا اور درندہ انسان ہے۔ خاتون! غصہ نہ کر کیونکہ ممکن ہے تو صورت کے اعتبار سے' جوانی کے اعتبار سے' شخصیت کے اعتبار سے لوگوں میں مشہور ہو لیکن تیرا غصہ اور تیری بد اخلاقی سبب بن جائیں گے کہ تو ملائکہ آسمان کے نزدیک اور اہل دل کے نزدیک ایک کتیا سے زیادہ نہ ہو۔ جب وہ دیکھیں گے تو کتیا لیکن ظاہراً جوان اور حسین ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں میں بہت ہی اچھی شخصیت رکھتے ہوں' معاشرے میں آپ کو قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو آپ ایک متمکن اور قدرتمند شخص ہوں' لیکن اپنی بد زبانی اور بداخلاقی کی وجہ سے "کتے" ہوں۔ جب آسمان کے ملائکہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں "کتا" ہے۔ روایت میں ہے کہ یہ گھر کے اندر کی بد اخلاقیاں' یہ گھر کے اندر کی مار پیٹ' یہ گھر کے اندر کی گالیاں آدمی کی ہیت بدل دیتی ہیں۔ جو بھی شخص مرے گا اس کی روح لازماً پیش خدا جائے گی اور پھر وہاں سے واپس لوٹے گی بہشت یا جہنم کی طرف۔ اس لیے آسمان اول' دوم' سوم و چہارم تا آسمان ہفتم اس طرح لوح و قلم عرش پروردگار اور خدا کے پاس جب پہنچے گی تو اس وقت کہیں گے کتا آگیا! اس وقت کیا کرو گے؟ کیا خدا کے پاس کتے کی شکل میں جانا چاہتے ہو۔

اس کے بجائے اگر آج کی گفتگو کی رعایت رکھو گے تو آپ کا گھر آرام وسکون کا محل ہو گا اور اگر مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے سکون بخش

ہوں، ایک دوسرے کی زینت بن جائیں اور مر کر چلے جائیں گے تو فرشتے کہیں گے کہ فلاں صاحب آ گیا، فلاں خاتون آ گئیں، مومن آ گیا۔ خدا کے سامنے جاؤ گے تو اپنے رب کو راضی پاؤ گے اور جس شخص سے خدا راضی ہو تو پھر معلوم ہے کہ وہ کہاں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس سے خدا راضی نہیں اور خدا اس پر غضبناک ہو تو پھر یہ واپس لوٹتا ہے تو معلوم ہے کہاں چلا جاتا ہے۔

خدایا! تجھے ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کے بچوں کی قسم دیتے ہیں ہمارے گھروں کو، ہماری بیویوں کو، عورت ہو یا مرد ہم سب کے لیے سبب مسرت زینت اور آرام قرار دے۔ خدایا! تیری عزت اور جلال کا واسطہ ہے کہ تو ہمارے بیٹے اور بیٹیوں کو ایک اچھی بیوی اور اچھا شوہر عطا کر جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔

گیارھویں مجلس

تہذیب نفس

چوتھی فصل میں ہماری بحث تشکیل خاندان اور اس کے فوائد کے بارے میں تھی گزشتہ جلسہ میں اس کے پانچ فوائد کے بارے میں گفتگو کی۔ ایک اور اہم فائدہ ان فوائد میں سے تشکیل خاندان کے اندر تہذیب نفس ہے۔ گھر اپنے آپ کو صفات حسنہ سے آراستہ کرنے کی جگہ ہے یعنی مرد اور خصوصاً عورت گھر کے اندر رہ کر تہذیب نفس کر سکتے ہیں یعنی اپنے آپ کو فضائل سے آراستہ و پیراستہ کر سکتے ہیں۔ فضیلت تک پہنچنے کے علاوہ فضیلت بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن علماء اخلاق کی نظر میں ان دو مقامات تک پہنچنا بہت مشکل کام ہے۔ یعنی ایک شخص صفات رذیلہ کو اپنے اندر سے جڑ سے اکھاڑ پھینک سکے اور فضیلت کا پودا اپنے اندر اگائے اور صفات انسانی میں سے ایک صفت اپنے اندر پیدا کرے یہ کام بہت مشکل ہے۔ عام طور سے انسان ان منازل سے نہیں گزر سکتے ہیں چونکہ وہ اس مرحلے کے لیے فعال نہیں ہیں۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک مالعقبۃ فک رقبۃ

(سورہ بلد آیت ۱۳-۱۱)

"پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر (کیوں) نہیں گزرا اور تم کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے؟"

عام طور پر انسان پہاڑوں کے اونچے اونچے راستوں سے نہیں گزر سکتے ہیں کیونکہ ایسے راستوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو صفات رذیلہ سے آزاد کرائے' اپنے اندر پائی جانے والی صفات رذیلہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور کم از کم ان صفات کو طوفانی حالت اختیار کرنے سے پہلے روکے اگرچہ یہ کام بہت مشکل ہے لیکن جب وہ ایسا کرتا ہے تو وہ دوسری منزل میں پہنچ جاتا ہے یعنی صفات رذیلہ کے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اور اس کی جگہ فضیلت کا پودا لگا کر اس کی آبیاری کرنا ایک بہت بڑا مشکل کام ہے۔ جیسا کہ علماء اخلاق کہتے ہیں کہ اس کے لیے دن رات محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ نفس امارہ ہاتھی کی طرح ہے' جس طرح ہاتھی پالنے والا مسلسل ہاتھی کے سر پر مارتا ہے اور بہت ہوشیاری سے کام کرتا ہے' ایک لمحے کی غفلت سے ہاتھی اپنے مالک کو بے بس کر دیتا ہے۔ نفس امارہ اور صفات رذیلہ بالکل اسی طرح ہیں دن رات کی زحمت' دن رات کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے پھر جا کر انسان اس قابل بنتا ہے کہ اپنے اندر کی صفات رذیلہ سے ایک صفت رذیلہ کو ختم کر سکے۔ یقین کریں کہ تمام انبیاء اپنی کتابوں کے ساتھ اسی مقصد کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید متعدد مقامات میں فرماتا ہے:

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (سورہ جمعہ آیت ۲)

"وہی تو ہے جس نے بے پڑھے لکھے لوگوں میں ان ہی میں سے ایک

رسول (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا' ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے۔"

یعنی پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کا معجزہ لیکر آئے تاکہ لوگوں کو مہذب بنائیں تزکیہ نفس اور تربیت کریں' فکر انسانی کو بلند کریں یعنی انسان کی تعلیم اور تربیت کے لیے آئے۔ اور بقول قرآن تعلیم و تربیت ایک مشکل کام ہے۔ انسان کی تعلیم اور تربیت کے لیے انبیاء نے بہت زیادہ زحمت اٹھائی اور جتنی زحمت اٹھائی اتنی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ کام بہت مشکل ہے۔ وہ چیز کہ جس پر ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے اور خصوصاً خواتین کو زیادہ توجہ دینی چاہیے کیونکہ وہ گھر کا مدرسہ ہیں' گھر کی معلم اخلاق ہیں' گھر کی کتاب ہیں' تشکیل خاندان کا باعث اور اخلاق کی معلم ہیں۔ معلم اخلاق کوشش کرتا ہے کہ طالب علم کو مہذب بنانے کے ساتھ ساتھ صفات انسانی سے بھی آراستہ کرے اور خاندان بالکل اسی طرح ہے بیوی شوہر کے لیے اور شوہر بیوی کے لیے اور دونوں بچوں کے لیے اور بچے دونوں کے لیے ہیں۔

مقام صبر

اگر میاں اور بیوی عقلمند ہوں تو وہ ایک دوسرے کی خدمت اور اولاد کی تربیت کے ذریعے جزع' فزع اور بے صبری کو اپنے اندر سے دور کرسکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی صفت رزیلہ ہے کہ جو گویا انسان کی ذات کا جز ہے اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

ان الانسان خلق هلوعا○ اذا مسه الشر جزوعا○ واذا مسه الخير منوعا○ الا المصلين (سورہ معارج آیت ۱۹-۲۲)

"بیشک انسان بڑا لالچی پیدا ہوا ہے جب اسے تکلیف چھو بھی گئی تو گھبرا گیا اور جب اسے ذرا فراخی حاصل ہوئی تو بخیل بن بیٹھا سوائے ان لوگوں کے جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔" قرآن فرماتا ہے کہ یہ انسان سبک سر ہے۔ اتار اور چڑھاؤ میں اپنے روزگار کو گم کردیتا ہے ہلوع یعنی سبک سر جیسے سڑک کی کنکریاں۔ اگر کسی کا پاؤں لگ جائے تو وہ جا بجا ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ انسان کی یہ سبک سری اس قسم کی ہے کہ اگر ایک چھوٹی سے مصیبت درپیش ہو جائے تو وہ فریاد و واویلا کرنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس اگر دنیا اس کی طرف منہ کرے تو اس کا تکبر بڑھ جاتا ہے۔ جزع' فزع اور بے صبری علم اخلاق میں ایک بری صفت شمار کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص جزع اور فزع کی صفت رکھتا ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاتا ہے اگر اس کا بچہ ایک چھوٹی سے غلطی کرے تو وہ واویلا کرتا ہے تو یہ ایک بہت بری صفت ہے اور اکثر لوگوں میں یہ صفت موجود ہے۔ اس کے برعکس صبر و استقامت ہے کہ جس کے بارے میں قرآن بہت تاکید کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (سورہ زمرہ آیت ۱۰)

"صبر کرنے والوں کو بھرپور بے حساب بدلہ دیا جائے گا"۔ ہم ہر شخص کو اس کی خدمت کے مطابق ثواب دیتے ہیں۔ نماز ایک اندازے کا ثواب رکھتی ہے' روزہ ایک اندازے کا ثواب رکھتا ہے۔ خمس و زکوٰۃ ایک اندازے کا ثواب رکھتے ہیں لیکن ہمارے پاس ایک ایسی چیز بھی ہے کہ جس کا اندازہ ہی نہیں اور وہ ہے مصیبتوں کے مقابلے میں صبر کرنا۔ مرضی کے خلاف چیزوں پر صبر کرنا ہے' تربیت فرزند میں صبر کرنا ہے' بیوی کا صبر شوہر کی بداخلاقی پر اور

کی بہترین جگہ گھر ہے۔ اگر ایک شخص عقلمند ہو تو وہ اپنی بیوی کی بد اخلاقی پر صبر کر کے انسان بن سکتا ہے اور مقام صبر تک پہنچ سکتا ہے۔ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں سے ایک دروازہ مخصوص ہے ان افراد کے لیے جو صبر کرتے ہیں۔ مصیبت پر صبر کرتے ہیں' اور عبادت میں صبر کرتے ہیں یہی لوگ اس خاص دروازے سے داخل ہوں گے جو ایک بلند ترین دروازہ ہے تمام ائمہ معصومینؑ اس در سے گزریں گے کیونکہ ان کی مصیبت زیادہ تھی اور انہوں نے صبر کیا۔ ہمارے آقا امام حسین علیہ السلام اس در سے وارد ہوں گے اگر شہداء کے خانوادہ صبر کریں تو اس در سے داخل ہوں گے۔ اگر اپنی مصیبتوں کو یہ سمجھ کر برداشت کریں کہ یہ مصیبتیں ہماری زندگی کو سنوارتی ہیں تو اس در سے داخل ہوں گے۔ وہ خاتون جو اپنی اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرے اور ان مشکلات پر صبر کرے اور وہ خاتون جو اپنے شوہر کی برائیوں کو برداشت کرے' وہ شخص جو گھر کے ماحول سے ناراض نہ ہو جائے جزع و فزع نہ کرے تو اس مخصوص در سے داخل بہشت ہوگا۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے اندر سے ایک صفت رذیلہ کو دور کرے اور اس کی جگہ ایک فضیلت کو زندہ کرے اس کو سجائے۔ یہ بہشت سے بھی بالاتر ہے۔ میں اکثر کہتا ہوں کہ عقلمندی یہ نہیں ہے کہ انسان بہشت میں چلا جائے یا جہنم نہ جائے کیونکہ شیعیان امیرالمومنین علیہ السلام اگرچہ قبر' عالم برزخ' اور روز قیامت میں کچھ مصیبتیں اٹھائیں گے لیکن بہت کم امکان ہے کہ جہنم چلے جائیں۔ لیکن اگر کوئی مومن جہنم چلا بھی جائے تو اس کا وقت خاص ہوگا۔ ہمیشہ کے لیے نہیں۔ ہوشیاری اور عقلمندی یہ نہیں ہے کہ انسان جہنم نہ جائے۔ کیونکہ دیوانے اور پاگل بھی جہنم نہیں جائیں گے۔ عقلمندی یہ نہیں ہے

کہ تم بہشتی بن جاؤ' بچے بھی بہشت میں چلے جائیں گے اور جو بچے مر گئے ہیں وہ بھی بہشت میں چلے جاتے ہیں بغیر حساب و کتاب کے۔ اب اگر تم بغیر حساب کے بہشت میں چلا جاؤ تو کوئی کمال نہیں ہے لیکن کمال اس میں ہے کہ خدا کی رضا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اگر کسی شخص نے خدا کو راضی کر لیا' خدا کی رضا حاصل کی تو وہ شخص باکمال اور عقل مند کہلائے گا۔

انسان ایسا کام کرے کہ اس کا دل خدا کی جگہ بن جائے یہ قیمت رکھتا ہے نہ یہ کہ تم بہشت چلے جاؤ بالفاظ دیگر "بہشت میں جانا کوئی کمال نہیں بلکہ اپنے دل کو خدا کا گھر بنا لینا کمال ہے"۔ اس دنیا میں اس کا دل خدا کی جگہ ہو خدا کا عرش اس کا دل ہو **قلب المومن عرش الرحمن** کونسا شخص اپنے دل کو عرش خدا بنا سکتا ہے' خدا کی جگہ بنا سکتا ہے؟ وہ شخص جو رذائل سے اپنے آپ کو خالی کرنے اور اچھی صفات سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی منزل سے گزرے۔ یعنی وہ شخص جو اپنے اندر سے رذائل کا درخت اکھاڑ پھینکے اور اس کی جگہ فضیلت کا پودا لگا کے اس کی آبیاری کرے اور اس مقصد کے لیے گھر بہترین جگہ ہے۔ کسی کا قصور معاف کرنا' فداکاری وایثار اچھی فضیلتیں ہیں اور تنگ نظری' غصیلا پن' جھگڑالو' بدکلامی' انتقام جوئی وغیرہ ایسی صفات ہیں کہ جو درندے بھی رکھتے ہیں اور ان بیماریوں یعنی تنگ نظری کو ختم کرنا' بخل کو ختم کرنا' اور اپنے آپ کو ایثار اور فداکاری سے مزین کرنے کی بہترین جگہ اور دوا گھر ہے۔

صحیح تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ مار دھاڑ نہ ہو۔ بنیادی طور پر قوی کا ضعیف پر غالب آنا حیوانی صفات میں سے ہے۔ مرد قوی ہے تو کیا اس لیے کہ اپنی عورت کو مار سکے۔ آپ دو حیوانوں کو گھاس ڈال کر دیکھیں کہ ان میں سے جو

قوی ہوگا وہ کمزور کو پیچھے دھکیلتا ہے اور گھاس خود کھالیتا ہے جیسا کہ آج کل دنیا میں امریکہ کررہا ہے۔ اور تمام وہ ممالک جو اپنے آپ کو سپر طاقت سمجھتے ہیں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق پیش کرتے ہیں یعنی ان کا کام مستضعفین کا خون چوسنا ہے۔ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو گھر میں مارے تو گویا یہی قانون اس میں بھی موجود ہے اور وہ عمل کررہا ہے۔ پس وہ مرد حیوان ہے' وہ نہ تو انسان ہے اور نہ مسلمان۔ اگرچہ عورت سو فیصد غلطی پر ہو پھر بھی اس کو نہیں مارنا چاہیے اگر خدانخواستہ اس کو مارے اور اس کا چہرہ سرخ ہوجائے ایک مثقال سونا اس کو دینا پڑے گا مقروض بن جائے گا اور اگر اس کو مارے اس کا بدن سیاہ ہوجائے تو تین مثقال سونے کا مقروض ہوجائے گا اگرچہ سو فیصد غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا عورت کو مارا جاسکتا ہے؟ کیا بچے کو ایسے ہی مارا جاسکتا ہے؟ کیا گالی دی جاسکتی ہے؟ یہ انسان کے نہیں بلکہ حیوان اور درندوں کے کام ہیں' ایسا شخص صدام اور ریگن کی طرح مجرم ہے۔ اس لیے قیامت کے دن اس کے لیے آگ کا ایک خیمہ تیار کریں گے اور ظالم جو بھی ہوگا چاہے مرد ہو یا عورت' عورت کو مارا ہو یا عورت نے شوہر سے بدکلامی کی ہو' اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ روایت میں ہے کہ اگر کسی نے ظالم کی دوات میں پانی ڈال دیا تو گویا اس نے ظالم کی مدد کی ہے۔ سب کے سب اس آتشی خیمے میں ہوں گے یہاں تک کہ لوگ حساب سے فارغ ہوں گے اور ان سب کو جہنم کی طرف لے جائیں گے اس کے عذاب کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ اپنی بیوی کو گھر میں مارتا تھا۔ اگر وہ ریگن کی جگہ پر ہوتا تو پوری دنیا کو مارتا' اگر وہ ایک سپر طاقت کا مالک بنایا جاتا تو پوری دنیا کو مارتا' اگر پوری دنیا پر اس کی قدرت ہوتی تو پورے جہاں کے لوگوں پر ظلم کرنے سے دریغ نہ کرتا۔ اسی طرح

صوبہ، شہر، دیہات وغیرہ پر وہ ظلم کرتا اگر قدرت نہ ہو تو پھر فقط گھر میں بیوی کو مارتا ہے، بچے کو مارتا ہے اگر گھر میں عورت اس مرد پر مسلط ہو تو وہ چوہے کو مارتا اور ظلم کی عادت مارنے کی عادت اس میں موجود ہے۔ قدرت اتنی ہے کہ وہ چوہے کو مار سکتا ہے، بیوی کو مار سکتا ہے وگرنہ وہ دنیا کو مارتا۔

وہ کونسا شخص ہے کہ جو اپنے اندر عفو و درگزر اور ایثار و فداکاری کا مقام پیدا کرے؟ کونسا شخص ہے جو تنگ نظری کو ختم کرکے اس کی جگہ وسعت نظری پیدا کرے؟ وہ خاتون جو مرد کی بدسلوکی اور بداخلاقی کے ذریعے اپنے آپ کو بنالے، اپنے شوہر کی بات کو باہر نہ لے جائے حتیٰ کہ اپنے والدین تک کو نہ بتائے! ہے کوئی ایسی خاتون جو شوہر کی بدی پر صبر کرے اور یہ کہے کہ خدایا تیرے لیے صبر کرتی ہوں کیونکہ تو نے صبر کا حکم دیا ہے۔ خدایا تو مجھے بخش دے اور اس کو بھی کہ جس نے مارا ہے بخش دے۔ خدایا ہم دونوں کی ہدایت فرما۔ خدایا ہم دونوں کو تو بہشتی بنا۔ بس یہ خاتون وسعت نظری، فداکاری اور ایثار کا مقام پا سکتی ہے۔ اور یہی وہ خاتون ہوگی جو جناب زہرا علیہا السلام کے ساتھ محشور ہوگی۔ کیونکہ جناب زہرا علیہا السلام وسعت نظر رکھتی تھیں۔ ایثار اور فداکاری رکھتی تھیں۔ روزہ رکھی ہوئی ہیں مہمان بھی ہے صرف پانچ روٹیاں اپنے دست مبارک سے تیار کرچکی ہیں جب فقیر آتا ہے، آواز دیتا ہے اے آل رسولؐ میں ایک فقیر ہوں میری مدد کرو تو جناب فاطمہؑ اپنی روٹی لیجا کر اس فقیر کے حوالے کردیتی ہیں اپنے بچوں کی روٹی بھی دے دیتی ہیں اور پانی سے افطار کرلیتی ہیں۔ پہلے دن، دوسرے دن، تیسرے دن اہل بیتؑ اپنا طعام دے دیتے ہیں اور خود پانی سے افطار کرلیتے ہیں اور بغیر کھانے کے سوجاتے ہیں آیت مجیدہ ان کی شان میں نازل ہوتی ہے:

آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ روٹی کے محتاج نہیں تھے۔ وہ روٹی کھانا چاہتے تھے اور بہت زیادہ بھوک بھی لگ رہی تھی کیونکہ افطار کا وقت تھا۔ دن بھر روزے سے تھے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا (سورہ دھر آیت ۸)

"اور اس کی محبت میں محتاج، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

وہ خاتون جو مصیبتوں کو گلے لگائے، بلاؤں کا مقابلہ کرے اور وہ مرد جو صبر رکھتا ہو بلاؤں اور مصیبتوں پر، گھر میں صبر و فداکاری سے کام لیتا ہو تو وہ مرد قیامت کے دن جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ محشور ہوگا۔

ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (سورہ حشر آیت ۹)

"اور اگرچہ اپنے اوپر تنگی ہی (کیوں نہ) ہو دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔"

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک انار جناب زہراؑ کے لیے خرید لیا حضرت زہرا **علیہا** السلام بیمار تھیں۔ ایک عدد انار لیکر آرہے تھے ایک اندھا فقیر جو بیمار تھا مولا امیر المومنینؑ اس کے پاس گئے احوال پرسی کی تو اس اندھے فقیر نے کہا مولا ایک انار ملتا تو اچھا رہتا۔ امیر المومنینؑ نے وہ انار جو آپ حضرت زہرا **علیہا** السلام کے لیے لائے تھے، اسے دے دیا۔ وہ شخص جو قیامت کے دن امیر المومنینؑ کے ساتھ ہونا چاہتا ہے اسے اس کے لیے ایثار، فداکاری اور صبر و درگزشت کی ضرورت ہے۔ معنی شفاعت یعنی تشابہ اگر آپ اہل بیتؑ کی شفاعت کے خواہشمند ہیں تو

مردوں کو چاہیے کہ وہ امیرالمومنینؑ کے ساتھ تشابہ پیدا کریں اور خواتین اگر جناب زہرا علیہا السلام کی شفاعت کی خواہش رکھتی ہیں' تو جناب زہرا سلام اللہ علیہا سے تشابہ پیدا کریں۔ یعنی ایثار' فداکاری اور مصائب پر صبر کریں۔

شہدا کے رشتہ دار! اگر صبر کا دامن تھام لیں پھر تم سے زیادہ کوئی خوش قسمت نہیں۔ جگر کا داغ کھانے والے باپ' مائیں' بے شوہر عورتیں وہ عورتیں جو شہداء کے یتیم بچوں کی تربیت کرتی ہیں! میں آپ سب کو مبارک باد دیتا ہوں کیونکہ شہید ایک مرتبہ جام شہادت نوش کرکے اس مقام تک پہنچ گیا جو انبیاء واصیاء کے بعد کا مقام ہے۔ اور یقین جانو کہ آپ سب اس ثواب میں روزانہ کے شریک ہیں۔ اگر شہید ایک مرتبہ میدان جہاد میں گیا اور شہید ہوگیا ہے تو اے خاتون تم روزانہ میدان جہاد میں ہو۔ آپ تمام ہمیشہ میدان جہاد میں ہیں۔ جب بھی میں شہید معظم کے ورثاء کے بارے میں سوچتا ہوں تو یقین کریں کہ میرے اندر ایک تلاطم پیدا ہوجاتا ہے ان بے سرپرست عورتوں کی زندگی' یتیموں کی پرورش کرنے والی عورتیں بہت مشکل کام ہے۔ لیکن انسان جب نتیجے پر نظر رکھتا ہے تو یہ تمام مصیبتیں اور مشکلات آسان ہوجاتی ہیں۔ جب ایک خاتون یہ دیکھتی ہے کہ صبر کے ذریعے صبر کا ملکہ پیدا کرسکتی ہے' ماں باپ جب یہ دیکھتے ہیں کہ صبر کے ذریعے مقام تخلیہ وحلیہ اور مقام فضیلت تک پہنچ سکتے ہیں تو پھر ان پر یہ تمام مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں۔

یہ تو معلوم ہے کہ فقراء کے لیے زندگی مشکل ہے۔ بے ایمانی کے بعد کوئی اور فقر زیادہ برا نہیں ہوسکتا۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ اگر یہ فقیر اپنی غربت پر صبر کرے۔ وہ خاتون جس کا شوہر اتنا خرچ نہیں کرسکتا جو کرنا چاہیے' صبر کرے اور شوہر سے گستاخی نہ کرے اور اس کا شکریہ ادا کرے۔ اور شوہر کا

دل بہلائے کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کس مقام پر فائز ہو جاتی ہے۔ روایت میں ہے کہ فقراء قیامت کے دن آئیں گے تو خداوند تعالیٰ ان سے عذر خواہی کرے گا۔ یعنی وہ شخص کہ جس کا دل چاہتا ہے کہ اس کے بچے' اس کی بیوی آرام سے زندگی گزاریں لیکن وہ اپنی آرزو کو پوری نہ کرسکا۔ اور وہ خاتون جو اپنے بچوں کو آرام میں دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کا شوہر اخراجات پورے نہ کرسکا لیکن بیوی نے صبر کیا اور شوہر کے سامنے گستاخی نہ کی جب یہ لوگ محشر میں آئیں گے تو خدا ان سے معذرت کرتا ہے تو پھر اس سے بڑھ کر مقام اور کیا ہو سکتا ہے؟ روایات میں ہے کہ یہ فقراء اور یہ دردمند لوگ یہ دنیا میں مصیبتیں اٹھانے والے جب قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ان سے عذر خواہی کرے گا تو یہ لوگ اتنا خوش ہوں گے اور کہیں گے اے کاش دنیا میں ہر روز ہمیں قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تو ہم آج کے روز اس سے بھی عالی مقام پا لیتے لیکن اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اسی دنیا میں صبر کی قوت پیدا کریں۔

گھر یعنی مکتب

کونسا مکتب! دو کام والا مکتب کیونکہ اس مکتب میں انسان صفات رذیلہ کو ختم کرسکتا ہے دوسرا یہ کہ اس دل کے اندر فضیلت کا پودا لگا کر اس کی آبیاری کرسکتا ہے اے خاتون! اگر تو بدتمیز اور بد اخلاق شوہر رکھتی ہے تو خدا کے لیے صبر کر تاکہ آہستہ آہستہ تیرے دل کے اندر صبر کا ملکہ پیدا ہو جائے اگر ملکہ صبر تیرے دل کے اندر پیدا ہو گیا تو پھر وہ ساری دنیا بلکہ دنیا و آخرت سے بھی بہتر ہے۔ مرد حضرات اگر بد اخلاق بیوی رکھتے ہوں تو صبر سے کام لیا کریں تاکہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس جزع اور فزع کو اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے اندر ملکہ صبر کو زندہ کرسکیں۔ اور جان لو کہ بری

صفت کو ختم کر کے اس کی جگہ صبر نام کی جس صفت کو زندہ کیا وہ دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے بلکہ بہشت اور بہشت کے اندر جو کچھ ہے اس سے بھی بہتر ہے اور خداوند عالم تجھ پر درود بھیجتا ہے **اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمتہ**

"یہ وہی لوگ ہیں جن پر انکے پروردگار کی طرف سے رحمت اور درود نازل ہوتا ہے"۔

نماز شب سے بھی بڑھ کر

دوسرا فائدہ تشکیل خاندان کا یہ ہے کہ گھر اور تشکیل خاندان مسجد بلکہ اس سے بھی بلند ہے۔ کیونکہ ایک عورت کی شوہرداری کا ثواب' اسی طرح ایک مرد کی ہمسرداری کا ثواب' اور تربیت اولاد کا ثواب' ہر **مستحب** نماز سے زیادہ ہے یہاں تک کہ نماز شب سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے نماز شب بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور بقول قرآن پاک مقام محمود تک پہنچاتی ہے۔

ومن اللیل فتھجد بہ نافلتہ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹)

نماز شب پڑھا کر تاکہ خداوند عالم تجھے مقام محمود کی طرف بڑھائے۔ مقام محمود کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے جب تک کہ اس تک نہ پہنچے لیکن نماز شب سے زیادہ ثواب اس میں ہے کہ ایک ماں رات کے نصف حصے میں اٹھ کر اپنے بچے کو دودھ پلائے پیار کرے تاکہ وہ سو جائے۔ ایک خاتون رات کو شوہر داری کرے اور ایک مرد رات کو ہمسرداری کرے۔ روایت میں ہے کہ اگر ایک شوہر اور بیوی غسل جنابت کریں تو ان کے تمام گناہان کبیرہ محو ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح روایات میں ہے کہ اگر کوئی عورت یا مرد غسل جنابت کریں تو ان سے گرنے والے پانی کا ہر قطرہ ایک فرشتہ بن جاتا ہے تاکہ روز قیامت تک ان کے لیے استغفار کرے۔ اگر عورت حاملہ ہو جائے تو اس کا ہر سانس عبادت ہے' اس کے حمل کی بارداری کی مشکلات عبادت ہیں۔ جب بچہ دنیا میں آجاتا ہے جس طرح سے بچہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح یہ ماں بھی گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ خطاب ہوتا ہے اے خاتون! اپنے عمل کو آج سے دوبارہ شروع کر اب ہوشیاری سے کام لے پھر سے تمہاری زندگی میں گناہ نہیں ہونا چاہیے اسی طرح وہ مرد جو اپنی بیوی کی گھر میں مدد کرتا ہے بہت زیادہ ثواب پاتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ ایک دن حضرت فاطمہؑ کے گھر داخل ہوئے دیکھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سبزی صاف کر رہے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علیؑ آپ جانتے ہیں کہ اپنی بیوی کا ہاتھ بٹانا کتنا ثواب رکھتا ہے۔ آپؐ نے اس کا ثواب شہید کے ثواب جتنا بتایا۔

ایک عورت نے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس ایک پیغام ہے اور میرا یہ پیغام صرف مدینہ کی عورتوں کا نہیں ہے بلکہ قیامت تک کی تمام عورتوں کا ہے اور وہ یہ کہ اسلام میں یہ طبقاتی اختلاف کیوں؟ مرد عورتوں سے امتیاز کیوں رکھتے ہیں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام عورت کے مقابلے میں مرد کے لیے کسی امتیاز کا قائل نہیں ہے۔ کہا عورتیں بچوں کی وجہ سے جمعہ اور جماعت میں نہیں جاسکتی ہیں۔ مجلسوں میں مریض کی عیادت کرنے' تشیع جناز کرنے میں' مستحب حج کرنے میں اور اس سے بھی زیادہ اہم جو حج ہے نہیں جاسکتی ہیں جبکہ مرد حضرات یہ سب

عبادات انجام دیتے ہیں اور ہم عورتوں کا کام فقط بچوں کی پرورش اور گھر کے کام ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور تبسم فرمایا اور اس کے بعد فرمایا مدینہ کی عورتوں کے لیے اور قیامت تک کی عورتوں کے لیے اس کا جواب یہ ہے۔

حسن تبعل احدا کن لزوجھا وطلبھا مرضاتہ واتباعھا موافقتہ یعدل ذالک کلہ

فرمایا اگر عورت شوہرداری کرے اور شوہر کو خوش رکھے تو اس کا یہ عمل جمعہ وحج مستحب' اور دوسری تمام عباداتوں کے برابر ہے۔ تمام بیویوں' چاہے وہ مزدور کی بیوی ہو یا کاریگر کی ہو یا فلسفی کی' یا دیہاتی کی ہو یا شہری کی ہو سب کے لیے یہی حکم ہے۔ مگر آج کل کی خواتین راستہ بھٹک گئی ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا ہے بھول چکی ہیں۔

روایت میں ہے کہ اگر کوئی خاتون ایک افطار کی روٹی پکائے' کھانا تیار کرے اور بچوں اور گھر والوں کو کھلائے تو اس کا ثواب ایک شہید کا ثواب رکھتا ہے۔ خاتون خیال کرتی ہے کہ ثواب فقط مکہ جانے میں ہے' نہیں۔ کسی خاتون نے مجھ سے کہا کہ آقا میرے لیے دعا کریں میں مستحب حج کے لیے مکہ جاسکوں میں نے ان سے پوچھا کہ مستحب حج کا ثواب چاہتی ہو؟ تو پہلے فقراء' ضعفاء اور بیمار لوگوں پر خرچ کرو ضرورتمند لوگوں پر خرچ کرو کیونکہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی ضرورت مند کے اہل خانہ کو ایک ہفتے تک کھانا کھلاؤں تو وہ میرے لیے ۷۰ حج سے بہتر ہے۔

یہ سن کہ اس خاتون نے ایک قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا اور چہرے کا رنگ فق ہوا اور کہا کہ اگر آپ کرسکتے ہیں تو کریں۔ میں تو مکہ جانا چاہتی ہوں۔

ایک خاتون شوہرداری کے ثواب کو فراموش کرچکی ہیں اسی طرح بچہ داری اور امور خانہ داری کے ثواب کو فراموش کرچکی ہیں۔ ایک مرد کا زحمت اٹھانا بال بچوں کے لیے عظیم ثواب کا حامل ہے۔ الکاد لعیالہ کالمجاہد فی سبیل اللہ یعنی وہ شخص جو اپنے بال بچوں کے لیے محنت کرتا ہے گویا وہ میدان جہاد میں جنگ کررہا ہے۔ یعنی اے مرد تیرا کام' تیری مزدوری جہاد کا ثواب رکھتا ہے۔ اگر تیرا کام بال بچوں کی بہبودی کے لیے ہو۔ تمہارا تبسم عورت کی طرف' تمہارا شکریہ ادا کرنا بیوی سے' اس کے لیے کام کرنا تیرے لیے حورالعین ہوجاتا ہے۔ آپ حورالعین کہنے سے دنیا کی عورتوں سے حورالعین کا موازنہ نہ کریں حورالعین وہ ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی دنیا میں آئے تو پھر دنیا والوں کو چاند کی ضرورت باقی نہ رہے گی اگر ان میں سے ایک دنیا میں آجائے تو پھر دنیا کے تمام مرد اس کے عشق سے مرجائیں۔ وہ مرد جو گھر میں داخل ہوکر اپنی بیوی کی طرف ایک تبسم کرے اور وہ خاتون جو شوہر کے گھر میں داخل ہوتے ہی ایک تبسم کرے ایک دوسرے کو خوش آمدید کہیں تو گویا انہوں نے اپنے لیے ایک حورالعین تیار کرلی ہے۔ اور جو بھی اس دنیا میں حورالعین' باغات اور قصر وغیرہ کی خواہش رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس دنیا میں تیار کرے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج ان لوگوں کو دیکھا جو بہشت میں کام کرتے ہیں وہ کبھی کام کرتے ہیں اور کبھی بیکار رہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ یہاں کا میٹریل دنیا سے آتا ہے جب پہنچ جاتا ہے فرشتے کام کرتے ہیں جب نہیں آتا رک جاتے ہیں۔

بارہویں مجلس

گھر میں محبت اور رحمت

ہماری بحث محبت اور رحمدلی کے بارے میں ہے۔ شاید ہی اس سے بہتر بحث فصل ہائے گزشتہ میں ہوئی ہو۔ لہٰذا اس موضوع میں کچھ زیادہ تجزیہ اور تحقیق کریں گے۔ امید ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ (عج) ہم پر لطف فرمائیں گے تاکہ ہم اس فصل کے مطالب بیان کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

اس دنیا میں محبت کشش ثقل کی طرح ہے۔ جس طرح یہ جہان کشش ثقل کی بناء پر قائم ہے۔ اسی طرح سے گھر اور خاندان بھی محبت اور رحمدلی پر قائم ہے۔ اس دنیا میں ذرے سے لے کر کہکشاں تک سارے کے سارے اجسام کشش ثقل کے بل پر قائم ہیں۔ اگر ایک لمحہ کے لیے اسے ہٹادیا جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور کلی طور پر جہان فطرت نابود ہو کر رہ جائے گا۔ پس اسی طرح اگر گھر کے اندر محبت نہ ہو تو وہ گھر تباہ ہونے والا ہے‘ اگر ایک خاندان کے اندر محبت نہ ہو تو وہ خاندان بکھر کر رہ جانے والا ہے۔ پس ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ گھر جس میں مہر و محبت نہیں وہ اس قبر کی طرح ہے جس میں عذاب ہے۔ جس گھر میں محبت نہ ہو تو اس میں حقیقی زندگی نہیں بلکہ

ہم اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ بغیر محبت کے زندگی ایک قسم کی تدریجی موت ہے۔ اور وہ بھی مصیبتوں اور تکلیفوں کے ساتھ۔ پروردگار عالم کی مہربانی یہ ہے کہ جب خاندان تشکیل پاتا ہے تو فطری محبت عنایت فرماتا ہے۔ رحمت اور فطری دکھ درد عطا کرتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

ومن ایاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمته (سورہ روم آیت ۲۱)

"اور اللہ کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر چین و سکون حاصل کرو اور تم لوگوں کے درمیان محبت اور الفت پیدا کردی"۔

قرآن کہتا ہے کہ اس جہان میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے مرد کے لیے عورت کو تخلیق کیا ہے تاکہ وہ ایک خاندان کو تشکیل دیں۔ اور ایک دوسرے کے لیے آرام بخش ہوں۔ اور اسی تشکیل خاندان کے لیے تمہارے آپس میں محبت اور رحمت کو قرار دیا۔ اور جو کمی اس میں رہتی تھی اسے پورا کیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر بنیاد کے لیے مٹی اور گارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی گھر کو صرف پتھر اور لوہے سے نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ بلکہ ان چیزوں کے ساتھ مٹی اور گارے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ پس ازدواجی بنیاد بھی اسی طرح ہے۔ اگر آپ کو یاد ہو تو ابتدائی ایک مجلس میں، میں نے ایک روایت پڑھی تھی جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما بنی بناء فی الاسلام احب الی اللہ عز و جل من التزویج (وسائل شیعہ جلد ۱۴ ص ۳)

ازدواجی بنیاد سے افضل کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس بنیاد کا گارا اور مٹی محبت اور رحمت ہیں۔ جس طرح ایک عمارت کی بنیاد میں گارا نہ ہو تو سوائے ویرانگی کے کچھ نہیں' بالکل اسی طرح اگر کسی گھر میں محبت نہ ہو تو وہ گھر ویران اور بربادی کی تصویر بن جاتا ہے۔

اس سلسلے میں دو چیزیں زیر بحث آتی ہیں ایک بحث تو یہ ہے کہ کونسی چیزیں اس خداداد محبت کو ختم کرتی ہیں اور دوسری بحث یہ ہے کہ کونسی چیزیں گھر اور ازدواجی زندگی میں محبت کو بڑھاتی ہیں۔

(الف) محبت کیلئے آفات

(۱) تند خوئی

پہلی چیز جو گھر کے اندر شیشہ محبت کو توڑ ڈالتی ہے وہ تند خوئی ہے یعنی غصہ اور بداخلاقی شیشہ محبت کو جلدی توڑ دیتی ہیں۔ اگر عورت مرد کے ساتھ بدزبان اور غصہ ور ہو تو اس کا پہلا جملہ مرد کے جذبات پر چوٹ لگاتا ہے۔ اسی طرح اگر مرد بداخلاق اور غصیلہ ہو تو اس کی ابتدائی بداخلاقی یا اسکی ابتدائی سخت کلامی پہلی بار تو محبت پر چوٹ لگاتی ہے اور اگر خدا نہ کرے دونوں کی طرف سے یہ سلسلہ جاری رہے تو پھر محبت کا شیشہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محبت نفرت اور سنگدلی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ زبان کا زخم لگ جائے تو پھر اس کا بھرنا مشکل ہے۔ مرد اگر عورت سے یہ کہے کہ دیکھو فلاں عورت کتنی اچھی ہے۔ اسی طرح اگر عورت مرد سے کہے کہ فلاں مرد کتنا اچھا ہے۔ یہ جملہ مذمت کے قابل ہے کیونکہ یہ نہ صرف محبت ختم کرتا ہے بلکہ دل میں نفرت پیدا کرتا ہے نہ صرف رحمت اور دلسوزی کو ختم کرتا ہے بلکہ قساوت

اور سنگدلی لے آتا ہے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ گھروں میں اس قسم کی حرکت نہ کریں۔

(۲) گالی گلوچ اور مار پیٹ

گالی گلوچ اور ناحق مار پیٹ بالکل ہماری بحث سے مربوط نہیں ہے اور میں بار بار کہتا ہوں کہ اگر کسی مرد کی زبان میں یا کسی عورت کی زبان میں نعوذباللہ گالی گلوچ ہو تو جان لو کہ اس مرد اور اس عورت کی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ خدا و پیغمبرؐ اور ائمہ طاہرینؑ اس سے ناراض ہیں۔ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہمیشہ کا ساتھی تھا۔ امام صادق علیہ السلام جہاں جاتے تھے یہ شخص امامؑ کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ ایک دن امام صادق علیہ السلام سفر میں تھے۔ اور وہ بھی آپؑ کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس شخص کا غلام پیچھے رہ گیا اس شخص نے غلام کو آواز دی غلام نے نہیں سنا دوسری مرتبہ آواز دی غلام نے نہ سنا اور جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ یہ شخص غصے میں آگیا اور غلام سے کہنے لگا "یابن الفاعلہ" یعنی اے زنازادے۔ جونہی اس شخص نے زبان گندی کی اور گالی دینے لگا امام علیہ السلام بیٹھ گئے اور ہاتھ کو پیشانی مبارک پر مارا یعنی افسوس کیا۔ پھر فرمایا سبحان اللہ تم نے اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگائی۔ میں تو آج تک تمہیں ایک اچھا انسان سمجھ رہا تھا لیکن اب معلوم ہوگیا کہ ایسا نہیں ہے۔ وہ شخص کہنے لگا یابن رسول اللہؐ اس کی ماں سندھی اور مشرک ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہر قوم اپنے لیے ایک قانون ازدواج رکھتی ہے؟ آج کے بعد تم میرے ساتھ چلنے اور رہنے کا حق ہی نہیں رکھتے۔ راوی حدیث کہتا ہے پھر اس کے بعد میں نے اس شخص کو امام کے ساتھ چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس روایت سے ہم کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں؟ اگر

کوئی شخص اپنے بچے کو گالی دے اگرچہ بچہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص بیوی کو گالی دے اگرچہ بیوی کی غلطی ہی کیوں نہ ہو۔ تو خداوند عالم اس شخص سے ناراض ہوتا ہے۔ خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ جناب زہرا علیہا السلام اور پیغمبر و ائمہ طاہرینؑ اس سے ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں۔ اور ہمارے آقا اور مولا حضرت ولی عصر (عجل) ان سے ناراض ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہی گالی مجسم بن جاتی ہے اور ایک بری شکل میں تبدیل ہوجاتی ہے اور عالم برزخ اور قیامت میں اس کے ساتھ رہے گی اور وہ شخص قیامت کے دن شرمندہ ہوگا۔

عائشہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں' دو تین یہودیوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے گستاخی کرنے کا پروگرام بنایا ان میں سے ایک پیغمبر اکرمؐ کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا'' اسام علیکم'' نعوذ باللہ ''موت ہو تیرے لیے'' پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ''علیکم'' یعنی جو کچھ تو نے کہا ہے وہ تجھ پر ہی ہو۔ عائشہ نے صبر کیا پھر دوسرا یہودی آیا اور اس نے بھی کہا ''سام علیکم'' رسولؐ خدا نے کہا ''علیکم'' تیسرا آیا اور اس نے بھی یہی کہا ''سام علیکم'' یہ دیکھکر حضرت عائشہ آپے سے باہر ہوگئیں جب آدمی صبر نہ کرسکے تو انصاف مشکل ہوتا ہے۔ فرمایا یابن القردۃ والخنازیر کیا کہتے ہو؟'''' اے سور اور خنزیر کے بچے کیا کہتے ہو؟'' عائشہ نے قرآن سے یاد کرلیا تھا چونکہ یہودی وہ ہیں جنکے ماں باپ خوک اور خنزیر ہوگئے ہیں۔ حضرت عائشہ نے گالی دی پیغمبر اکرمؐ ناراض ہوگئے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور فرمایا عائشہ! تو نے کیا کہا؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا یا رسولؐ اللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا انہوں نے

جو کچھ کہا تھا میں نے اس کا جواب دے دیا پھر گالی نہیں دینا چاہیے۔ اسکے بعد فرمایا عائشہ! کیا تم نہیں جانتی کہ اگر گالی مجسم ہو جائے تو ایک بہت بری شکل بن جاتی ہے؟ اور وہ بری شکل انسان کے ساتھ قبر اور عالم برزخ میں ساتھ رہے گی۔

یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینها وبینہ امدا بعیدا (سورہ آل عمران آیت ۳۰)

جس دن ہر شخص نے جو کچھ (دنیا میں) نیکی کی ہے اور جو کچھ برائی کی ہے اسکو موجود (پائے گا) اور آرزو کرے گا کہ کاش اس کی بدی اور اس کے درمیان زمانہ دراز حائل ہو جاتا"۔

یعنی قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ ہر نیک کام جو آپ دنیا میں انجام دیں گے وہ قیامت کے دن آپ کا ساتھی بنے گا اور انسان کے برے کام ایسی بری شکلوں کے ساتھ انسان کے ساتھی بن جاتے ہیں کہ اس دن انسان رسوا ہو جاتا ہے۔ بقول قرآن اس وقت انسان کہتا ہے اے کاش میں اور میرے برے اعمال میں ایک بہت بڑا فاصلہ ہوتا۔

"**تود لو ان بینها و بینہ امدابعیدا**"

لہذا ایک مسلمان کو باادب ہونا چاہیے۔ امام صادق علیہ السلام کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت جو انہوں نے شیعوں کے لیے کی ہے۔ یہ ہے کہ اے شیعہ! باادب بنو! لوگوں کے ساتھ اس طرح سے پیش آؤ کہ لوگ امام صادق علیہ السلام کو آفرین کہیں کہ کیسا امام رکھتے ہیں۔ ایک باشخصیت خاتون کے لیے زیب نہیں دیتا کہ وہ بچوں و شوہر یا کسی اور کو گالی دے۔ اور خصوصاً

اساتذہ کلاس کے اندر اور عورت مرد کے سامنے۔ اسی طرح مار پیٹ اس قدر بڑا گناہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے فرمایا کرتے تھے اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے چہرے پر تھپڑ مارے تو وہ قیامت کے دن رسوائی کے ساتھ جہنم میں چلا جائے گا اور اس وقت مالک جہنم کو دو قسم کے خطاب ہوں گے کہ ۷۰ تھپڑ آتش جہنم سے اس کے چہرے پر مارو۔ مارنا پیٹنا حقیقی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ ایک سلجھے ہوئے انسان کا کام نہیں ہے۔ باشخصیت انسان کے ہاتھ جلدی نہیں اٹھتے۔ اب اگر کوئی عورت ایسی پیدا ہو جائے کہ جو اپنے شوہر کو مارے تو پھر یہ عورت بیوی نہیں بلکہ ایک ڈائن ہے۔ لہٰذا ہم گالی اور مار پیٹ کو بحث سے خارج سمجھتے ہیں چونکہ یہ انسان کی نہ صرف محبت بلکہ انسانیت کو ختم کر دیتے ہیں۔

(۳) زخم زبان

دوسری چیز زبان کا زخم ہے جو شیشہ محبت کو توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

من اهان لی ولیا فقد ارصد لمحاربتی (اصول کافی جلد ۴ صفحہ ۴۱)

"جس شخص نے میرے ولی کی توہین کی تو گویا اس نے میرے ساتھ جنگ کی ہے" اور پروردگار عالم نے فرمایا ہے جو شخص میرے ساتھ جنگ کرے تو میں اس کے ساتھ جنگ کرتا ہوں اور معلوم ہے کہ اگر کسی کے ساتھ خدا جنگ کرے تو وہ شخص دنیا اور آخرت میں کہاں پہنچ جاتا ہے جس کے ساتھ خدا جنگ کرے تو پھر اس کی حالت کیسی ہونی چاہیے؟

ہماری گفتگو کا سلسلہ یہ ہے کہ "ایک مرد اپنی بیوی سے کہے کہ دیکھو فلانی کتنی اچھی ہے اور بیوی شوہر سے کہے کہ دیکھو فلاں شخص کتنا اچھا ہے میں نے تو تمہارے گھر میں کوئی اچھائی نہیں دیکھی"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے فرماتے تھے اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے یہ کہے کہ میں نے تیرے گھر میں کوئی خوبی نہ دیکھی تو اس کے تمام اعمال نیک ضبط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر مرد اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ میں کوئی اچھائی نہیں دیکھی تو بھی اس کے تمام اعمال ضبط ہو جاتے ہیں' یعنی اس کے نامہ عمل میں پھر نیک اعمال درج ہی نہیں ہو پاتے۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم کسی کی توہین نہ کریں' خصوصاً خواتین۔ خواتین سے گزارش کروں گا کہ کسی دوسرے کے پاس اپنے شوہر کی تحقیر نہ کریں۔ اور مردوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے پاس اپنی بیوی کی توہین نہ کریں۔ کیونکہ اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ زخم زبان دو قسم کے ہوتے ہیں بعض زخم وہ ہیں جو جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص زبان سے زخم تو لگائے لیکن وہ دل کو زیادہ زخمی نہ کرے تو یہ ایک عقرب کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور قبر کے اندر داخل ہو جاتا ہے' اذیت دیتا اور کچھ مختصر مدت کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات زبان کا زخم شمشیر کے زخم سے کم نہیں ہوتا ہے۔ شمشیر کا زخم بہت گہرا ہوتا ہے۔ یہ پھر ایک ایسا عقرب بن جاتا ہے جو قیامت تک اس کو اذیت پہنچاتا رہتا ہے اور جہنم میں بھی اسکو ڈنک مارتا رہتا ہے اور اس کا ڈنک مارنا جہنم کی آگ سے بھی بدتر ہے۔

ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر اس سے سوال کیا گیا کہ کیسا حال ہے؟ اس نے کہا الحمدللہ میری حالت بہت اچھی ہے میرے لیے ایک اچھا باغ ہے'

حور العین رکھتا ہوں' محل رکھتا ہوں' گھومتا ہوں' ملائیکہ میرے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ میرے لیے نوکر موجود ہے۔ میری حالت بہت اچھی ہے۔ لیکن ایک چیز ہے وہ یہ کہ علی الصبح ایک بچھو آتا ہے اور میرے پاؤں میں ڈنک مارتا ہے۔ پوچھا گیا کہ آپ سے کونسی خطا ہوئی تھی کہا میں نے زبان سے ایک ضرب لگائی تھی اور توبہ کرنا بھول گیا تھا۔ میں نے اس کو معمولی سمجھ کر توبہ نہیں کی تھی گویا توبہ نہ کرکے اس بچھو کو میں نے نہیں مارا۔ توبہ کے پانی سے ہر چیز کو دھویا جاسکتا ہے۔ اور ختم کیا جاسکتا ہے اور ہر بے برکتی کو گھر سے دور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس اس شخص پر جو کسی کی توہین کرنے کے بعد کہے کہ اب مجھے آرام آگیا۔ یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کو جی بھر کر سنانا چاہتا ہوں اگر اسکو نہ سناؤں تو مجھے سکون نہیں آئے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اسکا مطلب یہ ہے کہ جی بھر کے بچھو اپنے لیے نہ بنالوں یعنی قبر کی پہلی رات سے محشر تک اپنی جان کو بچھو کے عذاب میں نہ ڈالوں تو مجھے آرام نہیں آتا ہے۔ عورت اپنی زبان سے شمشیر کی طرح زخم لگاتی ہے۔ پھر کہتی ہے کہ اب آرام آگیا نہیں خاتون! ابھی آرام نہیں آگیا ہے چونکہ تم نہیں جانتیں کہ کس قسم کا سانپ تم نے اپنے لیے تیار کیا ہے۔ ان سانپوں کو اور بچھوؤں کو وہ لوگ دیکھ پاتے ہیں جو بصیرت رکھتے ہیں۔ یعنی دل کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی گردن میں وہ سانپ لپٹا ہوا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کس وقت دیکھو گے؟ ابھی قبر میں جانے سے پہلے دیکھتے ہو' اس وقت کہ جب عزرائیل آئیں گے بقول قرآن پاک آنکھیں بہت تیز ہوں گی۔ اس وقت زخم زبان جو عورت اپنے شوہر پر لگاتی ہے دیکھے گی اور اس وقت زبان کا وہ زخم جسے شوہر نے بیوی پر لگایا ہے اور ایک سیاہ سانپ جو گردن میں لپٹا ہوا ہے یہ سیاہ

سانپ اس کے ساتھ قبر میں داخل ہو جائے گا اور قیامت تک اس کو ڈنک مارتا رہے گا۔ ضرور دیکھ لے گا زبان کا زخم کتنا خطرناک ہے اور کتنا گہرا ہے۔

مرد اور عورت کو جس چیز کا خیال رکھنا چاہیے وہ زبان کا زخم ہے۔ ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا' خصوصا دوسروں کے مقابلے میں۔ یہ چیزیں محبت پر وہ ضرب لگاتی ہیں کہ جسکی وجہ سے بعض اوقات محبت تبدیل ہو جاتی ہے نفرت میں' سنگدلی میں۔ پھر زندگی سخت ہو جاتی ہے گھر میں قبر کی طرح اندھیرا ہو جاتا ہے۔ پس اس بناء پر میں آپ حضرات اور خواتین سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ زبان بند رکھیں اور اس مصیبت سے اپنے آپکو نجات دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ ایمان کی چیزوں میں سب سے زیادہ مضبوط کونسی چیز ہے۔ یعنی کونسی چیز انسان کی نجات کا سبب بن سکتی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ہو۔ ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ نماز' دوسرے نے کہا روزہ' تیسرے نے کہا زکوٰۃ' چوتھے نے کہا راہ خدا میں جہاد' ہر کسی نے کچھ نہ کچھ کہا لیکن درست جواب نہ دے سکے پھر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا یہ جو کچھ لوگوں نے کہا ہے خوب ہے لیکن سب سے زیادہ مضبوط اور محکم چیز **الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** "سب سے زیادہ نجات دینے والی چیز یہ ہے کہ انسان اللہ کے لیے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دوستی رکھے اور اللہ کے لیے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھے"۔ یعنی اپنی بیوی کے ساتھ خدا کے لیے دوستی رکھے اس لیے کہ وہ ایک مسلمان ہے اس لیے نہیں کہ وہ اس کی خواہشات کو پورا کرتی ہے۔ اگر اس لحاظ سے محبت کرے تو پھر وہ مردانگی نہیں بلکہ یہ کام تو حیوانوں کی صفت ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کردیا کہ خواہشات کی تکمیل ازدواج میں ایک چھوٹا سا فائدہ

ہے۔ مرد کو عورت کے ساتھ محبت رکھنا چاہیے اس لحاظ سے کہ وہ مسلمان ہے اور عورت کو اپنے مرد کے ساتھ محبت رکھنا چاہیے کہ اسکا مرد مسلمان ہے۔ خاتون کو فخر کرنا چاہیے کہ اس کا شوہر مسلمان ہے۔ اسی طرح مرد فخر کرے کہ اس کی بیوی مسلمان ہے' نماز گزار ہے' روزہ دار ہے۔

محمد بن حکیم کہتا ہے کہ ہم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک بوڑھا روشن ضمیر اور کمر خمیدہ قسم کا شخص عصاء کا سہارا لیے آیا سب سے پہلے امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کیا اس کے بعد سب کو ایک ایک کرکے سلام کیا۔ پھر امام علیہ السلام سے کہنے لگا یا بن رسولؐ اللہ میں آپؑ کے پاس بیٹھنا چاہتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا بیٹھ جاؤ' بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا بن رسولؐ اللہ میں آپ کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور آپکے حرام کیے ہوئے کو حرام جانتا ہوں اور آپکے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اس لیے نہیں کہ میرے رشتہ دار ہیں بلکہ اس لیے ان سے دوستی رکھتا ہوں کہ وہ آپکے دوست ہیں اور آپکے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں اس لیے نہیں کہ میں ان سے دشمنی رکھتا ہوں بلکہ ان سے اس لیے دشمنی رکھتا ہوں کہ وہ آپ کے دشمن ہیں میری حالت یہی ہے۔ کیا میں اہل نجات میں سے ہوں؟ امام محمد باقر علیہ السلام بہت خوش ہوگئے اور فرمایا خوش رہو۔ میں اپنے والد امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی باتیں کہیں کہ یا بن رسولؐ اللہ میں آپ کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور آپ کے حرام کیے ہوئے کو حرام جانتا ہوں آپکی خاطر آپکے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اور آپکے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں کیا میں اہل نجات میں سے ہوں؟ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا تیرا دل خوش رہے' تمہاری موت کے

وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت امیر المومنین جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام، حسن و حسین علیہم السلام آئیں گے۔ اور اس وقت تمہیں آب کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور خشنودی کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے پاس داخل ہو جاؤ گے۔ محمد بن حکیم کہتا ہے جب امام محمد باقر علیہ السلام نے اسکو یہ روایت سنائی تو وہ بوڑھا شخص خوشی سے رونے لگا اور کہنے لگا کہ یا بن رسولؐ اللہ اس روایت کو ایک بار پھر سے دہرائیں اور امام محمد باقر علیہ السلام نے روایت کو دوبارہ پڑھا۔ پھر اس کے بعد اس بوڑھے شخص میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا اور امام محمد باقر علیہ السلام اسکو ہوش میں لائے۔ ہوش میں آنے کے بعد بطور تبرک اس نے اپنے ہاتھوں کو امام محمد باقر علیہ السلام کے جسم مبارک سے مس کیا۔

پیغمبر اکرم بکری کا دودھ دھویا کرتے تھے۔ جھاڑو مارتے، روٹی پکاتے تھے ہم اسی وقت عزت دار ہیں جب ہم گھر میں بیوی کی مدد کرتے ہیں۔ گھر کے اخراجات مشکل ہیں، سنگین ہیں، لوگوں کے ساتھ لین دین رکھنا مشکل کام ہے، آپ کا شوہر صبح سویرے دفتر چلا جاتا ہے دفتر میں آنے جانے والے لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا بہت مشکل کام ہے۔ آپ کا شوہر آپ اور آپکے بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے دن بھر محنت کرتا ہے اور رات کو اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیند کی ضرورت ہے، آرام کی جگہ کی ضرورت ہے، بدزبانی، بداخلاقی اور سخت کلامی سے آپ اسے آرام نہیں دے سکتیں۔ خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے جو کچھ پسند کرتی ہے اپنے شوہر کے لیے بھی پسند کرے، شوہر غصہ کرے تو خاتون کو چاہیے کہ وہ تبسم اور مسکراہٹ سے کام

لے اور تھکاوٹ اور بوریت کو اس سے دور کرے۔

مرد جب گھر میں داخل ہو جائے اور بیوی کو اس لباس میں نہ پائے جسے وہ پسند کر رہا ہے تو درگزر کرے۔ اگر بیوی ترش رو ہے' بد اخلاق ہے جب گھر میں داخل ہو رہا ہے بیشک آپ میں تھکاوٹ ہے' بیشک آپ دفتر سے بور ہو کر آ رہے ہیں لیکن مسکراہٹ کے ساتھ گھر میں داخل ہونا چاہیے' جو تم اپنے لیے چاہتے ہو وہی اس کے لیے پسند کرو اور جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو وہ اسکے لیے بھی پسند نہ کرو' خدا کی رحمت دنیا و آخرت میں آپ کے شامل حال ہو انشاء اللہ تعالیٰ۔

تیرہویں مجلس

روایت امام حسن علیہ السلام

آج عید کا دن ہے' ایک بڑی عید ہے کیونکہ ولادت باسعادت امام مجتبیٰ سلام اللہ علیہ کا دن ہے اور اس عید سعید کے دن میں اپنی اور آپ عزیزوں کی طرف سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ساتھ ہی اس بات کا امیدوار ہوں کہ آنحضرتؐ آج کے دن ہماری اس مجلس پر نظر لطف فرمائیں گے اور ہم اپنی حاجات کی قبولیت کے ساتھ مجلس سے واپس جائیں۔ پس اسی مناسبت سے پہلے ایک روایت امام حسن علیہ السلام کی سناتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ روایت ہماری زندگی کے لیے نمونہ عمل قرار پائے گی۔

ایک دن ایک شخص امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور امامؑ سے درخواست کی کہ ان کی ضرورت پوری کریں۔ امام علیہ السلام اس کے ساتھ باہر چلے گئے راستے میں امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تو اس شخص سے پوچھا کہ آپ نے میرے بھائی سے رجوع کیوں نہیں کیا؟ اس شخص نے کہا یابن رسولؐ اللہ میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام مسجد میں معتکف تھے۔ امام حسن علیہ السلام نے اس وقت ایک جملہ ارشاد فرمایا جسے ہمیں نمونہ عمل

قرار دینا چاہیے۔ فرمایا!

اما انه لو اعانک کان خیرا له من اعتکافه لشهرا

(بحار ج جلد ۷۴ ص ۳۳۵)

یعنی اگر آپ امام حسینؑ سے رجوع کرتے اور وہ آپ کی حاجت پوری کرتے تو ان کے لیے مسجد میں ایک ماہ کے اعتکاف کرنے سے زیادہ ثواب تھا۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کا دل خوش کرے تو اس کا ثواب ایک ماہ مسجد میں دن کو روزے رکھنے اور رات کو شب بیداری کرتے ہوئے عبادت کرنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ لہٰذا اس بناء پر گزارش کرتا ہوں کہ جتنا آپ سے ممکن ہو، لوگوں کی مدد کریں۔ امام دوم امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام یہ چاہتے ہیں کہ ہم خلق خدا کے خدمت گزار بن جائیں۔ مرد خوش ہے اپنی بیوی سے جو اسکی خدمت کرتی ہے اور بیوی خوش ہے شوہر سے جو اسکی خدمت کرتا ہے، یہی آج ہماری گفتگو کا سلسلہ ہے۔

(۴) خودپسندی

محبت اور الفت کو ختم کرنے والی چیزوں میں سے ایک خودپسندی اور انا پرستی ہے اگر عورت اور مرد متکبر اور خودپسند ہو جائیں اور اپنے گفتار و کردار کو پسند کرنے لگیں تو یہ خطرہ ہوتا ہے۔ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ خودپسند افراد کی حالت اتنی خطرناک ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے خودپسند افراد سے پیامبران خدا فریاد کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ انبیاء کے کاموں میں رکاوٹ تھے کیونکہ یہ لوگ اتنے متکبر اور خودپسند تھے کہ کسی کی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ انبیاء کے کاموں میں رکاوٹ بھی بنتے تھے۔ خودپسندی اور تکبر اتنی خطرناک چیزیں ہیں کہ قرآن شریف کہتا ہے اگر کوئی

شخص خودپسند ہو جائے' اگر کوئی شخص نعوذ باللہ متکبر بن جائے تو اس کے افعال وصفات رذیلہ اس کی ہویت اور ذات میں اثر کر جاتے ہیں پھر وہ ایک خودپسند اور سرکش انسان بن جاتا ہے اور اتنا سرکش ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی خودپسندی کرنے لگتا ہے۔ خدا کے حضور بھی سرکشی کرنے لگتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ خودپسند' متکبر اور خود محور انسانوں کی حالت قیامت کے دن یہ ہے کہ جب ان کو میدان محشر میں لایا جائے گا تو جان لیں گے کہ حقیقتاً یہ لوگ جہنمی ہیں۔ یہ لوگ خدا پر اعتراض کریں گے اور کہیں گے خدایا تو اشتباہ کر رہا ہے ہم اچھے انسان ہیں اور قسم کھائیں گے اور کہیں گے خدایا آپ غلطی پر ہیں ہم بہشتی ہیں لیکن تو خود ہمیں جہنم بھیج رہا ہے۔

یوم یبعثھم اللہ جمیعا فیحلفون لہ لما یحلفون لکم یحسبون انھم علی شی الا انھم ھم الکاذبون (سورہ مجادلہ آیت ۱۸)

"جس دن خدا ان سب کو دوبارہ اٹھائے گا تو یہ لوگ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے اور خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ صواب پر ہیں' آگاہ رہو یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں"۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ خودپسند' خود محور' اور متکبر لوگ سوائے اپنے آپ کے کچھ نہیں دیکھتے۔ وہ لوگ جو تکبر دنیا میں کرتے ہیں قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی واویلا کریں گے۔ میں خواتین و حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ خودپسند نہ بنیں' عورت مرد کے مقابل خودپسند نہ بنے' اپنی تعریف یا بھائی کی تعریف' اسی طرح ماں باپ کی تعریف نہ کریں' اپنے حسن جمال پر ناز و فخر نہ کریں۔ اسی طرح اگر ایک خاتون پڑھی لکھی ہے' ڈپلومہ

رکھتی ہے' یا کفایہ پڑھ چکی ہے۔ درس خارج پڑھتی ہے تو خبردار شوہر کے سامنے علمی غرور نہ کرے۔ اگر خودپسندی غرور اور خود محوری مرد کے مقابلے میں پیدا کرلی تو سب سے پہلے وہ خاتون اپنے آپ پر چوٹ لگاتی ہے یعنی اپنے شوہر کے دل پر جو حکومت رکھنا چاہیے تھی' نہیں رکھ سکتی تو پھر محبت پر ضرب لگ جاتی ہے۔ اسی طرح مرد خیال رکھے اور اپنے مال اور اپنے خاندان پر فخر نہ کرے خدا کسی کو اس مصیبت میں مبتلا نہ کرے۔ خواتین ہوشیار رہیں اپنے شوہر کو دوسروں کے مقابلے میں حقیر نہ سمجھیں اپنے بھائی' ماں باپ' پر فخر نہ کریں یہ ایک غلط قسم کی بڑائی ہے۔ اگرچہ تمہارا شوہر فقیر اور تمہارا بھائی مالدار کیوں نہ ہو۔ آپ کے ماں باپ قدرت مند' صاحب مال ہی کیوں نہ ہوں آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے شوہر کو ہروقت خوش رکھیں' اپنے ماں باپ اور بھائیوں سے شوہر کو مقدم جانیں۔

حضرات اور خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے احترام کا خیال رکھیں' اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مہربان بن جائیں۔ لیکن یہ بھی جان لیں کہ ان تمام چیزوں کو شوہر پر فدا کردیں۔ چنانچہ شوہر تمام چیزوں کو بیوی پر فدا کردے۔ دوسروں کا احترام ضرور کرے مگر بیوی کو مقدم رکھے۔ خودپسندی کی چند بری شاخیں ہیں اور ہر شاخ کے تلخ پھل ہیں۔ ان میں سے ایک تلخ پھل یہ ہے کہ ایک دوسرے کے دل سے محبت ختم کردیتی ہے۔

خودپسندی کی شاخیں

۱۔ کج بحثی اور جھگڑا

خودپسندی کی شاخوں میں سے ایک شاخ کج بحثی اور جھگڑا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی بات کو منوانا چاہتا ہے اور یہ عادت بعض افراد میں زیادہ پائی جاتی ہے، خصوصاً ان پڑھ لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جو زبردستی بات منوانا چاہتے ہیں، بیہودہ بات کرکے اس کو دوسروں پر ٹھونس دیتے ہیں۔ دکھاوا اور جھگڑا، بات کو کاٹنا اور اپنی بات کرنا۔ مسلسل باتیں کرتے رہنا اپنی رائے سے نہ ہٹنا ایسے کاموں کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ اتنا زیادہ ہے کہ ابوداؤد کہتے ہیں ہم دو تین آدمی دین کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے یعنی اسلام کو اپنی رائے کے مطابق پیش کرتے تھے اتنے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہنچے اور دیکھا کہ ہم جھگڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا میں نے کبھی رسول خداؐ کو اس قدر غصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ جھگڑا اور کج بحثی کرنا مسلمانوں کی شان نہیں، جو لوگ ایسا کریں گے میں ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا ابتدائی چیز جس کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں کو جس سے روکوں وہ شرک اور بت پرستی کے بعد کج بحثی اور جھگڑا ہے۔

غور کریں تو روایت کتنی سخت ہے اور یہ ایک لاعلاج مرض ہے جس میں ۹۰ فیصد لوگ مبتلا ہیں۔ قرآن کہتا ہے جھگڑا اور کج بحثی شیطان کی طرف سے ہے جو تجھے وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے۔

و ان الشیاطین لیوحون الی اولیا لھم لیجادلوکم (سورہ انعام آیت ۱۲۲)

"اور شیاطین تو اپنے ہوا خواہوں کے دل میں وسوسہ ڈالا ہی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کیا کریں"۔ شیاطین اپنے یار دوستوں کو آپ کے ساتھ تکرار اور جھگڑا کرنے پر ابھارتے ہیں لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنی زندگی میں تکرار

وجدال کرتا ہے شیطان کا دوست ہے۔ اور شیطان اس کا دوست ہے۔ کیونکہ بحث و تکرار ایک شیطانی کام ہے یہ کام رحمانی نہیں ہے۔ بحث و تکرار بہت برا کام ہے اگر عورت مرد کے سامنے واویلا کرتی ہے کہ اس کی بات مانی جائے یا مرد بیوی کے مقابلے میں اپنی بات منوانے کی خاطر جھگڑا کرتا ہے' تو ایسے لوگ اس کے ذریعے محبت کی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں' جدال محبت کو کاٹ دیتی ہے اس لیے خصوصاً خواتین سے گزارش کرتا ہوں کہ شوہر کے ساتھ بحث و تکرار نہ کریں' مرد کے سامنے اپنی رائے اور بات منوانے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کا شوہر زبردستی بات منوانا چاہتا ہے تو آپ صبر سے کام لیں۔ اس طرح مرد حضرات دیکھیں کہ بیوی جاہلانہ بات کرتی ہے اور اپنی بات منوانے پر اڑی ہوئی ہے تو صبر سے کام لیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جھگڑا اور تکرار کے وقت جو بھی صبر کرے گا خداوند عالم اس کی جزاء میں اسے قیامت کے دن بہشت میں تین باغ دیتا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام "رضوان" اور دوسرے کا "عدن" اور تیسرے کا کوئی خاص نام نہیں بلکہ بہشت میں ایک خاص جگہ ہے۔

۲۔ ہٹ دھرمی

خود پسندی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہٹ دھرمی ہے بعض لوگ اتنے ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ کنویں کے اندر گرنے کو تیار رہے ہیں مگر اپنے موقف سے ہٹیں گے نہیں اور یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے لوگ دو قسم کے ہیں۔ ان میں پہلی قسم وہ ہے جو حق کو تسلیم کرتے ہیں اور جب حق کو دیکھتے ہیں تو خوشی کے مارے آنسو نکل آتے

ہیں۔

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق(سورہ مائدہ آیت ۸۳)

"جب یہ لوگ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو ہمارے رسول پر نازل کیا گیا ہے تو ان کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہوجاتے ہیں کیونکہ انہوں نے امرحق کو پہچان لیا ہے"۔ لیکن لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو حق کو تسلیم نہیں کرتے ہیں حق بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ پتھر کھانے کو تیار ہیں' آگ میں جلنے کو تیار ہیں' مگر حق بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔

واذ قالوا اللھم ان کان ھذا ھوا الحق من عندک فامطر علینا حجارہ من السماء اوتنا بعذاب الیم (سورہ انفال آیت ۳۲)

"اور (اے رسول) وہ وقت یاد کرو جب ان کافروں نے کہا کہ خداوندا اگر (دین اسلام) حق ہے اور تیرے پاس سے (آیا) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب نازل فرما"۔ یہ کوئی روایت نہیں بلکہ حالت بیان کی گئی ہے۔ ایک گروہ ہے کہ جو حق کو تسلیم نہیں کرتا اور جب حق کو دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے کہ خدایا ہم حاضر ہیں ایک پتھر آسمان سے آجائے اور ہمیں نابود کرے لیکن ہم جی ہاں کہنے کو تیار نہیں ہیں حق تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

بعض خواتین ہٹ دھرم ہیں' حق اور حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی ہیں بلکہ سنتی ہی نہیں ہیں۔ اسی طرح بعض مرد بھی بات پر کان دھرتے ہی نہیں۔ بچاری بیوی آدھ گھنٹے سے بولتی جارہی ہے مگر شوہر سننے کو تیار نہیں ہے۔ اگر اس

شخص سے پوچھا جائے کہ اس خاتون نے کیا کہا تو وہ جواب نہیں دے سکتا ہے لیکن وہ مسلسل نہیں نہیں کہتا جا رہا ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے نہیں تو کہہ دیا مگر میں نے آپ سے کیا کہا تھا۔ یہ شخص اس کے جواب میں بھی نہیں کہتا ہے۔

استحصال اور استعمار بہت بری چیز ہے کیونکہ یہ عمل لوگوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر غلام بناتا ہے۔ خدا لعنت کرے انگریزوں پر کہ انہوں نے اجتماعی غلامی کا طریقہ رائج کیا ہے۔ یہ ایک برا عمل ہے گناہ بھی بہت زیادہ ہے۔ امریکہ اور روس جہنم کے عذاب میں ہیں کیونکہ یہ دونوں استعمار اور استحصال کی بنا پر قائم ہیں۔ دوسرے ممالک اور افراد کو تسخیر کرتے ہیں۔ یہ ایک برا عمل ہے لیکن جب ایک خاتون اپنے شوہر کے دل کو تسخیر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ اسی طرح ایک مرد اپنی بیوی کا دل تسخیر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ایک اچھا کام ہے۔ بیوی اور شوہر کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کو تسخیر کریں۔ اگر ایک دوسرے کی مملکت دل کو تسخیر کریں لیکن افسوس اس خاتون پر جو نہیں جانتی کہ اپنے شوہر کے دل کو کیسے تسخیر کرے، اپنے شوہر کے دل پر کیسے حکومت کرے اور وہ چیزیں جو دلوں پر حکومت کرنے سے روکتی ہیں ان میں سے ایک ہٹ دھرمی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ہٹ دھرمی نہیں ہونی چاہیے۔ خدا نہ کرے اگر آپ کے بچے ہٹ دھرمی کرتے ہیں تو آپ یقین کریں کہ وہ بیمار ہیں۔ اور انہیں آہستہ آہستہ ہٹ دھرمی سے نجات دلانا آپ کا فرض بنتا ہے۔ انہیں اسی وقت نجات دلا سکتے ہیں جب آپ خود اس میں مبتلا نہ ہوں۔

۳۔ بیجا توقعات

خود پسندی اور انا پرستی کی شاخوں میں سے ایک شاخ بیجا توقع رکھنا ہے۔ نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ کسی بھی معاشرے کی مثالیں اس کے افکار کا آئینہ ہوتی ہیں وہ واقعات جو معاشرے میں رونما ہوتے ہیں مثلاً شیریں اور فرہاد کا واقعہ' لیلیٰ و مجنون کا واقعہ' ایک افسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے معاشرے کی فکر کو بہت بلند کردیا ہے۔ ایک مثال عورتوں میں مشہور ہے کہتی ہیں "گوشت لایا نہیں کوفتے مانگ رہا ہے"۔ درست ہے چونکہ بعض لوگ گوشت لائے بغیر کباب مانگتے ہیں۔ بعض عورتوں کی توقعات زیادہ ہیں شوہر پورا نہیں کرسکتا ہے۔ مثلاً اس کی تنخواہ پانچ ہزار روپے ہے۔ عید کے دن شوہر سے پانچ ہزار کا جوڑا مانگتی ہے۔ شوہر جتنا سمجھائے نہیں مانتی ہے۔ وہ کہتا ہے میری تنخواہ پانچ ہزار روپے ہے۔ پورا نہیں کرسکتا مگر بیوی قبول نہیں کرتی ہے۔ بیجا توقعات نہیں رکھنا چاہیے جتنا گھر پہنچاتے ہو اتنے کی توقع رکھو۔ گوشت لے جائے بغیر کوفتے مت مانگا کرو۔

خواتین سے یہ عرض کروں گا کہ اپنے شوہر سے جو کم آمدنی رکھتا ہے یہ توقع نہ رکھیں کہ عید کے دن دوسروں کی طرح خرچ کرے چونکہ بعض ادارے ہمارے زمانے میں ہر کاریگر سے زیادہ فقیر ہیں۔ بعض خواتین کہ جن کے شوہر آفیسر ہیں' خیال کرتی ہیں کہ فرش تبدیل کرنا چاہیے۔ بیوی جتنا کہے شوہر کہتا ہے پیسے نہیں ہیں۔ جو کچھ ہے یہی ہے۔ زیادہ توقع رکھنا گناہ ہے۔ اس قدر مانگنا چاہیے جتنا شوہر کے پاس موجود ہے۔ وہی چیز مانگنی چاہیے جو گھر میں موجود ہے۔ اگر مرد عورت پر کوئی ایسی ذمے داری ٹھونس دے جس کی وہ قدرت نہیں رکھتی ہے تو قیامت کے دن خداوند عالم ایک ایسی چیز کو اس پر

مسلط کر دے گا جس کی وہ قدرت نہیں رکھتا، آتش جہنم بہت مشکل ہے۔ اور زیادہ توقع رکھنے والے افراد کی جگہ جہنم ہے اگر بغیر توبہ کیے اس دنیا سے چلا جائے۔ وہ عورت جو یہ جانتی ہے کہ شوہر میری اس فرمائش کو پورا نہیں کر سکتا ہے اس کے باوجود اس کو شرمندہ کرے تو اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ قیامت کے دن خداوند عالم سب سے زیادہ اسی عورت کی آبرو ختم کر دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ آبرو کی بہت بڑی قیمت ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ہر چیز کو راہ خدا میں دے دیا سوائے دو چیزوں کے ایک دین اور دوسری آبرو۔ عزت و آبرو کی بہت بڑی قیمت ہے خصوصاً مرد کی عزت و آبرو عورت کے سامنے بہت اہمیت اور قیمت رکھتی ہے۔ خواتین سے گزارش کروں گا کہ گھر میں اپنے شوہر کی عزت و آبرو ختم نہ کریں۔ ان سے بیجا فرمائش نہ کریں۔ اسی طرح عورت مرد سے احترام چاہتی ہے آپ سے گزارش ہے کہ اس کے احترام کا خیال رکھیں۔ اس کی شخصیت کو ختم نہ کریں اور اپنی بیوی سے بیجا توقعات نہ رکھیں۔ بچوں کی دیکھ بھال، شوہر داری، خانہ داری مشکل کام ہیں۔ بیوی کی ذمہ داری یہ ہے کہ لطیف و پاک صاف ہو خود بھی اور بچے بھی اور خانہ داری کے امور انجام دے، بیوی کی ذمہ داری یہ ہے کہ مرد کے آنے تک اپنے آپ کو تیار رکھے۔ دسترخوان بچھائے جب شوہر پہنچے تو اس کی مکمل پذیرائی کرے۔ یہ تو تھی بیوی کی ذمہ داری، لیکن کوئی دن ایسا آئے کہ شوہر پہنچ جاتا ہے چائے تیار نہیں۔ کھانا تیار نہیں تو شوہر کو چاہیے کہ خود پکائے اعتراض نہ کرے اس طرح تم ایک دوسرے سے بیجا توقعات نہ رکھو۔ ایک دوسرے پر مسلط ہونے کی کوشش نہ کرو۔ مثال کے طور پر آپ کی گاڑی چالیس من وزن اٹھا سکتی ہے لیکن آپ اس پر ۷۰ من کا وزن ڈال دیں تو ممکن

ہے دو میل سے زیادہ نہ چل سکے آخر کار وہ چلنے سے عاجز ہو جائے گی۔ عورت کا شوہر پر مسلط ہونا اور شوہر کا عورت پر مسلط ہونا بالکل اسی طرح ہے اگر آپ چالیس من وزن اٹھانے والی گاڑی پر ۷۰ من وزن سوار کردیں تو گاڑی چلنے سے رہ جائے گی' اس کے پرزے ٹوٹ جائیں گے۔ افسوس اس خاتون پر کہ جس کے اعصاب ٹوٹ جائیں' کام کرنے سے رہ جائیں۔ افسوس اس مرد پر جو نشاط نہیں رکھتا ہے' جس میں خوشحالی نہیں۔ بقول حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نہ وہ دنیا رکھتا ہے اور نہ ہی آخرت۔ پس انا پرستی اور خودپسندی کے تلخ پھلوں میں سے ایک پھل شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے پر مسلط ہونے کی کوشش اور بیجا توقعات رکھنا ہے۔

۴۔ تنقید کا قبول نہ کرنا

خودپسندی کی ایک شاخ تنقید کا قبول نہ کرنا ہے۔ خواتین سے گزارش ہے کہ وہ اس جملے پر کچھ زیادہ توجہ دیں۔ اسلام میں غیبت حرام ہے لیکن (تنقید) کرنا حرام نہیں ہے۔ کسی کے پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنا یا سامنے عیب جوئی کرنا یا بطور مسخرہ عیب جوئی جائز نہیں۔ لیکن تنقید تعمیری ہے گویا آئینہ کی طرح عیب دیکھا دیتے ہو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام بے عیب و نقص ہیں' فرماتے ہیں۔

"احب اخوانی الی من اهدا عیوبی الی" (بحار جلد ۷۴ ص ۲۸۲)

"میرے بھائیوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے"۔ تنقید کرنا ضروری ہے لیکن تنقید کو قبول کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مشکلات ہیں بعض اوقات شوہر بیوی کی کمزوریاں کہہ دیتا ہے لیکن اصل چیز تنقید کو قبول کرنا ہے۔ بیوی کے ٹھیک

ہے۔ ٹھیک ہے زبانی نہیں ہونا چاہیے بلکہ دوسرے دن عملاً تبدیلی آنی چاہیے۔ ایک مرد گھر میں بداخلاق ہے' بچوں کے ساتھ اسکی نہیں بنتی' گالی دیتا ہے' تو بیوی ادب اور احترام کے ساتھ شوہر سے کہے کہ دیکھو تمہارے رویے سے بچوں کا ذہن اتنا خراب ہو جائے گا کہ وہ بیمار ہو جائیں گے۔ یہ عورت کی تنقید کا طریقہ۔ اب شوہر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کہے ٹھیک ہے اور عملاً اپنی بداخلاقی کو ختم کر کے دکھائے۔ لیکن ہم گھر میں بجائے تنقید کے واویلا اور فریاد کرتے ہیں ہم اپنے گھروں میں تنقید قبول نہیں کرتے۔ خصوصاً عورتیں تنقید قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اور یہ بہت خطرناک مسئلہ ہے خطرناک اس لیے ہے کہ عورت کی محبت مرد کے دل سے ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عورت کے دل سے مرد کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ جب مرد دس مرتبہ کسی چیز کے بارے میں کہتا ہے اور عورت قبول نہیں کرتی' اس پر عمل نہیں کرتی۔ پھر اس کے بعد نہیں کہتا۔ بیوی کے اس رویہ سے اس کی محبت آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے' اس پانی کے مانند جو نمک کو پانی بنا دیتا ہے اسی طرح محبت ختم کر دیتا ہے۔

چودھویں مجلس

(ب) جلب محبت کے موارد

ہماری بحث محبت اور رحمت کے بارے میں ہے اس میں دو بحث ہیں ایک بحث ان چیزوں کے بارے میں جو محبت کو ختم کردیتی ہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور آج کی بحث یہ ہے کہ وہ کونسے امور ہیں جو محبت کا سبب بنتے ہیں' وہ کونسے امور ہیں کہ جن کے انجام دینے سے مرد اور عورت میں محبت زیادہ ہو جاتی ہے اگرچہ وہ بوڑھے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ ان کے گھر میں بچے ہوں' بہو ہو' ان تمام چیزوں کی موجودگی کے باوجود مرد اور عورت میں محبت باقی ہے' ایک دوسرے کی محبت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔

چھوٹی مگر بہت بڑی باتیں

ماہرین نفسیات ایک جملہ کہتے ہیں "چھوٹی مگر بڑی باتیں" یہ جملہ (کوچکھائی بزرگ) خاص باریکی رکھتا ہے آپ جانتے ہیں کہ علم نفسیات ایک خاص علم ہے اور اس کے بعض جملوں میں ایک خاص قسم کی لطافت پائی جاتی ہے۔ "چھوٹی چیزیں مگر بڑی" اس کا مطلب اور معنی یہی ہے کہ بعض چیزیں اگرچہ دیکھنے میں چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن کسی شخصیت کو گرانے کے لیے' ختم

کرنے کے لیے بہت بڑی ہوتی ہیں۔

۱۔ نظافت و پاکیزگی کا خیال رکھنا

اسلام میں جن چیزوں پر بہت زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک پاکیزگی ہے۔ ایک انسان کا گھر نفیس اور پاکیزہ ہونا چاہیے اس کا صحن' دروازے کی گلی' عمومی کپڑے پاک و پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ جب وہ کسی اجتماع میں جانا چاہتا ہے تو اس کو پاکیزگی سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں بعض افراد اس بات کا خیال نہیں رکھتے ہیں مثلاً وہ مسواک نہیں کرتے ہیں' ان کے پاؤں سے بدبو آ رہی ہوتی ہے' ان کو دھونا چاہیے مگر نہیں دھوتے ہیں۔ ان کے جراب میلے ہو چکے ہیں۔ ہر روز جراب تبدیل کرنا چاہیے یا دھونا چاہیے مگر نہیں دھوتے ہیں' ان کی قمیض گندی ہو چکی ہے مگر نہیں دھوتے ہیں۔ اہمیت نہیں دیتے ہیں اگرچہ ظاہراً یہ ایک چھوٹا سا کام ہے لیکن کسی بھی شخصیت کے گرانے میں یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ یعنی جب کوئی آپ کو دیکھتا ہے کہ آپ کے منہ سے بدبو آ رہی ہے' آپ کے جراب سے بدبو آ رہی ہے تو وہ شخص آپ کے بارے میں ایک نفرت پیدا کر لیتا ہے بعض اوقات تو دل ہی دل میں آپ پر لعنت کرنے لگتا ہے کہ آپ اس حالت میں مسجد میں کیوں آ گئے' اس حالت میں مجلس میں کیوں آ گئے۔ کسی شخص کی قمیض کے کالر میلے ہو چکے ہیں اگرچہ اس کے لیے ممکن ہے یہ چھوٹی چیز ہو لیکن اس کی شخصیت کے گرانے میں بہت بڑی چیز ثابت ہوتی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مجلس میں جانا چاہتے تھے تو آئینہ ضرور دیکھا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترتیب کے ساتھ۔ منظم ہو کر' نظافت اور پاکیزگی کے ساتھ جاتے تھے۔ ضروری نہیں کہ انسان کا

لباس بہت قیمتی ہو۔ قیمتی ہونے کو اسلام اہمیت نہیں دیتا ہے لیکن صفائی کو اہمیت دیتا ہے۔ بعض اوقات خواتین گھر میں گندی رہتی ہیں' صفائی کے بارے میں لاپرواہی کرتی ہیں' جب شوہر گھر میں داخل ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ عورت صفائی کے اعتبار سے اتنی بے اعتنا ہے یہاں تک کہ بالوں میں کنگھی ہی نہیں کی ہوتی ہے۔ ممکن ہے وہ خاتون کہ جس کے بچے ہیں' بہو ہے' بڑے بیٹے ہیں اس لیے وہ ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہ دے' لیکن شوہر کی محبت کے حصول سے بے اعتنا ہونا' اس پر مذاق کرنا بہت برا کام ہے' چھوٹا ہے مگر ایک لحاظ سے بہت برا ہے۔ سب کے سب اور خصوصاً اپنے آپ کو مقدس سمجھنے والے حضرات "دیکھنے میں چھوٹی مگر حقیقت میں بڑی" چیزوں کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ مقدس خواتین اس توجہ کے مطابق کہ جس کے تحت بڑے بچوں کے سامنے نہیں جایا جاسکتا اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہیں۔ یا مثلاً مرد مسواک نہیں کرتا ہے۔ وہ مسواک کہ جس کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر کوئی مسواک کرے اور نماز پڑھ لے تو اس کی ایک رکعت نماز ستر نمازوں کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ وہ مسواک کے جس کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ فرماتے تھے اگر میں اس بات سے نہ ڈرتا کہ مشقت ہوجائے گی تو مسواک کو واجب کر دیتا۔ شوہر مسواک کا خیال نہیں رکھتا ہے' منہ سے بدبو آرہی ہے جب اس کی بیوی اس کے ساتھ سوتی ہے پہلی دفعہ' دوسری دفعہ' تیسری دفعہ صبر کرتی ہے لیکن آخرکار اس کی نفرت ظاہر ہوجاتی ہے اگر نفرت ظاہر نہ بھی کرے تو بیوی کے دل سے محبت ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر بیوی کے منہ سے بدبو آجائے تو شوہر کے دل سے اس کی محبت ختم ہوجاتی ہے۔ اس خاتون کے لیے ننگ ہے کہ اس کا شوہر اس کے جسم سے یا منہ سے بدبو آنے کی

وجہ سے نفرت کرے۔ اور یہ ننگ شرعی اور ننگ عرضی دونوں قسم کا ننگ ہے۔ ننگ ہے اس مرد کے لیے جو گھر میں صفائی کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔ گھر میں انسان کو صفائی کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اسی طرح معاشرتی زندگی میں بھی صفائی کا لحاظ رکھنا ازحد ضروری ہے۔ نظافت اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا **النظافة من الایمان**

اگر آپ کسی مسلمان کو پہچاننا چاہتے ہیں تو دیکھیں کہ وہ صفائی کرتا ہے یا نہیں۔ اسکی نظافت اور پاکیزگی دیکھو اگر اس میں نظافت کی کمی ہے تو گویا اس کا اسلام ناقص ہے۔ ماہرین نفسیات کی نظر میں نظافت ہے تو چھوٹی چیز مگر بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

۲۔ دوستی کا اظہار کرنا

روایات میں ہے کہ اگر آپ کسی مسلمان کو دوست رکھتے ہیں تو اس سے اس کا اظہار کریں۔ ہم روایات میں پڑھتے ہیں اپنی بیوی سے اس بات کا اظہار کرو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور بیوی اپنے شوہر سے کہے کہ میں آپ کو دوست رکھتی ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ میں تمہیں دوست رکھتا ہوں تو وہ بات اس کے دل سے کبھی نہیں نکلتی ہے۔

یہ کہنا اگرچہ ظاہرا ایک معمولی بات ہے اور تم میں سے اکثر نہیں کہتے۔ فرض کریں اگر بیوی شوہر کو دوست رکھتی ہے یا شوہر بیوی کو دوست رکھتا ہے اس کے باوجود روز یا کم از کم مہینے میں ایک مرتبہ ضرور کہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں' تجھے چاہتا ہوں' کرتی ہوں یا چاہتی ہوں' ایسا نہ کرنا ایک لاپرواہی

ہے۔ بعض خواتین تو اس جملے کو کہنے سے شرم محسوس کرتی ہیں۔ یہ جملہ کہنا چاہیے یہ السلام علیکم اور دوسرے الفاظ اس لیے ہیں جب ایک دوسرے سے ملتے ہو تو سلام کرو اور بغل گیر ہو جاؤ۔ احوال پرسی کرو' اظہار محبت والفت کرو۔ کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان محبت ہو۔ جیسا کہ آپ سنتے ہیں کہ اسلام نے ایک دوسرے سے میل جول رکھنے کی تاکید کی ہے۔ قطع رحمی کو بہت بڑا گناہ سمجھا ہے۔

ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا اور ایک دوسرے کے پاس نہ جانے والوں کو اسلام ناپسندیدہ قرار دیتا ہے کیونکہ یہ آنا جانا آپ کے درمیان محبت کو زیادہ کر دیتا ہے۔ تمام شوہروں اور بیویوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت کریں۔ یعنی ہر دن تبسم کے ساتھ' خندہ پیشانی کے ساتھ گزارو اور کہو مجھے تم سے محبت ہے۔ اسی طرح بیوی اپنے شوہر سے تبسم اور مسکراہٹ کے ساتھ کہے کہ میں تم سے بے حد محبت رکھتی ہوں۔ یہ بات اگرچہ دیکھنے میں چھوٹی مگر محبت کے حصول کے لیے بہت بڑی ہے۔ احادیث میں ہے کہ مرد کے گھر میں داخل ہونے سے قبل عورت اپنے آپ کو آراستہ رکھے۔ اپنے آپ کو مزین کرے۔ وہ لباس پہن لے جسے اس کا شوہر پسند کرتا ہے۔ دسترخوان بچھائے۔ یہاں تک کہ چمچے اور دوسری چیزیں تیار کرے' بچوں کو خاموش رکھے اور ان کو تمیز کے ساتھ بٹھائے اور اپنے شوہر کی آمد کی منتظر رہے۔

احادیث میں ہے کہ جب شوہر دروازے پر آ کر دستک دے تو بچہ دروازہ نہ کھولے بلکہ خود بیوی دروازہ کھولے' سلام کرکے شوہر کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ سلام کا جواب دے اور خوش اخلاقی کے ساتھ شوہر کو دسترخوان

کے پاس بٹھائے تاکہ یہ کھانا ان دونوں کے لیے لذیذ سے لذیذ تر ہو جائے۔ ممکن ہے یہ مسائل ہمارے سامنے چھوٹے اور معمولی ہوں' ممکن ہے کہ عورتیں اعتراض کریں کہ مردوں کو بڑا منوایا جارہا ہے باوجود اس کے ماننا پڑے گا کہ یہ "چھوٹی چیزیں جلب محبت اور شخصیت کو بڑھانے کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اس طرح پیش آنے سے کسی خاتون کا شوہر کتنا ہی بداخلاق کیوں نہ ہو آج نہیں تو کل' کل نہیں تو پرسوں یا ایک مہینے کے بعد اپنی بداخلاقی کو چھوڑ دے گا۔

۳۔ تحفہ دے دینا

احادیث میں ہے کہ جب کوئی مرد گھر جارہا ہو تو ایک تحفہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو' تیار رکھے۔ غم اور غصے کو گھر کے باہر پھینک دے' جب بیوی دروازہ کھولے اور سلام کہے تو جواب دے بلکہ مرد کو پہلے سلام کرنا چاہیے۔ تبسم اور اظہار خوشی کے بعد جو چیز خرید کر لایا ہے اسے دیدے۔ جب دسترخوان پر بیٹھ جائے تو کھانا کھائے اور کھانے کے بعد بیوی کا شکریہ ادا کرے۔ چاہے وہ کھانا تجھے پسند نہ ہو۔ لیکن ایک مرتبہ ضرور اس کے کام کو سراہو اور شکریہ ادا کرو۔ ممکن ہے کسی مرد کے لیے یہ باتیں چھوٹی ہوں مگر جلب محبت کے لیے بہت بڑی ہیں اور اہمیت رکھتی ہیں۔ تمہاری ان دو تین باتوں سے عورت کی تمام تھکاوٹ اور غم و غصہ دور ہو جاتا ہے۔ ہم اس طرح نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے گھر ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سردمہری کو بیگم نے وجود بخشا ہے۔ واضح رہے کہ جب مرد گھر میں داخل ہو جائے اور اپنی بیوی کو کثیف اور گندی دیکھے یا جب بیوی دیکھے کہ شوہر گھر میں داخل ہو رہا ہے تو اتنی ترشروی سے پیش آئے کہ

اس کی طرف نگاہ کرنا ہی مشکل ہو۔ اس طرح اگر شوہر بیوی سے محبت رکھتا بھی ہو تو آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔ شوہر جب باہر سے آتا ہے تو بھوکا ہوتا ہے' بیوی ایسا کھانا اس کے سامنے لا کر رکھ دے جو اس کی طبیعت نہیں چاہتی ہے اور کہے کہ سالن تمہاری خالہ کا پکایا ہوا ہے کھانا ہے تو کھاؤ ورنہ بیٹھو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ کیا نکلتا ہے؟ مرد جب گھر آتا ہے اور دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ بجائے تحفہ پیش کرنے کے اس کو زبان سے ایک کاری ضرب لگاتا ہے پھر جھگڑا اور واویلا شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی نظر میں یہ ایک چھوٹا مسئلہ ہے لیکن دل سے محبت کو ختم کر دیتا ہے اس اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس قسم کی چھوٹی مگر بڑی باتیں اکثر ہوتی ہیں۔ اگر آپ اپنے گھر میں محبت اور الفت کی فضاء برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ان چھوٹی مگر بڑی' باتوں کا خیال ضرور رکھیں۔

اصمعی اور صابر عورت

اصمعی مامون کا وزیر تھا مامون ایک بہت بڑا شیطان صفت آدمی تھا۔ ایک چھپا ہوا عالم تھا۔ اور ایک عالم شیطانی تھا۔ اسی طرح اصمعی بھی پوشیدہ قسم کا شخص تھا۔ کہتا ہے کہ ایک دن میں شکار پر چلا گیا اور قافلہ سے بھٹک گیا۔ ایک برا کام جو اسلام کی رو سے حرام ہے جسے خلفائے بنی امیہ اور بنو عباس انجام دیتے تھے وہ تفریحی شکار تھا۔ ان کی تفریح یہ تھی کہ وہ شکار کو جایا کرتے تھے۔ اصمعی کہتا ہے جب قافلے سے بچھڑ کر ادھر ادھر پھرنے لگا تو دور ایک خیمہ نظر آیا میں خیمے کی طرف چل پڑا دیکھا کہ اس خیمے کے اندر ایک جوان اور خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں بھی اجازت لے کر بیٹھ گیا اس وقت بہت پیاس لگی تھی اس خاتون سے میں نے پانی طلب کیا۔ اتنے میں دیکھا

کہ اس کا رنگ متغیر ہوگیا اور کہنے لگی کہ شوہر کی اجازت نہیں ہے۔ پھر کہنے لگی اصمعی! میرے پاس کچھ دودھ ناشتے کے لیے ہے میں ناشتہ نہیں کروں گی دودھ تمہیں دے دیتی ہوں اتنے میں وہ دودھ لا کے دے دیا میں نے پی لیا۔ میں تقریباً ایک گھنٹہ وہاں بیٹھا تھا اس دوران یہ عورت بے چین رہی۔ اٹھتی اور بیٹھتی تھی۔ اتنے میں' میں نے ایک اونٹ سوار کو آتے دیکھا جو اس عورت کا شوہر تھا۔ ایک سیاہ رنگ کا بوڑھا شخص تھا۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ شوہر اور یہ خوبصورت بیوی! اس عورت نے اس بوڑھے مرد کو سواری سے اتارا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں دھلوائے اور بڑے احترام کے ساتھ اسے خیمے میں لے آئی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ یہ مرد بہت بد اخلاق قسم کا تھا۔ وہ جتنی بد اخلاقی کرتا تھا' اتنا ہی یہ عورت اس کے ساتھ اخلاق سے پیش آتی تھی۔ وہ جتنی تند مزاجی کرتا اتنا ہی یہ عورت خوش اخلاقی سے پیش آتی۔ آخر کار اس مرد نے اتنی بد اخلاقی کی کہ میں نے سوچا کہ اس خیمے کے اندر بیٹھنے سے بیابان کی دھوپ میں رہنا بہتر ہے۔ میں خیمے سے باہر نکلا' اس مرد نے پرواہ نہیں کی۔ چونکہ میں مہمان تھا عورت خدا حافظ کہنے کے لیے دروازے تک آ گئی۔ میں نے خیمے سے باہر اس عورت سے کہا کیا یہ آپ پر ظلم نہیں کہ اس جوانی اور اتنی خوبصورتی کے باوجود آپ اس کی خدمت کرتی ہیں اور وہ مسلسل بد اخلاقی کر رہا ہے؟ اتنے میں' میں نے دیکھا کہ اس عورت کا رنگ متغیر ہوگیا اور کہنے لگی اصمعی! میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتی تھی کہ میرے شوہر کے پیٹھ پیچھے اس قسم کی باتیں کروگے اور ہم دونوں میں دشمنی پیدا کروگے۔ اس کے بعد کہنے لگی "میں پیغمبر اکرمؐ سے ایک روایت سن چکی ہوں اس پر عمل کرنا چاہتی ہوں۔ اصمعی! دنیا کے اندر جو کچھ ہے وہ ختم ہونے والا ہے ختم نہ ہونے والی چیز آخرت ہے ہمیں

قبر میں جانا ہے۔ عالم برزخ میں جانا ہے' بہشت میں جانا ہے' جہنم میں جانا ہے' ختم نہ ہونے والی چیز وہاں ہے۔ مگر دنیا کے اندر اچھا ہو یا برا ایک آنکھ جھپکنے کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ میں اس روایت پر عمل کرنا چاہتی ہوں تاکہ بہشت کی حق دار بن سکوں۔ میں نے سنا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

الایمان نصفہ الصبر و نصفہ الشکر

یعنی ایمان کے دو حصے ہیں مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بلاؤں کے مقابلے میں صابر بنے اور جہاں نعمتیں ہوں وہاں پر شاکر بنے' خدا کا شکر ادا کرے۔ میں اپنے بد اخلاق شوہر کے ساتھ موافقت کرتی ہوں تاکہ میرا صبر کامل ہو جائے اور جوانی کا شکرانہ بن جائے۔ خداوند عالم نے مجھے جو نعمت جوانی' حسن و جمال دیا ہے اس بد اخلاق شوہر کی خدمت کرتی ہوں تاکہ میرا ایمان کامل ہو جائے"۔

اسی کو ایک مسلمان خاتون کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض اوقات کچھ خواتین سے ایسے جملے سننے میں آتے ہیں کہ شاید اس سے زیادہ گندی باتیں اور زبان نہ ہوگی۔ بے ادب سے بے ادب ترین شخص بھی اس قسم کے جملے زبان پر نہیں لا سکتا ہے۔ دو تین دن پہلے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کی تحقیر نہ کریں۔ اس دن میں نے مثال پیش کی تھی کہ خبردار کبھی بھی اپنے شوہر سے اس قسم کی بات کرنے سے پرہیز کریں کہ فلاں آدمی اخراجات کے اعتبار سے بہت اچھا ہے' اسی طرح شوہر اس بات سے ہوشیار رہے کہ وہ اپنی بیوی سے کبھی یہ نہ کہے کہ فلاں شخص کی بیوی بہت اچھی ہے۔ کیونکہ بعض افراد حسن کے متعلق کچھ غلط فکر رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھ فلاں عورت کتنی خوبصورت ہے اور تم خوبصورت نہیں۔ معلوم ہونا

چاہیے کہ اس عورت کے دل میں جتنی محبت تھی وہ اس ایک جملے کے کہنے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھنے میں ایک چھوٹا سا جملہ ہے۔ ممکن ہے مرد کی نظر میں یہ جملہ بہت ہی چھوٹا ہو لیکن محبت کو ختم کرنے کے اعتبار سے یہ جملہ بہت بڑا ہے۔ بجائے اس کے مرد کا وظیفہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنی بیوی سے کہے کہ تم جیسی بیوی اور تم جیسی حسن وجمال رکھنے والی عورت کو میں نے کہیں نہیں دیکھا ہے۔ بہرحال عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت گار بن جائے اور مرد کو چاہیے کہ وہ عورت کا خدمت گار بن جائے۔ مرد بیوی کی تعریف کرے اور عورت مرد کی تعریف کرے۔ اتفاق سے وہ موارد جن میں جھوٹ بولنا حرام نہیں ہے ان میں سے ایک مورد یہ ہے کہ اپنی بیوی سے کہے کہ کتنی خوبصورت ہو اگرچہ واقع میں وہ بدصورت ہی کیوں نہ ہو۔ عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تم کتنی مردانگی رکھتے ہو۔ کتنی بڑی شخصیت کے مالک ہو۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جلب محبت کے لیے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ شخصیت کے اعتبار سے بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی ایک باشخصیت خاتون وہ ہے کہ جس کی نظر ہمیشہ شوہر پر ہو دوسروں پر نہ ہو۔

روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی عورت عطر لگا کر باہر جائے اور وہ خوشبو نامحرم اشخاص سونگھ لیں یا اس کی چوڑیوں کی آواز سن لیں تو آسمان کے ملائیکہ اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ اسی طرح روایات میں ہے کہ وہ عورت جو عطر لگاتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے جہاں جہاں وہ زمین پر پاؤں رکھتی ہے وہ زمین اور اس کے اوپر والی چیزیں اس عورت پر لعنت کرتی ہیں۔ اسی طرح ملائیکہ اس پر لعنت کرتے ہیں گھر واپس لوٹنے تک لعنت کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ میں خواتین سے گزارش کرتا ہوں اپنی بیرونی چادر کو' اپنے بیرونی لباس کو

یعنی وہ لباس اور چادر جس کو پہن کر وہ گھر سے باہر جایا کرتی ہیں ان کو ایسی جگہ نہ رکھیں کہ جس سے وہ خوشبودار ہو جائیں' معطر ہو جائیں۔ خواتین سے بار بار عرض کرتا ہوں کہ وہ عطر استعمال نہ کریں اگر عطر لگا کر گلی یا سڑک پر جائیں گی اور نامحرم افراد اس عطر کو سونگھ لیں تو ملائیکہ لعنت کرتے ہیں' درو دیوار' زمین' وزماں سب لعنت کرتے ہیں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ چیزیں شعور نہیں رکھتی ہیں۔

وان من شی ء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم (سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۴)

"کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کرنے کو درک نہیں کرتے"۔

ما سمیعیم وبصیریم و ھشیم با شما

نامحرمان ما خامشیم

اگر انسان میں سننے کی طاقت ہو تو ستون کی صدائے اللہ اکبر سن سکتا ہے' لیکن وہ خاتون جو شوہر کے لیے اپنے آپ کو معطر کرے تو ملائیکہ صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے ہیں' خدا اس خاتون سے راضی ہوتا ہے۔ نیز پیغمبر اکرمؐ' ائمہ طاہرینؑ اور ملائیکہ بھی اس سے راضی ہوتے ہیں۔ اس عورت کے لیے استغفار کرتے ہیں نیند سے بیدار ہونے تک۔

رات کو سوتے وقت معطر ہو کر سونا ممکن ہے ایک عورت کے لیے معمولی سی بات ہو لیکن جلب محبت کے لیے یہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ خاتون! تیری شخصیت اس میں نہیں کہ تو قیمتی چادر پہن کر گلی کوچوں میں نکلے یا قیمتی لباس بحالت بے پردگی میں گھر سے باہر چلی جائے نہیں بلکہ یہ بے پردگی' یہ قیمتی

چادر اور لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا تیری شخصیت کو ختم کردیتی ہیں۔ جتنا لباس اور چادر قیمتی ہوگی اتنا ہی تیری شخصیت پر حرف آئے گا۔ قرآن مجید کا حکم ہے۔

ولا تبرجن تبرج الجاهلیۃ الاولی (سورہ احزاب آیت ۳۳)

"جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو"۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ اے خاتون! تو ایک مسلمان عورت ہے تو ایک شخصیت کی مالکہ ہے' تجھے زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح ہر جگہ موجود نہیں ہونا چاہیے۔ جب تم گلی اور سڑک پر نکلو تو لباس ایسا نہ ہو کہ نامحرموں کی نظروں کو تمہاری طرف متوجہ کرے۔ اپنے چہرے پر نقاب ڈالو تاکہ لوگوں کی نظریں تمہاری طرف نہ اٹھیں۔ اگر ایک خاتون باشخصیت ہے' وہ اچھی شخصیت کی مالکہ ہے اور وہ خوبصورت بننا چاہتی ہے تو اپنے شوہر کے لیے خوبصورت بنے۔ اسی طرح ایک باشخصیت مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے خوبصورت بنے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ شخصیت اس میں ہے کہ گھر کے اندر واویلا کرے۔ شوروغل مچائے جس طرح درندے سے ڈرتے ہیں اس طرح گھر والے اس سے بھی ڈریں۔ بعض اوقات شوہر یہ کہتا ہے کہ میں اس غصے کو ختم کرسکتا ہوں لیکن میں اگر اس طرح نہ کروں تو یہ مجھ پر مسلط ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے یہ ایک قسم کی شیطانی بات ہے۔ جبکہ آپ کو چاہیے کہ آپ ایک نرم مزاج انسان بن جائیں۔ آپ کو سلیم القلب انسان ہونا چاہیے آپ کو گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ نرم زبان استعمال کرنی چاہیے۔ بجائے گرم زبان استعمال کرنے کے اپنی بیوی سے کہو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں' تمہیں دوست رکھتا ہوں' یہ سار

تکلیف محض تمہارے آرام اور راحت کے لیے اٹھاتا ہوں اگر تم آرام اور راحت میں ہو تو گویا میرے لیے عید ہے۔ میری خوشی اس میں ہے کہ تمہیں آرام ہو۔ اس کو کہتے ہیں ایک باشخصیت مرد' گھر کے اندر واویلا کرنا' گھر والوں کو ڈرانا اس کو مردانگی نہیں کہتے ہیں اور جلب محبت ایک بڑی بات ہے۔ بیوی کی مدد کرنا' بیوی کے لیے گھر میں پاک صاف ہو کر رہنا' نرم اور میٹھی زبان کے ساتھ پیش آنا' باشخصیت افراد کی نشانیاں ہیں۔

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حضرت عائشہ کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ کہ حضرت عائشہ کی سوکنوں میں سے کسی ایک نے حضور اکرمؐ کے لیے "آش" (عرب کے ایک کھانے کا نام) بھیجا۔ اس روز اس سوکن نے اپنے لیے آش پکایا تھا۔ اکیلے کھانے کو دل نے نہ مانا کچھ حضور اکرمؐ کے لیے بھی بھیج دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ کا سوتیلا پن جاگ اٹھا اور آش کے برتن کو ٹھوکر مار کر گرا دیا۔ آش کا برتن ٹوٹ گیا اور آش بھی ضائع ہوا۔ یہ دیکھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا عائشہ کیوں ایسا کیا؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے اسراف کیا۔ کیونکہ آش گر گیا دوسرا اسراف یہ کیا کہ برتن توڑ دیا اور اس کی ذمہ داری تم پر آ گئی۔ لیکن پھر بھی میں وہ آش کھانا چاہتا تھا تم میرے ساتھ کیوں نہیں بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد فرمایا! عائشہ! آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرنا۔ اس کو کہتے ہیں ایک باشخصیت مرد۔ باشخصیت مرد کہتا تو ہے مگر نرم اور میٹھی زبان کے ساتھ۔

پندرھویں مجلس

متعدد شادیاں اور اسکے اسباب

ہماری آج کی بحث تعدد ازواج اور اس کے علل واسباب کے بارے میں ہے۔ یہ بحث نہ فقہی ہے نہ ہی معاشرتی' بلکہ صرف اور صرف ایک اخلاقی بحث ہے۔ ایک شادی کے بعد دوسری شادیاں جو ہوتی ہیں ان کی کچھ قسمیں ہیں۔

۱۔ ضروری ازدواج

شادی کی پہلی قسم جو کسی ضرورت کے تحت کی جاتی ہے یہ ہے کہ مثلاً پہلی بیوی مریض ہے اور مرد کی جنسی جبلت کو تسکین' اور گھر کے کام انجام نہیں دے سکتی ہے۔ تو اس صورت میں مرد دوسری شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسلام کے ضروری اور اہم احکام میں سے یہی ازدواج ہے۔ مذہب مسیحت میں تعدد ازواج جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ ایک عجیب دردسری میں مبتلا ہیں لیکن اس قسم کا ازدواج ضرورت کے تحت بہت کم ہوتا ہے مثلاً ایک عورت بانجھ ہے خود بھی اولاد کی خواہشمند ہو اور شوہر بھی۔ اس کے باوجود اپنے شوہر کو دوسری شادی کرنے سے دے یہ بہت کم ہوتا ہے۔ جبکہ ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ مرد دوسری شادی کرے۔ اس مقام پر میں خواتین

سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے شوہر کے لیے دوسری شادی کا خود انتظام کریں۔ ایک ایسی عورت کا انتخاب کریں جو تمہاری طبیعت کے ساتھ مل سکتی ہو۔ یہ پہلی قسم تھی، تعدد ازواج کی جو کسی خاص ضرورت کے تحت کی جاتی ہے۔

۲۔ ہوا وہوس کی شادیاں

تعدد ازواج کی دوسری قسم لذتی ازدواج ہے۔ مرد یہ خیال کرتا ہے کہ شاید دوسری عورت کچھ اور قسم کا مزہ رکھتی ہے۔ ایک عیاش قسم کا انسان ہے اس کے پاس بیوی ہے اس کے باوجود دوسری شادی کرتا ہے' تیسری شادی کرتا ہے اگر ہو سکے تو اپنی عیاشی کے لیے حرمسرا بنالیتا ہے۔ یہ صورتحال یعنی شادی عیاشی کے لیے ہو تو پھر اخلاق کی رو سے یہ ایک خطرناک مسئلہ ہے یعنی اس انسان کی طرف خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ کیونکہ خواہشات اور جنسی جبلت کی پیروی انسان کو ایک خطرناک وادی میں دھکیل دیتی ہے۔ اگرچہ تمام خواہشات اس طرح کی ہیں لیکن جنسی جبلت ایک خاص خصوصیت رکھتی ہے۔ کسی بھی جبلت اور خواہش میں رک جانے کی حد نہیں ہوتی یعنی خواہشات ایک ایسی منزل تک نہیں پہنچ جاتی ہیں کہ جہاں پر وہ رک جائیں۔ مکمل طور پر سیر نہیں ہوتی ہیں۔ اگر جبلت کی پیروی کی جائے تو اس سے آپ سیر نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی انسان کرۂ زمین پر مسلط ہو جائے تو پھر اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کرۂ ارض پر بھی مسلط ہو جائے!

امام جعفر صادق علیہ السلام کے مطابق اگر ایک شخص کے پاس ایک دریا کے برابر سونا اور چاندی ہو تو بھی وہ سیر نہیں ہو سکتا ہے اور جنسی جبلت ایک خاص قسم کی خصوصیت رکھتی ہے کہ اس کی جس قدر پیروی کی جائے اتنی ہی

بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے بنی امیہ' بنی عباس اور ایران کے سلاطین نے عیاش خانے بنا رکھے تھے۔ جہاں سینکڑوں عورتیں ہوتی تھیں اس کے باوجود اس تعداد میں اضافے کے خواہشمند ہوتے تھے۔ جنسی جبلت کی پیروی بھی مزید مزید جنسی بھوک پیدا کردیتی ہے اور یہ جنسی بھوک کہاں سے پیدا ہوجاتی ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ اگر انسان آنکھ سے آنکھ لڑانے لگے' لوگوں کی عورتوں کا پیچھا کرنے لگے' اسی طرح نعوذ باللہ ایک خاتون بے حجاب نکلے' آنکھ سے آنکھ لڑائے اور پاکدامن نہ رہے تو پھر یہ جنسی بھوک پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مفروضے کے ساتھ کہ مرد ایک خوبصورت اور جوان بیوی رکھتا ہے۔ دوسری' تیسری بیوی موجود ہے لیکن اس کے باوجود نامحرم عورتوں کے ساتھ آنکھیں لڑاتا ہے۔ اور سیراب نہیں ہوتا ہے۔ اور ہارون الرشید کی طرح عیاش خانے بنانے کی خواہش کرتا ہے مگر عیاش خانے بنانے کے بعد بھی یہ جنسی بھوک ختم نہیں ہوپاتی ہے۔ اسی طرح وہ عورتیں جو بے پردہ ہیں' وہ عورتیں جو دیدے لڑاتی ہیں' وہ عورتیں جو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں پر توجہ دیتی ہیں۔ ماہرین نفسیات کے مطابق اس قسم کی عورتوں کی حالت بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اگر کسی عورت میں اس قسم کی حالت پیدا ہوجائے تو وہ اپنے حساس اعضاء بھی نامحرم لوگوں کو دکھانے سے دریغ نہیں کرتی ہے۔ مثلاً بال' سینہ' بازو' اس قسم کی چیزیں نامحرم افراد کو دکھانے سے شرم محسوس نہیں کرتی ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض خواتین کوتاہ بازو والا پیراہن پہن کر بازار جاتی ہیں تاکہ دوکاندار ان کے بازو دیکھ لے۔ اسی طرح بعض عورتیں بغیر چادر کے گلی میں بیٹھی رہتی ہیں۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ان تمام چیزوں کی اصل بنیاد جنسی جبلت کی

بھوک ہے۔ اسی طرح بعض بوڑھے افراد اگرچہ وہ جنسی غریزہ کے اعتبار سے ناتواں ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود بد نظری کرتے ہیں۔ اگر وہ دوکاندار ہے تو کم از کم دن میں سو سے زیادہ عورتوں کے ساتھ آنکھ لڑاتا ہے' نامحرم عورتوں پر نگاہ شہوت کرتا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ ایک خطرناک صورت ہے۔ ایک عورت کا گلی میں بیٹھے رہنا' اسی طرح مرد کا گلی میں بیٹھے رہنا ایک غلط کام ہے۔ اور خواتین کے لیے بہت ہی برا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب عورت بغیر پردے کے ہو۔ اس عورت کی کوئی شخصیت نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ عزت دار عورت ہوتی تو بغیر چادر کے بے پردگی کی حالت میں گلی میں نہ رہتی۔ گھر کے اندر رہتی۔ اگر گھر میں کام ہوتو اپنے کام میں مشغول رہتی' بچوں کی دیکھ بھال' خانہ داری کرتی۔ کوئی کام نہ ہونے کی صورت میں مطالعے میں مشغول ہوتی۔ اسی طرح ایک دینی کیسٹ سنتی' اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ جہاں پر دو تین خواتین جمع ہوتی ہیں ان کی مجلس غیبت سے خالی نہیں ہوتی ہے۔ تہمت بھی وہاں ضرور وجود رکھتی ہے۔ اور اس قسم کی عورتیں جان لیں کہ ان سے جناب زہرا سلام اللہ علیہا راضی نہیں ہیں۔ اگر اس قسم کی عورت یہ کہے کہ میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی کنیز ہوں تو وہ بالکل جھوٹ بولتی ہے کیونکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس قسم کی عورتوں سے بیزار ہیں۔ پس ازدواج کی دوسری قسم وہ ہے جو ہوا وہوس اور خواہشات جنسی کی بنا پر کی جاتی ہے۔ ایسا شخص بعض اوقات اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتا ہے۔ دوسری شادی کر کے ایک غلط مثال کا اضافہ کرتا ہے کہ ثواب کے لیے دوسری شادی کرتا ہوں بجائے ثواب کے اپنے اوپر نہ جانے کون کونسے عذاب مسلط کرتا ہے کیونکہ وہ جھوٹ کے ذریعہ ثواب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ ازدواج ہوا وہوس کی ہے۔

جنسی خواہش کی ہے یعنی وہ شخص جو بیوی رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود دوسری شادی کرلیتا ہے۔ اور علماء علم اخلاق اس قسم کی شادی کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ ایک جملہ کہتے ہیں اور اپنے شاگردوں کو ابتدائی دنوں میں اس کی تاکید کرتے ہیں۔

اياك ثم اياك ثم اياك والتوغل فى المشتهيات

"خبردار رہو اپنے آپ کو خواہشات میں گرفتار مت کرو"۔ خواہشات نفسانی یعنی دل کی خواہشات تمہیں مشغول نہ رکھیں۔ پرخوری سے پرہیز کرو' زیادہ سونے سے بچو' سست مت بنو' باتونی نہ بنو' ہمیشہ اپنی خواہشات کو اعتدال میں رکھو۔ پس معلوم ہوا کہ عیاشی کی شادی' ایک غلط کام ہے علماء اخلاق اس قسم کی شادی کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ شوہر پہلی بیوی کے ساتھ سازگار نہیں رہتے۔

علماء اخلاق کے ایک بزرگ عالم نے ایک جملہ کہا جسے ہم نقل کرتے ہیں' واقعا" وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو بنایا ہو وہ کتنی اچھی اور قیمتی باتیں کرتے ہیں۔ انسان جب ان کی باتوں پر غور کرتا ہے تو تعجب کرنے لگتا ہے۔ نجف اشرف کے مراجع میں سے ایک مرجع جو کربلا میں رہتے تھے یعنی آقا سید ابراہیم قزوینی اچھے طلبہ میں شمار ہوتے تھے' علمی اعتبار سے بلند پایہ کے مالک تھے اور اخلاق کی وجہ سے طلباء کے درمیان ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ "فتح علی شاہ کی بیٹی ضیاء السلطنہ" نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی تھی۔ ایک خوبصورت اور جوان لڑکی تھی' طلاق لینے کے بعد چلی گئی اور کربلا کے نزدیک رہتی تھی۔ چونکہ اب وہ بے سرپرست ہوگئی تھی لہٰذا کسی شخص کے ساتھ آقا قزوینی کو یہ پیغام بھیجا کہ میرا کوئی سرپرست نہیں ہے لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ

آپ کا سایہ میرے سر پر رہے۔ میں اپنے گھر میں ہوں آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے اپنے عقد میں لائیں۔ آقا قزوینی نے جواب دیا کہ آپ "ضیاء السلطنہ" کو میرا سلام پہنچادیں اور ان سے کہہ دیں کہ میں آپ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے کفو نہیں ہیں۔ کیونکہ میں اس وقت بوڑھا ہوگیا ہوں جبکہ آپ جوان ہیں' آپ شہزادی ہیں اور میں ایک طالب علم ہوں' آپ امیر ہیں اور میں غریب ہوں' دوسرے دن پھر پیغام بھیج دیا کہ آقا صاحب میں آپ سے شادی کر کے فخر کرنا چاہتی ہوں۔ اور افتخار کرنا چاہتی ہوں اس بات پر کہ آپ کا ہاتھ میرے سر پر رہے۔ اور میرا نام آپ کے نام کے ساتھ منسوب ہو۔ میں آپ سے مال نہیں چاہتی ہوں بلکہ آپ کے گھریلو اخراجات بھی میں خود برداشت کروں گی۔ مرحوم آقا ابراہیم نے دیکھا کہ یہ عورت اب چھوڑتی نہیں ہے تو کہلا بھیجا کہ میرا سلام ضیاء السلطنہ کو پہنچادو اور ان سے کہو کہ میری بیوی جو چالیس سال کی ہے اور میری فقیری اور غریبی کے ساتھ عادی ہوچکی ہے۔ چالیس سال سے میرے ساتھ غربت اور فقیری میں رہ کر زندگی گزار رہی ہے۔ تکلیفیں جھیل رہی ہے۔ اب دوسری شادی کر کے اس کے لیے ایک مصیبت زندہ کرنا نہیں چاہتا ہوں لہٰذا میں تم سے شادی کرنے پر بالکل تیار نہیں ہوں۔

ممکن ہے آقا ابراہیم کی باتیں بعض افراد کے لیے سنگین ہوں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بہت اچھی اور کام کی باتیں ہیں۔ میں ان افراد سے جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اگر ثواب کے خواہاں ہیں تو دوسری بیوی کے اخراجات اسکو دے دیں اس کے بچوں کے اخراجات برداشت کریں یہ ہر ثواب سے بالاتر ہے۔ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے

فرمایا "اگر میں ایک ہفتے تک ایک خاندان کے اخراجات برداشت کر سکوں تو یہ میرے لیے سترج کرنے سے زیادہ ہے"۔

۴۔ مجبوری کی شادی

شادی کی تیسری قسم مجبوری کی شادی ہے۔ اس قسم کی شادی کیسے اور کیوں کی جاتی ہے؟ انسان کے اندر کچھ خواہشات ہوتی ہیں جو کبھی تسکین پاتی ہیں اور کبھی تسکین نہیں پاتی ہیں۔ خواہش شعور سے لاشعور کی طرف چلی جاتی ہے یعنی پہلے دن، دوسرے دن، تیسرے دن، چوتھے دن آخر کار آہستہ آہستہ فراموشی کے سپرد کرتا ہے۔ جسے ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ بات لاشعور میں چلی گئی اور اسی جگہ گرہ پڑ جاتی ہے اور یہ گرہ بہت ہی خطرناک ہوتی ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں قدرت ہو یا علم ہو تو اس علم اور قدرت کے ذریعے وہ پوری دنیا کو آگ میں ڈال دیتا ہے اور صیہونی مکاتب فکر کے صاحبان دنیا اس قسم کے ہیں۔

کبھی عورت اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ بر آ نہیں ہوتی یعنی جیسا کہ کل میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا چھوٹی مگر بڑی باتوں کا لحاظ نہیں رکھتی ہے، مثلاً شوہر جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ تبسم اور خوشی سے ملاقات کرنے کے بجائے غصے میں منہ پھلائے ہوئے ملتی ہے۔ جب اس قسم کی باتیں روز روز مرد دیکھ لیتا ہے تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ دوسری شادی کرلوں ممکن ہے اس سے مجھے سکون مل جائے۔ اس طرح اس کی روح کو بھی اذیتیں پہنچاتا ہوا دوسری شادی کرلیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ دوسری شادی کرنے سے اس کو اس قسم کی مصیبتیں نہ اٹھانی پڑیں گی۔ اسی طرح اگر دوسری شادی سے بھی اس کی روح کو سکون نہ مل پائے تو تیسری شادی کرلیتا ہے شاید

اس سے اس کی روح کی اذیت ختم ہو جائے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ دوسروں کی عورتوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کو مجبوری کی شادی کہتے ہیں۔

میں خواتین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی مرد متعدد لاشعوری شادی کرتا ہے تو اس میں غلطی کس کی ہے؟ تمہیں کہنا چاہیے کہ میری غلطی ہے کہ میں نے اپنے شوہر کو خوش نہیں رکھا۔ جو کچھ اسلام نے میرے ذمہ کیا تھا اس پر عمل نہیں کیا۔ جو کچھ ماہرین نفسیات نے کہا تھا اس پر عمل نہیں کیا۔ بیوی کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو سکون فراہم کرے' اس کو چاہیے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو جن کا نتیجہ بہت خطرناک نکلتا ہے' خیال رکھے۔ اگر ان باتوں کا خیال نہ رکھو گی تو اس کا ثمر خود پاؤ گی اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ لاشعوری شادی خواتین کی غلطیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اتفاق سے تعدد ازواج ضروری جس کے بارے میں عرض کیا بہت کم ہے۔ پس کون سی چیز زیادہ ہے؟ کون ہے جو اپنی بیوی کے لیے مصیبت اور دردسری پیدا کرنا چاہتا ہے؟ عورت کے برے کام' اس کی ناسمجھی' اسکی سستی اور کاہلی اس کے لیے یہ مصیبت پیدا کر دیتی ہیں۔

ایک تاریخی واقعہ ہے۔ پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت ام سلیم کے نام سے جو ایک انصار کی بیوی تھیں' اہل مدینہ تھیں۔ ان کا شوہر کاریگر تھا ایک عقلمند قسم کا مرد تھا۔ دونوں مسلمان تھے' دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے تھے ان کے ہاں دو تین سال کا ایک بچہ تھا ایک دن بچہ بیمار پڑ گیا مرد روزانہ کام کے لیے جایا کرتا تھا۔ بچہ ظہر کے بعد دنیا سے رخصت ہو گیا وہ عورت اس کے پاس بیٹھی اور روتی رہی کچھ دیر کے بعد سوچنے لگی کہ بچہ تو اب مر گیا ہے دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آسکتا ہے۔

زندہ نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا شوہر کا دل کیوں دکھاؤں اس کو ناراحت کیوں کروں۔ یہ سوچ کر بچے کو ایسی جگہ پر رکھدیا کہ جہاں شوہر کی نظر نہ پڑے سوچا کہ شوہر کے آتے ہی میں کہوں کہ بچہ مرگیا ہے تو وہ بہت غمگین ہو جائے گا پس بچے کو ایک جگہ رکھ کر شوہرداری کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا وہ لباس جس کو اسے پہننا چاہیے تھا پہن لیا۔ اور جو زینت وہ کر سکتی تھی' کی۔ اتنے میں شوہر آگیا خود گئی' دروازہ کھول دیا اور شوہر کو سلام کیا۔ اس کی طرف مسکراہٹ اور تبسم کرنے کے بعد شوہر نے بچے کے بارے میں پوچھا کہ بچے کی حالت کیسی ہے تو جواب دیا کہ الحمدللہ اچھا ہے۔ بیٹھ گئے باتیں کیں' آرام کیا۔ نماز کا وقت ہونے لگا دونوں اٹھے غسل کیا۔ مرد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جماعت پڑھنا چاہتا تھا جانے لگا تو بیوی نے پوچھا اگر آپ کے پاس کوئی امانت رکھے اور کچھ مدت کے بعد واپس مانگے اور آپ دینے سے انکار کریں تو کیسا ہے؟ مرد نے جواب دیا کہ بہت بری بات ہے۔ امانت میں خیانت کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ مجھے چاہیے کہ اس کی امانت اسی وقت واپس کردوں۔ عورت نے اپنے شوہر سے کہا اگر ایسا ہے تو دو تین سال پہلے خداوند عالم نے ہم دونوں کو ایک امانت دی تھی لیکن آج اس امانت کا وقت ختم ہو گیا تھا بچہ مرگیا ہے لہٰذا آپ جائیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنے دوستوں سے واقعہ بیان کریں تاکہ وہ آکر بچے کو دفن کردیں۔ اس مرد نے کہا الحمدللہ رب العالمین۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ مرد حمد کس لیے بجالایا جس چیز کے لیے بھی حمد کرتا مناسب تھا لیکن سب سے زیادہ حمد اس پر کرتا کہ خدا نے اس کو ایسی اچھی بیوی دے رکھی ہے۔

آپ تمام خصوصاً خواتین سے عرض کروں گا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا"

"جو لوگ ہماری راہ میں کوشاں رہتے ہیں یقیناً ہم اپنے راستے انہیں دکھلادیں گے"۔ آپ جانتے ہیں کہ کہاں پہنچ جاؤ گے؟ یہ مرد مسجد میں داخل ہوا۔ ایسا لگتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ اس کے انتظار میں تھے۔ اے فلاں تمہیں مبارک ہو۔ پیغمبر اکرمؐ کے اس جملے کے ساتھ وہ عورت اسی رات حاملہ ہوگئی۔ ایک بچہ خداوند عالم نے ان کو عنایت کیا۔ جو بہت زیادہ عظیم اور فہیم تھا۔ یہاں تک کہ اہل دل حضرات نے اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ یعنی خداوند عالم نے اس رات اس مرد اور عورت کو اس سے بہتر دے دیا' جسے ان سے لیا تھا۔

میں خواتین سے سوال کرتا ہوں کہ اگر واقعتاً" ایک خاتون ام سلیم کی طرح ہوجائے تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا شوہر واویلا کرے یا مارے پیٹے' کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔ اس میں پھر آپ کی اپنی غلطی ہے کہ شوہر گھر میں خوش خرم نظر نہیں آتا ہے' واویلا کرتا ہے یا مارتا پیٹتا ہے' یہ آپ کی اپنی غلطی ہے۔ چونکہ آپ شوہرداری اچھی طرح نہیں کرتی ہیں۔ بچوں کی دیکھ بھال نہیں کرتی ہیں۔ امور خانہ داری کو اچھی طرح انجام نہیں دیتی ہیں۔ صبح سویرے گلی میں نکل کر دوسروں کی طرح خود بھی بے پردہ بیٹھ گئیں' باتوں میں مگن' ہنستی رہیں ظہر کا وقت ہوا شوہر واپس آتا ہے' دیکھتا ہے کہ گھر بھی گندا' بچے گندے اور خود بیوی بھی گندی۔ دوپہر کے کھانے کا نام ونشان نہیں ہے۔ جب مرد یہ حالت دیکھتا ہے تو دوسری شادی کے بارے میں سوچنے پر مجبور ، جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ دوسری شادی کروں ممکن ہے یہ کثافت اور گندگی " ہوجائے۔ ممکن ہے وقت پر روٹی مل جائے۔ ممکن ہے وہ بچوں اور اپنے

آپ کو پاک وصاف رکھے جب مرد دوسری شادی کرلیتا ہے تو پھر یہ عورت روتی ہے اور کہتی ہے

گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ
بہ آب زمزم وکوثر سفید نتوان کرد

خاتون! "گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ" کا کیا مطلب ہے؟ گلیم یعنی ایک قسم کی قالین ہوتی ہے جو سوتی دھاگے یا اون سے بنی جاتی ہے یعنی تو خود گلیم بخت ہے۔ خود اپنے آپ کو سیاہ بختی ہے۔ اپنے آپ کو سیاہ مت بنو' سفید بنو' شوہردار بنو' خانہ دار قسم کی عورت بنا کرو' ان چیزوں میں اپنے آپ کو پابند کرنے کے بعد پھر دیکھو کہ آپ کا شوہر دوسری شادی کرتا ہے یا نہیں۔ آج کل تو زمانہ کچھ اس قسم کا ہے کہ مرد ایک عورت کے اخراجات پورے نہیں کرسکتا ہے چہ جائیکہ وہ دوسری شادی کرے۔ اگر کوئی مرد دوسری شادی کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کی اپنی غلطی ہے کہ آپ نے اپنے شوہر کی شوہرداری صحیح طریقے سے نہیں کی جس کی وجہ سے مجبور ہوکر اس نے دوسری شادی کی۔ جس کا نام ہم مجبوری کی شادی رکھتے ہیں۔

سولھویں مجلس

طلاق کی بحث

آج کی بحث کا موضوع طلاق ہے۔ طلاق دین اسلام میں ایک ناپسندیدہ ترین حلال کے عنوان سے پہچنوایا گیا ہے۔ اور یہ بات مشہور ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ "**ابغض الاشیاء عندی الطلاق**" میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ مسیحت کے خلاف' ان کے ہاں بالکل طلاق ہے ہی نہیں۔ لیکن ایک صورت میں' جس کے بیان کے لیے یہ موقع مناسب نہیں۔ اور ان کے ہاں زنا اتنا زیادہ ہے کہ جس کی وجہ سے ایک عجیب قسم کی وحشت مغربی دنیا میں کارفرما ہے۔

اسی طرح ایران میں بھی ہم جب طلاق کے اعداد و شمار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں سال بہ سال یہ چیز زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ طلاق جو کہ اسلام میں ایک بہت بری چیز ہے۔ اور فرض کریں کہ مسئولین طلاق واقع ہونے کے مخالف ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ طلاق ہمارے ہاں ایک قسم کی رسم بن گئی ہے۔

حال حاضر میں انقلابی ایران کے اندر ایک بہت بڑی مصیبت یہی کثرت

طلاق ہے۔ اس پر اتنے تبصرے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اس کی روک تھام نہیں ہوپاتی بلکہ روز بروز اس کا رواج زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ طلاق زیادہ کیوں ہوتی ہیں؟ ہم اس مقدس جلسے میں اس سرطانی موضوع کا بھی جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ اسلام میں پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین شے طلاق ہے۔ اور اس کی روک تھام میں کامیاب ہونے کی کوشش کریں۔ لہٰذا ہماری آج کی بحث اس سلسلے میں ہوگی کہ اتنی بری چیز اتنی وسعت کیسے پیدا کرچکی ہے جس طرح ازدواج کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح طلاق بھی تین حصوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔

اقسام طلاق

۱۔ ضروری طلاق

طلاق کی ایک قسم ضروری ہے' جہاں قانون اسلام بلند اور عالی ہے وہاں طلاق کی گنجائش بھی ہے۔ اگرچہ از نظر اخلاق' طلاق بری چیز ہے۔ اسلام کہتا ہے یہ قانون طلاق اگرچہ ناپسندیدہ ہے لیکن میرے دامن میں موجود ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے۔ مثلاً کسی شخص کے ہاتھ میں سرطان پیدا ہوجاتا ہے تو اس کا ہاتھ لازمی طور پر کاٹنا ہوگا۔ اگر اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے تو اس کا پورا جسم اس مرض میں مبتلا ہوجائے گا۔ فرض کریں کہ صاحب مرض اس ہاتھ کے کاٹنے سے خوش نہیں ہے لیکن آمادہ ہے بلکہ پیسے بھی دے دیتا ہے تاکہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ بعد میں ڈاکٹر کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے کیونکہ اس نے اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کے تمام جسم کو سرطان سے بچایا ہے۔ اسی طرح طلاق ضروری بھی وہ طلاق ہے کہ اگر مرد اور عورت کے درمیان اخلاقی مطابقت نہ

ہو جتنا بھی عفو اور درگزر سے کام لیا جائے' جتنا بھی ایثار اور فداکاری سے کام لیا جائے اور تمام وہ اعمال جو طلاق نہ ہونے کا سبب بنتے ہوں بجالائے جائیں اور سب بے فائدہ رہیں' نعوذ باللہ ایک مقدس اور پاک وپاکیزہ مرد ایک ناپاک عورت کے ساتھ گرفتار ہوگیا ہے۔ یا ایک پاکیزہ عورت کسی ناپاک کے ساتھ گرفتار ہوچکی ہے' ایک غلط قسم کے آدمی کے ساتھ' چونکہ یہاں پر یہ گندہ مرد اس پاک عورت کے ساتھ مل جل کر نہیں رہ سکتا ہے' یہ پاکیزہ عورت گویا اس کے لیے جیل خانہ بن جاتی ہے اس کے لیے طلاق کے علاوہ چارہ نہیں ہے۔ یعنی ان دونوں رنگوں کا آپس میں ملنا محال ہے لہٰذا ان کو جدا کردیا جائے۔ اس سرطان شدہ ہاتھ کو کاٹ دینا لازم ہے۔ ان جیسے موارد میں قانون طلاق بہت اچھی چیز ہے۔ اسلام کی رو سے بھی اور معاشرتی اعتبار سے بھی۔ مسیحی قانون بارہا اس بات کو تسلیم کرچکا ہے کہ اسلام کا قانون طلاق اپنی باریک بینیوں کے ساتھ بہت اچھا قانون ہے۔ اگر اسلام میں قانون طلاق نہ ہوتا تو اسلام ناقص تھا۔ یہ قانون ایسی جگہوں میں ہے کہ جہاں پر ایک دوسرے سے جدا ہونے کے علاوہ دوسرا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ جب آپ دیکھتے ہیں کہ ایک عورت آپ سے نباہ نہیں سکتی وہ آپ کا رنگ پکڑ نہیں سکتی ہے' وہ بے عفت ہوگئی اور آپ اس کی روک تھام نہیں کرسکتے ہیں تو پھر اس نا ملنے والے رنگ کے دھاگے کو کاٹ دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک مرد لاپرواہ اور عیاش ہوجائے اس کی عیاشی کو ختم کرنا' روکنا ممکن نہ ہو تو اس خاتون کے لیے اس نا ملنے والے رنگ کے دھاگے کو اپنے آپ سے جدا کردینا لازم ہوجاتا ہے۔ اور یہاں طلاق ضروری ہے۔ جو بہت کم ہیں۔ اگر واقع ہونے والی طلاقیں اسی قسم کی ہوتیں تو پورے ملک میں سو سے زیادہ طلاق واقع نہ ہوتیں زیادہ طلاقوں کا واقع ہونا یہ

جاتا ہے کہ یہ طلاقیں ضروری کی قسم میں سے نہیں۔

اور بے پردہ خواتین متوجہ ہوں کہ وہ بہت بڑی ظالم ہیں قیامت کے دن بڑے بڑے ظالموں کے ساتھ محشور ہوں گی' کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی کر کے ایک غیر شادی شدہ جوان کے جذبات کو ابھارا جائے۔ جب شہوت کی آگ بھڑک اٹھے تو پھر وہ انسان کو جلا دیتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات جنسی جبلت کی آگ معمولی قسم کی آگ سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ ایک غیر شادی شدہ جوان ایک عورت کے چہرے پر' اس کے بے پردہ حساس جگہوں کو دیکھے اور نعوذ باللہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اب یہ جوان جو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کی غلطی اس بے پردہ عورت کی وجہ سے ہے۔ ایک خاتون دوکان پر چلی جاتی ہے۔ اپنی خریداری کے دوران ناز' نخرے دکھاتی ہے۔ بعض اوقات تو عورت حد سے گزر جاتی ہے' بے ادب اور بے قدر بن جاتی ہے' صرف اور صرف ایک جوڑا جراب' چادر اور تھوڑا سا کپڑا سستا خریدنے کے لیے اپنی عزت فروخت کر دیتی ہے۔ "عزت فروخت کرتی ہے" سے مراد میری یہ نہیں ہے کہ وہ خود کو زنا کے لیے پیش کرتی ہے۔ نہیں صرف اتنا کہ وہ نامحرم کے سامنے ہنستی ہے' مذاق کرتی ہے' نخرے دکھاتی ہے' یہ ایک قسم کی خود فروشی ہے۔ خود فروشی صرف یہ نہیں کہ اپنے آپ کو زنا کے لیے پیش کرے۔ یہ تو اس کا سب سے آخری مصداق ہے۔

۲۔ طلاق ہوا و ہوس

طلاق کی دوسری قسم طلاق حیوانی یعنی خواہشات حیوانی کی بنا پر طلاق دینا ہے۔ مثلاً ایک لاپرواہ قسم کا شخص کسی عورت پر فریفتہ ہو جائے اور اس عورت

کے ساتھ شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینے پر آمادہ ہو جائے۔ ایک عیاش انسان دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنی دوسری بیوی لانے کی خاطر پہلی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہے۔ سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ایک عورت کسی پر فریفتہ ہو جاتی ہے' عیاش بن جاتی ہے اور اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے تاکہ وہ اپنے معشوق دوسرے عیاش شوہر کو پا سکے۔ اسی کو طلاق حیوانی کہتے ہیں۔ یعنی نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر ایک دوسرے کو طلاق دینا' عیاشی کے لیے طلاق دینا۔ اس قسم کی طلاق لاپرواہ قسم کے لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ جو چیز میں یہاں پر ذکر کرنا لازم سمجھتا ہوں اور خصوصاً خواتین اس پر توجہ دیں وہ یہ کہ یہ خواہشی طلاق' یہ عیاشی کی طلاق' یہ عاشقی کی طلاق اس قسم کی طلاق کیوں اور کیسے واقع ہو جاتی ہیں؟ عورت اور مرد کے ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے سے' نامحرم پر نظر ڈالنے سے چاہے عورت ہو یا مرد' مرد اور عورت کے درمیان غیر ضروری باتوں کی وجہ سے اور اس سے بھی بڑھ کر بے پردگی کی وجہ سے' نامناسب پردے کی وجہ سے (وہ لباس جو اسلام کے مطابق نہ ہو)۔ خود فروشی کی ایک قسم یہ ہے کہ عورت نیم عریاں جراب یا لباس پہن کر گلی میں نکل آئے اور اپنا جسم' اپنی پنڈلی نامحرم کو دکھا دے۔ خود فروشی کی ایک قسم یہ ہے کہ دوکان دار کو ناز اور نخروں کے ذریعے' مذاق کے ذریعے اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ مذاق کرے اور ہنسنے لگے اور شہوت انگیز باتیں کرے۔ اس قسم کی خود فروش عورت کو متوجہ ہونا چاہیے کہ وہ ایک بہت بڑی ظالم ہے کیونکہ شیطان اس دوکان دار یا اس نامحرم شخص کے پاس آتا ہے اور تجھے اس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جب تجھے اس کے سامنے تا ہے پھر اس شخص کے دل سے اسی قدر اپنی بیوی سے محبت ختم ہو جاتی ہے

اور بعض اوقات نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کے نتیجے میں بچے بے آسرا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تو نے ایک دوکاندار کے سامنے یا کسی نامحرم شخص کے سامنے نخرے دکھائے اور تمہارا یہ ظلم بہت بڑا ظلم ہے اور اس کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے۔

ایک چیز جس کی وجہ سے بعض اوقات بہت بڑی مصیبتیں آجاتی ہیں عشق ہے اور عشق سرطان کے مرض سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ عشق ہم جنس کے ساتھ ہو یا جنس مخالف کے ساتھ ہو۔ یعنی دو لڑکے ہوں یا دو لڑکیاں یا ایک مرد اور ایک عورت ہوں ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ عشق ایک قسم کا سرطانی مرض ہے۔ اگر خدا نہ کرے کوئی اس مرض میں مبتلا ہو جائے تو پھر وہ بیوی کے ساتھ سازگار نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز اس کے لیے تیار ہو تو پھر بھی اس کو ٹھوکر مارتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی عزت و آبرو کو ٹھوکر مارتا ہے کیونکہ جب ہم کسی عاشق کی شاعری اور اس کے اشعار پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عاشق کی راہ میں سب سے پہلے انسان اپنی عزت و آبرو کھو دیتا ہے اور یہ عشق کہاں سے پیدا ہو جاتا ہے۔ سب جان لو کہ یہ خواہشات جنسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ خبردار شیطان کہیں آپ کو دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ دو لڑکے یا دو لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھتی ہوں ان کی یہ دوستی غریزہ جنسی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ وہ محبت کے نام سے ہی کی جاتی ہو۔ یا برادری کے نام سے کی جائے۔ عشق خدا کے نام سے بہت کم ہے محبت جو خالص خدا کے لیے ہو کم ہے۔ حق وہی قول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ!

"جب کسی کے دل سے محبت خدا اور عشق خدا ختم ہو جائے تو پھر کسی اور کی محبت اور عشق اس کے دل میں آجاتی ہے"۔

لوگ جب عشق کی تعریف کرنا چاہتے ہیں تو تعریف کر کے کہتے ہیں "مرض سودائی ہے" یہ ایک مرض سرطانی ہے' کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ "اس کے جراثیم کہاں سے آتے ہیں؟"

ایک دوسرے سے ملاقات خصوصاً نظریں

بعض ماہرین کہتے ہیں کہ انسان کے بدن کے اندر کچھ شعاعیں ہیں جو آنکھ کے راستے سے نکلتی ہیں اور عشق کی شکل میں خارج ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اسی لیے اسلام کہتا ہے کہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھو۔ بلکہ اگر آپ نامحرم پر نگاہ کرنے سے اپنے آپ کو بچا سکتی ہیں تو بچائیں۔ عورت کے ساتھ باتیں نہ کرو لیکن بقدر ضرورت' عورت کی طرف مت دیکھو مگر بقدر ضرورت۔ قرآن مجید میں ایسی متعدد آیتیں پردے کے بارے میں آئی ہیں۔ کبھی کہتا ہے خاتون اپنی آرائش مت کرو' اپنے آپ کو آراستہ نہ کرو' نامحرم کے مقابلے میں اپنے آپ کو خوبصورت مت بناؤ کبھی کہتا ہے : خاتون نامحرم کے ساتھ تیری گفتگو بقدر ضرورت ہونی چاہیے۔ کبھی کہتا ہے۔ حضرات' خواتین ایک دوسرے کی طرف نظر نہ کریں۔ آخر کار سورہ احزاب میں پیغمبر اکرمؐ سے خطاب ہوتا ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المئومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین و کان اللہ غفورا رحیما (سورہ احزاب آیت ۵۹)

"اے نبی اپنی بیبیوں' اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلتے وقت) اپنے چہروں اور گردنوں پر اپنی چادروں کا گھونگھٹ لٹکایا کرو یہ ان کی شرافت کی پہچان کے واسطے بہت مناسب ہے۔ اور انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔ یعنی بقول قرآن مجید عورت کی عزت

و آبرو اس کی قدر و منزلت چادر اور پردہ میں ہے۔ عورت کی شخصیت کو اسی پردے کے ذریعے سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کی علت یہ ہے کہ اگر کوئی خاتون اپنے چہرے کو نہ چھپائے اور کوئی شخص اس پر دل ہار بیٹھے تو پھر رسوائی ہی رسوائی ہے۔ خدا نہ کرے کہ عورت خود کسی کے عشق میں مبتلا ہو جائے۔ سب سے بڑی رسوائی یہاں پر ہے یقین کریں پھر وہ مرد یا عورت اس آیت کے کامل مصداق بن جاتے ہیں جس میں خدا فرماتا ہے:

"خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھوالخسران المبین"

(سورہ حج آیت ۱۱)

غلطی نہیں کی ہے ٹھیک کہا ہے۔ واقعا" اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ یہ حیوانی طلاق کہاں سے اور کیسے واقع ہوتی ہیں۔ تو جواب میں کہوں گا کہ یہ عورتوں کی غلطی ہے۔ بے پردہ اور پردہ دار عورتوں کی غلطی ہے۔ وہ خواتین جو اپنے کردار اور اپنی رفتار و گفتار کا خیال نہیں رکھتی ہیں۔ خاتون تم خوبصورت ہو' تمہاری کشش اتنی زیادہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص سے آگے ایک عورت ہے تو اس کی پیٹھ پر نگاہ نہ کرو اس کے پیچھے پیچھے مت جاؤ۔ اس کو جانے دو تاکہ فاصلہ زیادہ واقع ہو جائے پھر چلے جاؤ۔ کیونکہ عورت جاذبیت رکھتی ہے اور خدا نہ کرے اگر یہ جاذبیت تبدیل ہو جائے فریفتگی میں تو پھر خاتون اگرچہ عاشق نہیں لیکن رسوا ہو جاتی ہے اور بدبخت بن جاتی ہے اسی طرح وہ مرد بھی۔ اسلام نے یہاں تک اہمیت دی ہے کہ اگر ایک جگہ کوئی خاتون بیٹھی تھی' وہاں سے اٹھ جائے تو اس کی جگہ پر مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ مبادا اس جگہ پر بیٹھنے سے تمہارے دل میں شہوانی خیال پیدا نہ ہو جائے۔ پس اس بناء پر طلاق

کی دوسری قسم اگر واقع ہو جائے تو آپ جان لیں کہ یہ فریفتگی کی وجہ سے ہے۔ نامحرم کے ساتھ باتیں کرنے اور ناز و نخرے دکھانے کی وجہ سے' بے حجابی کی وجہ سے ہے۔ میں خواتین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے پردے کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کوئی نامحرم مرد تم پر شہوانی نظر کرے تو تم دنیا و آخرت میں بدنصیب ہو جاؤ گی۔

میں چاہتا ہوں بسیں اور ویگنیں مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ ہونی چاہئیں۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا ہے تو کم از کم ان کے دو حصے کیے جائیں نصف مردوں کے لیے اور نصف عورتوں کے لیے۔ خدا نہ کرے ایک خاتون ایک مرد کے ساتھ ایک ہی کرسی پر بیٹھ جائے اور اسی طرح ایک مرد اور عورت بس میں کھڑے ہو کر سفر کرتے ہیں لیکن ان کا جسم ایک دوسرے سے لگ جاتا ہے اگرچہ لباس کے ساتھ مگر یہ اتنا خطرناک ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ خاتون! آپ ایک قیمتی گوہر ہیں۔ قیمتی گوہر صندوق میں محفوظ ہونا چاہیے۔ قیمتی چیز جتنی محفوظ ہو اتنا ہی وہ چور سے محفوظ رہتی ہے۔ خواتین و حضرات! آپ اپنے کردار اور گفتار میں عقلمندی سے کام لیا کریں۔ میں مرد حضرات سے عرض کروں گا کہ اگر آپ کی بیوی نیم عریاں جراب پہن کر باہر چلی جائے اور دوسرے اس پر فریفتہ ہو جائیں تو اس وقت معلوم ہے حالت کیا ہو گی؟

۳۔ مجبوری کی طلاق

طلاق کی تیسری قسم مجبوری کی شادی کی طرح مجبوری کی طلاق ہے اور اس کے بہت سارے اسباب ہیں۔ تقریباً ۷۰ فیصد طلاق اسی قسم کی واقع ہوتی ہیں۔ اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہوتی ہیں؟ اس کی وجوہات بھی وہی ہیں جو

متعدد ازدواج میں تھیں۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ عورت اپنے وظیفہ پر عمل نہیں کرتی جب اپنے وظیفہ پر عمل نہیں کرتی ہے تو گویا مرد کے لیے مصیبت بن جاتی ہے۔ وہ چھوٹی مگر بڑی اہمیت کی حامل باتوں پر عمل نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ "قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے" پھر مرد اس عورت کے کردار اور سلوک سے اتنا تنگ آجاتا ہے کہ صبر کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ خدا نہ کرے کوئی اس قسم کی حالت میں مبتلا ہو جائے۔ اگر مبتلا ہو جائے تو پھر اپنی بیوی بچوں کو لاتیں اور گھونسے مارنے لگتا ہے اگر اس کو لاکھ سمجھایا جائے کہ آپ کی بیوی بچے بے آسرا ہو جائیں گے تو جواب دیتا ہے ہو جائیں۔ وہی مرد جو تمام تکلیفیں اپنی اولاد کے لیے جھیلتا تھا لیکن اب ایک نفرت ان سے پیدا ہوئی' ان کی طرف رخ کرنے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔

بعض اوقات ایک مرد چھوٹی مگر بڑی باتوں کا خیال نہیں رکھتا ہے۔ گھر کے اندر اس کا رویہ بہت خشک ہوتا ہے' اس کا بے جا بجل' غلط قسم کی باتیں' اگر کسی شخص کی بیوی اس سے تنگ آجائے اور اس سے بیزار ہو جائے تو پھر وہ بہت باریکیوں تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ پاکدامن ہے اور وہ تنگ آنے کے بعد بھی اور صبر سے باہر ہونے کے بعد بھی پاکدامن ہی رہے گی۔ نہیں جب عورت بیزار ہو جائے تو پھر وہ نہ بچوں کی پرواہ کرتی ہے اور نہ رشتہ داروں کی بلکہ ان سب پر لات مارنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

دوسری چیز مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو تقسیم کریں۔ جو بھی شخص کسی مقام تک پہنچ گیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے اپنے وقت کو تقسیم کیا۔ بعض لوگ وقت کے اتنے پابند ہوتے ہیں کہ ان کا ٹائلٹ جانے کا وقت بھی مخصوص ہوتا ہے۔ ان کے وضو کرنے کا وقت منظم ہوتا ہے۔ گھر سے باہر

جانے کا وقت خاص ہوتا ہے۔ ان کا کھانا کھانے اور سونے کا وقت مخصوص ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنے وقت کو منظم کرتے ہیں وہ بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو شخص علمی اعتبار سے ترقی کرتا ہے جس کسی نے ایجادات کیے ہیں تو یہ سب وقت کو منظم کرنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اس بناء پر تمام مرد و خواتین سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے وقت کو منظم کریں۔ مرد حضرات ایک وقت اپنے بال بچوں سے ملنے کے لیے مختص کریں۔ بیوی کو اکیلاپن محسوس نہیں ہونا چاہیے۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد کتاب کے ساتھ ہی لگے رہتے ہیں۔ ہمیشہ حصول علم میں مشغول رہتے ہیں چونکہ علم دوست ہیں لیکن تمام مسائل ایک طرف اور بیوی ایک طرف ہے جو اکیلی اور غمگین ہے یہ بہت خطرناک ہے کہ انسان اپنے بال بچوں تک نہ پہنچ سکے کیونکہ اس کے پاس وقت نہیں مصروفیت زیادہ ہے۔ ایک کاروباری انسان صبح سویرے نکلتا ہے شام کو گھر واپس آتا ہے۔ دن بھر لوگوں کے ساتھ دماغ خراب کرکے شام کو گھر آتا ہے تو اس کوشش میں رہتا ہے کہ کھانا کھائے اور سو جائے۔ یہ بھی اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اپنے ساتھ حساب کتاب کے رجسٹر نہ لائے ورنہ وہ اسی رجسٹر پر منہ رکھ کر سو جائے گا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کے افراد کی حالت بہت خطرناک ہوگی۔ پھر اس پر ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی نجیب اور اچھی عورت بری بن جاتی ہے۔ کام کرنے سے رہ جاتی ہے۔ اس کا دل گھر سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مرد خود کو مسجد و محراب سے وابستہ رکھے بیٹھا ہے لیکن بیٹا' بیٹی میکدوں اور میخانوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں آٹھ گھنٹے کام کرو اور آٹھ گھنٹے عبادت کرو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورے آٹھ گھنٹے آپ مسجد میں ہی رہیں بلکہ ان آٹھ گھنٹوں میں بیوی بچوں کا بھی حصہ ہے۔ مرد جب گھر

میں داخل ہوتا ہے تو بچوں کی احوال پرسی کرنے سے پہلے بیوی کا حال معلوم کرنا چاہیے کیونکہ وہ زیادہ نزدیک ہے بیوی ہے۔ اگر بچہ سامنے آجائے تو اس کو گود میں اٹھا لو لیکن تیری نظر بیوی پر ہونی چاہیے۔

کچھ عرصہ پہلے کسی عورت نے اپنے تین بچوں کو قتل کر ڈالا اور تیسرے بچے کے جسم پر تقریباً سترہ زخم لگا چکی تھی۔ بعد میں وہ عورت پکڑی گئی اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگی جب بھی میرا شوہر گھر میں آتا تھا ان بچوں کی طرف توجہ دیتا تھا اور مجھ سے بے اعتنائی کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھ میں حسد پیدا ہو گیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ بچوں کو قتل کر ڈالوں۔ اس بات پر میں زور اس لیے دے رہا ہوں کہ بعض اوقات اس قسم کے مسائل پیش آتے ہیں۔ کبھی ایک خاتون ٹیلی فون کرتی ہے۔ مردہ لڑکے کی ماں کی طرح روتی ہے۔ واویلا کرتی ہے۔ جب ہم قریب سے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر مالی اعتبار سے اچھا ہے۔ غریزہ جنسی کے اعتبار سے بالکل ٹھیک ہے لیکن صرف ایک کمی ہے وہ یہ کہ عورت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ عورت کے ساتھ مل جل کر بیٹھنے کے لیے وقت نہیں نکالتا ہے۔

پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ تو اپنے کاموں کے بارے میں پوچھنے سے قبل اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کرو۔ اس کو اپنی پوری داستان سنانے کا موقع دو۔ اتنا موقع دو کہ وہ اپنا درد دل سنا سکے۔ اور آپ سنتے جائیں۔ اس کی بات مت کاٹو۔ پھر اس کے بعد اس کی حوصلہ افزائی کرو بڑی رحم دلی اور مہربانی کے ساتھ اس کی تھکاوٹ اور تکلیف کو دور کر دو اس سے عذر خواہی کرو اور شکریہ ادا کرو اس کے بعد ایک آدھ گھنٹہ بچوں کے ساتھ کھیلنے اور باتیں کرنے میں گزارو۔ جب گھر میں آتے

ہو تو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ کھیلنا چاہیے۔ ہم ان باتوں کو' ان مسائل کو بہت ہی سادہ سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ ایک مسکراہٹ کے ساتھ ان سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کا نقصان ہم پر واضح ہو جاتا ہے تو پھر ہم افسوس کرنے لگ جاتے ہیں انسان کو اپنی بیوی کے لیے وقت دینا چاہیے۔

ایک گھرانے کے بچے بڑے ہو کر برے نکلے' ان کی ماں کہتی تھی یہ ان کے باپ کی غلطی ہے کہ جو دن رات کتاب اور قرآن کے ساتھ لگا رہتا تھا بچوں کو وقت نہیں دیتا تھا ان کے ساتھ باتیں نہیں کرتا' ان کے ساتھ کھیلا نہیں کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے بچے خراب ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے بچوں سے نہیں پوچھتا تھا کہ کہاں گئے تھے؟ کدھر جا رہے ہو؟ وہ عالم' وہ طالب علم' وہ شخص جو گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی کی خبر گیری کیے بغیر بچوں کی احوال پرسی کیے بغیر مطالعہ میں مشغول ہوتا ہے اس نے ایک بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے دوسروں کا حق مارا ہے۔ اور وہ علم جو دوسروں کا حق مار کر حاصل ہوتا ہے' بابرکت اور فائدہ مند نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ مرد' یہ طالب علم پہلے اپنی بیوی بچوں سے ملے پھر بعد میں اپنا مطالعہ کرے اور جب مطالعہ میں مصروف ہو جائے تو پھر بیوی کی ذمہ داری یہ ہے کہ جب مطالعہ میں ایک دو گھنٹے گزر گئے ہیں تو اپنی پوری آراستگی کے ساتھ' خوشی کے ساتھ ایک چائے کی پیالی یا کم از کم ایک گلاس پانی اس کے سامنے لے جا کر ادب کے ساتھ پیش کرے۔ سلام کرنے کے بعد اپنے شوہر کے پاس بیٹھ جائے۔ چائے یا قہوہ اس کے سامنے رکھے اور شوہر کی طرف تبسم کرے۔ یقیناً اگر کوئی عورت اس طرح کرے تو اس کا شوہر جتنا بھی تھکا ہو اس کی تھکاوٹ اور بوریت دور ہو جائے گی۔

ایک شخص جس کی بیوی مر گئی تھی بہت روتا تھا ہم نے ان سے سوال کیا

کہ جناب عالی آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تقدیر الٰہی پر کیوں راضی نہیں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں راضی ہوں لیکن میرا دل جلتا ہے کہ میری مونس' میرا علم قبر میں چلا گیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ مطالعہ کر کے جب میں تھک جاتا تھا۔ ایک پیالی چائے لے کر میرے پاس آتی تھی اور میرے دل کو اس طرح سے جلب کرتی تھی وہ چائے مجھے دیتی تھی میں پی لیا کرتا تھا میری تمام تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی جتنی کتابیں میں نے لکھی ہیں انہی کی مرہون منت ہیں۔

پاسچر کہتا ہے کہ اگر میں نے کوئی نئی چیز ایجاد کر لی ہے یا معاشرے کی خدمت کر سکا ہوں تو وہ میری بیوی کی مدد تھی کہ میری بیوی میری تمام تھکاوٹ دور کر دیتی تھی۔

اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے قطع تعلق کرے۔ اور دن رات مطالعے اور کاروبار میں ہی لگا رہے تو پھر حالت خطرناک ہو جاتی ہے۔ اور یہی چیز ایک دوسرے سے نفرت کرنے کا سبب بن جاتی ہے اور جہاں نفرت ہو وہاں طلاق کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ عورت اگرچہ پاکدامن ہے۔ عزت دار ہے' اچھی ہے لیکن اب چونکہ صبر ختم ہو چکا ہے نفرت بڑھ چکی ہے لہٰذا وہ عدالت تک چلی جاتی ہے بالآخر طلاق لے لیتی ہے۔ اب پھر اس کو بچوں کی کوئی پرواہ ہی نہیں رہتی ہے۔ کہتی ہے کہ مجھے آرام اور راحت میسر ہونا چاہیے' بچوں کی تباہی سے مجھے کوئی غرض نہیں۔ اس قسم کی طلاق جو واقع ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ خواتین ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا جن کا نتیجہ بڑا ہوتا ہے' خیال نہیں رکھتی ہیں اور مرد عورت کو طلاق دے دیتا ہے۔ مرد حضرات اپنے وظیفے پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ عورت کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرتے ہیں اور اسی قسم کی طلاق بہت زیادہ واقع ہوتی ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ تقریباً ۷۰ فیصد طلاق

اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ شوہر بیوی کے مقابلے میں بدبین ہوتا ہے اور بیوی شوہر کے مقابلے میں بدبین ہوتی ہے۔ اگر کوئی شوہر دس منٹ لیٹ آجائے تو بیوی رسوائی کردیتی ہے۔ کہاں تھے؟ دوسری بیوی کے گھر میں چلے گئے تھے کیا؟ پھر شوہر چلا جاتا ہے اور دوسری شادی کردکھاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو تیسری تک پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ یہ بدبینیاں عورتوں میں ہوا کرتی ہیں اور بعض مردوں میں بھی یہ غلط تصورات اور خیالات ہوتے ہیں۔ اگر یہ تصورات مردوں میں ہوں تو اس کا گناہ ہی بہت زیادہ ہے۔

سترہویں مجلس

خاندان کی ضرورتیں

ہماری بحث ان ضروریات کے بارے میں ہے جو مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی پوری کرنی چاہیے۔ آج کی بحث معاشیات کی رو سے ایک اہم بحث ہے۔

۱۔ مادی ضرورتیں (بخل کی مذمت)

پہلی ضرورت جس کا مرد اور عورت دونوں کو خیال رکھنا چاہیے وہ مادی ضرورت ہے۔ مرد کو چاہیے جتنا ممکن ہو سکے اپنے خاندان کو آرام اور راحت مہیا کرے۔ وہ مرد جو اپنے بال بچوں کو آرام اور آسائش میں رکھ سکتا ہے' ان کی ضروریات زندگی پوری کر سکتا ہے' لیکن بخل سے کام لے تو اس نے نہ صرف گھریلو حقوق پورے نہیں کیے' بلکہ وہ ان آیات اور روایات کا مصداق بن جاتا ہے جو بخل کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ وہ انسان جو بخل سے کام لیتا ہے یہ خیال نہ کرے کہ بخل اس کے لیے ایک اچھی چیز ہے' بلکہ یہ بخل اس کے لیے ایک قسم کی برائی ہے۔ قیامت کے دن یہی مال جس میں اس نے بخل سے کام لیا ہے ایک زنجیر اور طوق کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دی جائے گی اور ایک رسوائی کے ساتھ اس کو محشر کے

میدان میں داخل کر دیا جائے گا۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون مابخلوا بہ یوم القیامۃ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۰)

"اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ دیا ہے (اور پھر) بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہو گا بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے کیونکہ جس (مال) کا بخل کرتے ہیں عنقریب ہی قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنایا جائے گا"۔ جو لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور گھر پر' معاشرے پر' فقراء پر' ضعفاء اور اسراء پر خرچ نہیں کرتے ہیں۔ یہ بخل ان کی بہتری میں نہیں ہے بلکہ ان کے لیے شر اور نقصان ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن وہی مال جس میں انہوں نے بخل کیا ہے' راہ خدا میں خرچ نہیں کیا ہے' بال بچوں پر خرچ نہیں کیا ہے ان کی گردن پر طوق بن کر لٹکے گا۔ ہمیں توجہ دینی چاہیے کہ بخیل انسان دھتکارا ہوا ہے۔ بخل صفات رذیلہ کی طرح عقل کی رو سے ایک مذموم صفت ہے۔ یہاں تک کہ خود بخیل بھی بخل کی مذمت کرتا ہے۔ دلیل اس بات کی یہ ہے کہ جب اسے بخیل کہہ کر پکارا جاتا ہے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بخل ان چیزوں میں سے ہے' جو محبت ختم کر دیتی ہے۔ چاہے وہ محبت اجتماعی ہو یا گھریلو ہو' وہ مرد جو اپنے بال بچوں کو آرام اور راحت مہیا کر سکتا ہے' لیکن بخل سے کام لے کر ان کو آرام اور راحت بہم نہ پہنچائے تو وہ مرد اپنے بال بچوں کے نزدیک آبرو مند نہیں ہوتا ہے۔ اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہتی ہے۔ محبوبیت ختم ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تو بچے اور بیوی اس کی موت کے آرزومند ہوتے ہیں۔ مرد

کو چاہیے کہ اگر اس سے ہو سکتا ہے تو اپنے بال بچوں کی ضروریات پوری کرے۔ کم از کم زندگی کی ضروری چیزیں مثلاً خوراک ' لباس ' مکان اور اگر ممکن ہو تو ان کی شادی وغیرہ کرے۔ ان چیزوں کا مہیا کرنا اور انجام دینا مرد کا فریضہ ہے۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹی کی شادی کرے اور تھوڑا بہت جہیز اس کے ساتھ دے دے۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اچھی تعلیم دلائے ' بیٹے کے لیے اچھی بیوی کا انتخاب کرے۔ ان چیزوں میں بخل کرنا اور گھریلو ضروریات کا پورا نہ کرنا گویا مصیبتوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ بعض اوقات مادی ضروریات کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے بچے چور اور ڈاکو بن جاتے ہیں ' عورت گھر کے اندر چور بن جاتی ہے۔ پہلے تو وہ عورت اپنے شوہر کی جیب کاٹتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ دوکانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ کوئی شخص بخل کرے ' اپنے بال بچوں کی ضروریات پورا کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود پوری نہ کرے اور بخل سے کام لے تو اس کے بچے چور بن جاتے ہیں لہٰذا اس مفسدہ سے بچنا چاہیے۔

اسی طرح ایک عورت بھی مرد کی مادی ضرورت کو پورا کرے یعنی مرد کی غذا کا خیال رکھے۔ شوہر کو اپنے اور بچوں پر مقدم رکھے۔ غذا ' میوہ اور دیگر چیزیں موجود ہوں لیکن اس کے باوجود مرد کو نہ کھلائے تو یہ عورت اسلام کی رو سے نہ صرف بخیل ہے بلکہ لئیم ہے۔ بخل وہ ہے کہ انسان اپنے مال کو دوسروں پر خرچ نہ کرے۔ لیکن لئیم اس سے بھی بدتر ہے یعنی لئیم کسی کو دوسرے کا مال کھاتے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو تمہیں خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ ایک لئیم شخص تمہیں ایک غریب خاندان پر خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ وہ کہتا ہے آپ اپنی اولاد پر خرچ نہیں کرتے دوسروں کی اولاد پر خرچ

کیوں کرتے ہیں' اس قسم کی باتیں بنا کر تمہارے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ پس اس قسم کا شخص لئیم کہلاتا ہے جو دوسروں پر خرچ کرنے سے روکتا ہے یا رکاوٹ بنتا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ لئیم وہ شخص ہے جو کسی کو اپنا مال کھاتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ یعنی جل جائے۔ بعض لوگ اس قسم کے ہیں یعنی اپنا مال نہ کسی کو دیتے ہیں اور اگر کوئی اپنا مال خرچ کرنا چاہے' کسی غریب یا فقیر کی مدد کرنا چاہے تو وہ لوگ اس سے خوش نہیں ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ اپنا مال اپنے لیے خرچ کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے ہیں۔ اس قسم کے افراد بہت ذلیل اور پست قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن وہ عورت جو اپنے شوہر پر خرچ نہیں کر سکتی ہے وہ ان سے بھی زیادہ پست و ذلیل ہے۔ یعنی وہ عورت لئیم عورت کہلاتی ہے۔ یعنی وہ خاتون جس کا شوہر میوہ' غذا اور دوسری چیزیں گھر لے جائے مگر عورت اس پر خرچ نہ کرے' اس کو نہ کھلائے تو پھر اس قسم کی عورت سے محبت کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

گزشتہ بحث میں' میں نے عرض کیا بعض مرد زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ عوامی زبان میں "گوشت نہیں لاتے ہیں مگر کباب کی امید رکھتے ہیں" لیکن ایک دفعہ مرد گوشت لاتا ہے بیوی' بچوں کو کھلاتی ہے۔ مہمانوں کو کھلاتی ہے لیکن اس بات پر راضی نہیں ہوتی کہ اس کا مرد بھی کھالے۔ اس قسم کی عورت قیامت کے دن پست ترین حیوان کی شکل میں حشر کے میدان میں لائی جائے گی مثل خوک' کیونکہ خوک صفت لئیم رکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ خوک میں یہ صفت پائی جاتی ہے خود نہیں کھاتا ہے اور دوسروں کے کھانے پر بھی راضی نہیں ہوتا ہے۔ اس عورت سے کہا جائے گا کہ خاتون وہ تیرے مال سے تو نہیں تھا۔ شوہر کا مال تھا تم نے کیوں اسے نہیں دیا۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ اس

طرح سلوک کرے تو پھر اس عورت کو اپنے شوہر سے محبت کی توقع رکھنا فضول ہے۔ اور اگر یہ مرد دوسری شادی کرے تو پھر اس عورت کو گلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر مرد عورت کی' بچوں کی ضروریات مہیا کر سکتا ہے اس کے باوجود نہ کرے پھر اس کو بھی محبت کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ اگر شوہر غریب قسم کا انسان ہے تو بیوی پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو چیزوں کی فرمائش کر کے شرمندہ نہ کرے۔ بلکہ صبر سے کام لے۔ غصہ نہ کھائے بجائے دل آزاری کے شوہر کی ولداری کرے۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ تمام چیزوں سے بیوی بچوں کی ضروریات زندگی کو مقدم رکھے یعنی پہلے چراغ گھر میں روشن کرے پھر مسجد میں' اگر کسی کے بال بچے ضروریات زندگی کے محتاج ہیں تو وہ دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا ہے۔ اس کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرے۔ روایت میں ہے کہ ایک مرد مر گیا اور اس کے پاس جو کچھ تھا راہ خدا میں دے دیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی لوگوں نے اس کو دفن کر دیا۔ شام کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ اس شخص کے بال بچے بھوکے ہیں اس کے پاس سب کچھ موجود تھا لیکن مرتے وقت تمام مال و جائیداد راہ خدا میں صدقہ دے گیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مجھے پہلے بتا دیتے تو میں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتا۔ اس لیے شوہر اور بیوی دونوں کو ضروریات زندگی کا خیال رکھنا چاہیے۔ خدا نہ کرے اگر کوئی شوہر یا بیوی ضروریات زندگی رکھتے ہوئے بخل سے کام لیں تو پھر گھر میں ایک بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بخل کی وجہ سے بہت سارا نقصان

اٹھانا پڑتا ہے' دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۲۔ جنسی ضرورت

دوسری چیز' ضرورت جنسی ہے۔ جنسی جبلت کی تسکین ہونی چاہیے۔ جب کہ گزشتہ ابحاث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جنسی جبلت ایک ضروری امر ہے۔ جس طرح سے ہم دوسری جبلتوں کو تسکین پہنچاتے ہیں اسی طرح اس جبلت اور خواہش کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ مرد پر لازم اور واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کی احتیاج کو دور کردے۔ اسی طرح بیوی پر بھی لازم و واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ضرورت کو پورا کرے اس کی احتیاج کو برطرف کرے۔ اگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہ کریں تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد سو جائے اور اس کی بیوی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے' ٹال مٹول اور سستی سے کام لے یہاں تک کہ شوہر سو جائے تو صبح یہ عورت ملائکہ کی لعنت کا نشانہ بنتی ہے۔ کیونکہ مرد اور عورت دونوں پر یہ ایک فطری حق ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرمؐ سے ایک اور روایت ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کی جنسی ضرورت پوری کرنے میں سستی کرے اور نعوذ باللہ اس کی بیوی گناہ میں مبتلا ہو جائے جتنا گناہ اس عورت پر ہے اتنا ہی گناہ شوہر پر بھی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت جنس کے مقدمات میں سستی اور کاہلی دکھائے اور شوہر دوسری عورتوں کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہو جائے یعنی نامحرم عورتوں پر نظر شہوت کرے تو یہ گناہ اس کی بیوی کے نامہ عمل میں لکھا جائے گا۔ یعنی قیامت کے دن جب اس کے ہاتھ میں اس کا نامہ عمل دیا جائے گا تو اس میں یہ لکھا ہوا دیکھ کر کہ نامحرم کی طرف اس نے نگاہ شہوت ڈالی۔ خداوند عالم کی

درگاہ میں عرض کرے گی پروردگار میں نے کسی نا محرم پر نا جائز نظر نہیں کی تھی۔ خطاب ہو گا تیرے شوہر نے کی ہے۔ یہ تیری غلطی تھی' تمہیں چاہیے تھا کہ اپنے شوہر کو نامحرم عورت پر نظر کرنے سے روک لیتیں۔ تمہیں چاہیے تھا کہ اسکی احتیاج جنسی کو پورا کرتیں۔ چاہے وہ مقدمات جنسی ہی کیوں نہ ہوں جیسے زینت کرنا وغیرہ۔ چاہے اصل عمل ہو۔ اسی طرح مرد سستی کرے نعوذ باللہ دو عورتیں رکھتا ہے لیکن دونوں کو تسکین نہیں دے سکتا ہے یا ان کے ساتھ عدالت نہیں کرتا۔ اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ اگر ان عورتوں میں سے ایک تنگ آکر آہ کرے تو اس کی آہ بعض اوقات کمر شکن ہوتی ہے' انسان کی جڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔

۳۔ ہمدردی کی ضرورت

تیسری ضرورت ہمدردی اور مہربانی کی ہے۔ یعنی انسان حیوان نہیں ہے۔ ایک درخت یا ستون نہیں ہے۔ جبکہ حیوان بھی عطوفت اور مہربانی کا محتاج ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب کسی بلی کا بچہ یا کسی گوسفند کا بچہ' اسی طرح کسی کتے کا بچہ جب اپنی ماں کے پستان کی طرف بڑھتا ہے اور دودھ پینے لگتا ہے تو اس کی ماں اس کے ساتھ مہربانیاں کرتی ہے۔ یعنی ایک حیوان ماں اپنے بچے کی ضرورت مادی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی معنوی اور عاطفی ضرورت کو بھی پورا کردیتی ہے۔ وہ کیسے؟ اپنی زبان اس کے جسم پر ملتی ہے اپنے سر کو اس کے جسم پر ملتی ہے۔ اور پیار کرتی ہے اور اس کا پیار کرنا دلیل ہے اس بات پر کہ طبیعت اور فطرت ہمیں کہتی ہے کہ انسان بدرجہ اولیٰ مہربانی اور عاطفت کا محتاج ہے۔ کتا بھی اس بات کو جانتا ہے کہ بچہ مادی غذا کے ساتھ ساتھ محبت کا بھی بھوکا ہوتا ہے' نیاز عاطفی کا بھی محتاج ہے۔ انسان کے لیے

ضروری ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت' ایک دوسرے کی روحانی غذا ہے۔ روحانی غذا' جسمانی غذا سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی شوہر محبت میں کمی کرے' خدا نہ کرے کہ ایک بیوی محبت میں کمی کرے' اپنے شوہر کے ساتھ۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں یتیم کے بارے میں اتنی تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ وہ معاشرہ جو یتیموں کا خیال نہیں رکھتا ہے دراصل مسلمان نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ارایت الذی یکذب بالدین ○ فذالک الذی یدع الیتیم (سورہ ماعون آیت ۲-۱)

"کیا تم نے اس کو دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ تو وہی (کمبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے"۔

اے پیغمبرؐ! کیا تمہیں وہ شخص دکھادوں جو مسلمان نہیں ہے۔ جو دین پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ شخص ہے جو یتیم کی خبر گیری نہ کرے۔ وہ لوگ جو یتیم کی مدد نہیں کرتے ہیں وہ حقیقی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مسلمان ظاہری ہیں۔ اسلام یتیم کی مدد اور محبت و شفقت پر اتنا زور کیوں دے رہا ہے؟ ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ کوئی یتیم جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آتا تھا تو حضور اکرمؐ اس کو اپنی گود میں بٹھا کر اپنے دست مبارک کو اس کے سر پر پھیرا کرتے تھے۔ اور ایک خاص محبت ان کے ساتھ رکھتے تھے۔ خصوصاً مولائے متقیان بہت زیادہ یتیم داری کرتے تھے۔

خوش قسمت ہیں شہدا کے گھر والے اے وہ خاتون کہ جس کا شوہر شہید ہو چکا ہے اور وہ خاتون جس کا شوہر مر گیا ہے اور وہ یتیم کی پرورش کر رہی ہیں۔

وہ بہت زیادہ ثواب حاصل کرتی ہیں۔ روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم کے سر پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرے تو خداوند عالم اس ہاتھ کے نیچے جتنے بال آتے ہیں' ان کے بقدر اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھ دیتا ہے اس کو ثواب عظیم عنایت کرتا ہے۔ یتیم کے ساتھ محبت کرنے کا ثواب اتنا زیادہ اس لیے ہے کہ یتیم کا باپ نہیں ہے۔ وہ بچہ ہمدردی کا محتاج ہے۔ پیار کا محتاج ہے۔ خدا اسی ضرورت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس بچے کی اس محبت وشفقت کو پورا نہ کیا جائے تو پھر وہ باغی ہو جاتا ہے۔ خدا نہ کرے ایک مرد' کوئی جوان' ایک جوان لڑکی یا کوئی عورت' جن کو اگر محبت عاطفی میسر نہ آئے تو وہ معاشرے کے لیے بہت ہی خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کسی معاشرے میں محبت وعاطفت کا فقدان ہو جائے تو وہ معاشرہ مجرم بن جاتا ہے۔ اگر یہ فطری چیز معاشرے کے اندر نہ ہو تو انسان کا دل پژمردہ ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی عورت افسردہ دل ہو جائے تو پھر وہ کبھی بھی شوہرداری نہیں کر سکتی ہے۔ امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کو احسن طریقے سے انجام نہیں دے سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک مرد افسردہ دل ہو جائے تو پھر وہ مرد معاشرتی فرد ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ اجتماع سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔ انسان میں افسردگی کب آتی ہے؟ اس وقت کہ جب گھر میں اسے محبت نہ ملے' بچہ پیار اور محبت کا محتاج ہوتا ہے۔ بچہ اپنی ابتدائی زندگی کے اندر چند غرائز بالفعل رکھتا ہے اسی طرح بہت ساری احتیاجات بھی رکھتا ہے لیکن وہ آگ مٹی کے نیچے گویا دبی ہوئی ہوتی ہے۔ مثلاً جنسی جبلت تو رکھتا ہے۔ لیکن فی الحال دفن ہے۔ پوشیدہ ہے اسی طرح ماں کی محبت کی جبلت رکھتا ہے لیکن فی الحال دفن ہے۔ لیکن اس کی بھوک اور پیاس کی ضرورت واحتیاج بالفعل ہے وہ سمجھتا ہے کہ بھوکا ہے۔

اس بات کو جان لیتا ہے کہ وہ سیر ہو چکا ہے۔ اس بات کو وہ جانتا ہے کہ بھوک لگنے کی صورت میں وہ اپنی ماں کے پستان کو چوسے۔ لیکن ایک محبت طلبی کی جبلت ہے۔ محبت وشفقت کی ضرورت ہے۔ جس وقت ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے اگرچہ بچہ اس وقت ایک ماہ کا ہوا ہے۔ ماں شفقت کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہے' اس کے جسم پر پیار محبت کے ساتھ ماں کے ہاتھ پھیرنے کی اہمیت دودھ پلانے سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ایک باپ کا اپنے بچے کی طرف تبسم فرمانا' مسکرانا' ماں کے دودھ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ وہ باپ جو اپنے بچوں کی مادی ضروریات پوری کرتا ہے۔ لیکن ان کی جذباتی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا ہے تو گویا وہ باپ ناانصاف ہے۔ وہ باپ جاہل ہے۔ وہ ایک نافہم باپ ہے۔ بعض اوقات کچھ لوگ اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ وہ اپنے بال بچوں سے مل نہیں سکتے ہیں' باپ باہر جاتا ہے بچہ سویا ہوا ہوتا ہے۔ باپ گھر واپس آتا ہے بچہ سویا ہوا ہوتا ہے۔ یہ حالت اچھی نہیں بلکہ یہ ایک خطرناک عادت ہے۔ اور یہ بچہ ایک خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیلے۔ اپنے گھٹنوں پر ان کو بٹھائے' اپنا ہاتھ محبت وشفقت کے ساتھ ان کے سر پر پھیرے۔ ایک باپ کا بچے کی طرف مسکرانا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی بڑی قیمت ہے۔ اسی طرح شوہر کا تبسم اپنی بیوی پر' اس کی محبت بیوی کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ انسان محبت کا شیدائی ہے۔

قرآن مجید نے ان دقیق صفات کی طرف بہت زیادہ توجہ اور اہمیت دے رکھی ہے قرآن مجید کہتا ہے۔

"ہم نے موسیٰؑ کو ایک صاحب معجزہ انسان بنا کر دنیا میں بھیجا"۔ جیسا کہ

روایات میں ہم پڑھتے ہیں اس وقت کہ جب فرعون بچوں کو قتل کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے زیر سایہ دنیا میں آئے اور فرعون کی بیوی آسیہ کی گود میں پرورش پائی۔ خداوند عالم نے فرعون کے دل میں موسیٰؑ کی محبت پیدا کردی اور وہ ایک باپ کی طرح حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ موسیٰؑ نے میری نگرانی میں پرورش پائی۔ اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دس سال شعیب علیہ السلام کی زیر نگرانی رکھا۔ پیغمبر خدا کی نگرانی میں تربیت پاکر رشد و کمال تک پہنچ گئے۔ آخرکار اس منزل تک پہنچے اور وہ منزل حاصل کی کہ خدا کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ جب پیغمبر بن گئے تو حکم ملا کہ ہارون کو اپنا وزیر بنادو تاکہ تم دونوں مل کر فرعون کو ڈرا سکو۔ لیکن اس بات کی سفارش کی گئی کہ فرعون کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔

اذھبا الی فرعون انہ طغی۔ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی (سورہ طہٰ آیت ۴۳-۴۴)

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ بہت سرکش ہوگیا ہے اس سے جاکر نرمی سے باتیں کرو تاکہ وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے"۔

یہ آیات ہمیں بتلا رہی ہیں۔ انسان جو بھی ہو محبت کا پیاسا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام کہتا ہے کہ ظالم کو مار ڈالو۔ لیکن ظالم اور مفسد فی الارض کو جب آپ قتل کرنا چاہیں تو بھی آپ اس سے بدزبانی کا حق نہیں رکھتے۔ اس کی توہین کا حق نہیں رکھتے ہیں، یہاں تک کہ پھانسی کا پھندا بھی اس کے گلے میں ڈالیں مگر اس کی توہین نہ کریں۔ اگر حاکم شرع سمجھ جائے تو توہین کرنے والے کو سزا دے سکتا ہے۔ انسان جو بھی ہو محبت کا پیاسا ہوتا ہے۔

بس اس بنا پر بیوی ہر چیز سے پہلے شوہر سے محبت چاہتی ہے' شوہر ہر چیز سے پہلے بیوی سے محبت چاہتا ہے۔ محبت کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن جنسی احتیاج بہت ہی گہری ہوتی ہے۔ آپ کی بیٹی محبت چاہتی ہے' آپ کا بیٹا محبت چاہتا ہے' پھران دونوں سے بھی زیادہ آپ کی بیوی آپ سے محبت چاہتی ہے۔ جب گھر میں داخل ہوتے ہو کم از کم سلام کرنا چاہیے اگر سلام نہ کیا تو اس کے ساتھ تبسم اور مسکراہٹ کے ساتھ ملنا چاہیے۔ منہ نہ لٹکایا کرو کیونکہ گھر میں اس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں۔ کبھی کبھی شوہر یا بیوی ایک دوسرے پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ یعنی شوہر کچھ بد مزاج قسم کا انسان ہوتا ہے بیوی کو مارتا ہے' جس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ لیکن بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ شوہر نہ تو بیوی کو گالی دیتا ہے اور نہ ہی اس کو مارتا ہے بلکہ گھر کے اندر ہر وقت غصے میں رہتا ہے' منہ بنا کر بیٹھتا ہے۔ اس کے بجائے بیوی کو ۱۰۰ کوڑے مارتا تو شاید بیوی قبول کر لیتی۔ اسی طرح بعض اوقات کوئی بیوی اپنے شوہر کو گالی نہیں دیتی ہے' زبان دراز نہیں ہے' مارنے کی صلاحیت و طاقت بھی نہیں رکھتی ہے' لیکن ہر وقت منہ لٹکائے رہتی ہے شوہر سے بات تک نہیں کرتی ہر وقت غصے میں رہتی ہے' غمگین رہتی ہے اس کی یہ حالت شوہر کو ایک سو کوڑے مارنے سے بھی بدتر ہے۔ یہ حالت سبب بنتی ہے کہ شوہر اس سے بیزار ہونے لگتا ہے۔ مرد کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس کی بیوی اگر اچھی ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے اچھی ہے' نہیں اگر محبت میں کمی آجائے تو پھر وہ بری بھی ہو سکتی ہے' بگڑ سکتی ہے۔ اسی طرح آپ بیٹی کے ساتھ' بیٹے کے ساتھ محبت میں کمی کریں گے تو خطرہ لازمی ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت و احتیاج محبت کی ہے۔ اگر خواتین گھر میں مجسم محبت بن

جائیں۔ اسی طرح جذبات کو مجسم کریں تو وہ گھر میں ایک بہترین خاتون بن سکتی ہیں۔ اگر ایک خاتون جذبات سے عاری اور بے محبت ہو' جو شوہر سے محبت نہ رکھتی ہو' اپنے بچوں کے ساتھ محبت نہ رکھتی ہو تو جان لو کہ یہ خاتون نہیں بلکہ ایک ڈائن ہے۔ عورت کو مرد کی نسبت زیادہ محبت کرنی چاہیے۔ مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے کہ وہ گھر کا ماحول محبت اور الفت سے بھر دیں۔ خدا ہمیں اپنے گھروں کے اندر محبت کی فضاء برقرار رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

اٹھارویں مجلس

۴۔ معنوی احتیاج

آج کی بحث چوتھی ضرورت یعنی احتیاج معنوی ہے۔ جس طرح انسان کو جسمانی اعتبار سے مطمئن ہونا چاہیے۔ اسی طرح روحانی اعتبار سے بھی مطمئن ہونا ضروری ہے۔ انسان اور حیوان کے درمیان فرق یہی ہے۔ حیوان ایک پہلو رکھتا ہے یعنی فقط غرائز اور خواہشات رکھتا ہے۔ مادی ضروریات رکھتا ہے' اگر اس سے بھی اوپر ترقی کرے تو ہمدردی و محبت کی ضرورت رکھتا ہے۔ یعنی مادی پہلو اور خواہشات اور روحانی پہلو اور معنویات جنہوں نے اس کی روح میں عالم ملکوت سے سرچشمہ لیا ہوا ہے۔ انسان معنوی اعتبار سے اتنے عروج پر ہے کہ خداوند عالم نے اس کو اپنی طرف نسبت دے کر شرافت میں اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین

(سورہ حجرات آیت ۲۹)

"اور جس وقت میں ہر طرح اسے درست کروں اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر

پڑتا۔" خداوند عالم نے ملائیکہ کو حکم دیا کہ جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اسے سجدہ کرنا۔ یہ پہلو حیوان نہیں رکھتے مگر انسان رکھتا ہے۔ جب مادی پہلو کی طرف ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ خواہشات اور غرائز حیوان میں بہت ہی قوی اور مضبوط ہیں اور ان کو تسکین پہنچانا بھی بہت آسان ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی امتیاز اور شرافت روحانی بنا پر ہے۔ کیونکہ انسان دو پہلو رکھتا ہے' دو قسم کی غذا کی ضرورت اور احتیاج رکھتا ہے۔ ایک قسم کی غذا تو یہ ہے کہ جب وہ بھوکا ہوتا ہے' پیاسا ہوتا ہے' تو اس کو جسمانی غذا کی ضرورت پڑتی ہے یعنی وہ چیز جو اس کے جسم کے لیے ضروری ہے۔ ان کا پورا کرنا لازم اور ضروری ہے۔ جو چیزیں اس کے لیے جسمانی اعتبار سے لازم ہیں بہم نہ پہنچائی جائیں تو پھر انسان مرجاتا ہے۔ بس بالکل اسی طرح اس کو روحانی غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے اگر اس کو روحانی غذا میسر نہ آئے تو وہ مرجاتا ہے۔ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ اگر جسمانی اعتبار سے مرجائے تو اس کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن اگر روحانی اعتبار سے مرجائے تو اس بارے میں قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر انسان روحانی موت مرے تو پھر وہ حیوان سے پست تر ہے اور جہنم کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن و الانس لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لايبصرون بها و لهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون(سورہ اعراف آیت ۱۷۹)

"اور گویا ہم نے خود بہتیرے جنات اور آدمیوں کو جہنم ہی کے لیے پیدا کیا اور ان کے دل تو ہیں' ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں' ان سے

دیکھتے ہی نہیں اور ان کے کان بھی ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام ہی نہیں لیتے یہ لوگ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہوئے' یہی لوگ (امور حق سے) بالکل بے خبر ہیں"۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر انسان کو روحانی غذا نہ ملے تو گویا وہ جہنم کے لیے ہی خلق ہوا ہے۔ اس کی عاقبت جہنم ہے۔ اس قسم کا انسان آنکھیں رکھتا ہے مگر دیکھتا نہیں' یعنی وہ حقیقت شناس نہیں ہیں۔ کان رکھتا ہے سنتا نہیں ہے' زبان رکھتا ہے بولتا نہیں ہے' دل رکھتا ہے سمجھتا نہیں ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہ حیوان سے بھی گیا گزرا ہے۔ جس طرح ریشم کا کیڑا اپنی غفلت میں ریشم دیتا ہے اور خود مرجاتا ہے۔

اولئک ھم الغافلون "یہی لوگ غافل ہیں"۔ اگر کسی انسان کو روحانی غذا نہیں ملی ہے تو اس کی روح مردہ ہے۔ دن رات اس چیز کی خاطر جس کو آیت نے بیان کیا ہے انسان روئے تو بھی مناسب ہے۔ اس سے بھی زیادہ شدید قسم کی آیت کہ جہاں قرآن مجید فرماتا ہے۔

ان شر الدواب عنداللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

(سورہ انفال آیت ۲۲)

"اس میں شک نہیں کہ زمین پر چلنے والے تمام حیوانات سے بدتر خدا کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں"۔

یعنی حیوانات سے پست تر وہ شخص ہے کہ جس کی روح مردہ ہو' وہ شخص ہے جو عقل رکھتا ہے مگر سوچتا نہیں ہے' صلاحیت رکھتا ہے مگر غور و فکر نہیں کرتا ہے۔ یعنی اس کی روح مردہ ہے۔ اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں۔ یعنی اگر انسان روحانی اعتبار سے مرجائے تو اس کی حالت بہت

خطرناک ہوجاتی ہے اور روح کو غذا نہ ملے تو وہ مرجاتی ہے۔ چنانچہ انسان کا جسم مریض ہوجاتا ہے اور مرض کی حالت انسان کے لیے سخت ہوتی ہے۔ بقول پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نعمتان مکفورتان الامن و العافیۃ "انسانوں کے لیے دو نعمتیں مجہول ہیں سلامتی امن وعافیت"۔

واقعاً" یہ دو بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ انسان اگر بیمار ہوجائے۔ تمام چیزوں سے دل اٹھ جاتا ہے لیکن بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کا جسم صحیح وسالم ہوتا ہے لیکن روح بیمار ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ **فی قلوبھم مرض** یعنی دل بیمار ہے۔ روح بیمار ہے۔ اگر روح بیمار ہوجائے تو قرآن پاک اس کو خطرناک حالت قرار دیتا ہے۔ جس شخص کی روح بیمار اور مریض ہو تو وہ قرآن کے مقابلے میں پیغمبرؐ اور آئمہ اطہارؑ کے مقابلے میں سر اٹھانے لگتا ہے۔ آیات قرآنی کو اپنے فائدے میں اور اپنی نفع کے لیے توجیہ کرنے لگتا ہے۔ سورہ آل عمران کے شروع میں ارشاد ہوا قرآن کے اندر کچھ محکمات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (سورہ آل عمران آیت ۷)

"پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ ان آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انہیں اپنے مطلب کے مطابق ڈھال دیں"۔ لیکن وہ لوگ بیمار ہیں اور قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ کوئی فتنہ اور فساد پیدا کردیں۔ اودھر ادھر سے کسی طرح ایک روایت لاکر اپنے نفع میں تفسیر کرتے ہیں، کہیں نہ کہیں سے بزرگوں

کا کوئی کلام پیدا کر کے اس کو اپنے نفع اور فائدے میں توجیہ کرنے لگتے ہیں۔ آخر کار روح جب بیمار ہوتی ہے تو پھر اس کی بیماری جسمانی بیماری کی طرح نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک الگ خاصیت کا بیمار ہوتا ہے۔ جب کوئی روحانی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ قرآن کے ساتھ جنگ کرنے لگتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کہتا ہے کہ میں شفاء ہوں مگر روحانی مریضوں کے لیے میرے پاس سوائے نقصان اور خسارے کے کچھ نہیں ہے۔

و ننزل من القران ماھو شفاء و رحمۃ للمئومنین و لا یزید الظالمین الا خسارا (سورہ آل عمران آیت ۲)

"اور ہم قرآن سے نازل کرتے ہیں ہر اس چیز کو جو شفاء اور رحمت الٰہی ہے اہل ایمان کے لیے۔ لیکن ظالمین کے لیے سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں دیتے"۔

اللہ کی رحمت ظالموں کے لیے' اس شخص کے لیے جو بیمار ہے۔ خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔ خربوزہ اور امرود بہت اچھے قسم کے پھل ہیں۔ لیکن وہ شخص جو زخم معدہ کا مریض ہے ان کو کھالے' اگر معدہ سے خون جاری نہ ہو جائے تو کم از کم شدید درد ضرور ہو گا۔ آیات قرآن بہت جاذبیت رکھتی ہیں اور بہت مفید ہیں' لیکن وہ شخص جو روحانی مریض ہے معدے کے زخم کی طرح ہے۔ گویا آیت اس کو نقصان پہنچاتی ہے۔ "**ولا یزید الظالمین الاخسارا**" پس اس بناء پر اگر کسی شخص کی روح بیمار ہو' اگر کسی شخص کی روح کو غذا نہ پہنچے اور روح مرجائے تو ایک خطرناک حالت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان اس وقت ایک پہلو کا حامل رہتا ہے۔ ایک پہلو مگر خطرناک' بلکہ لوگوں کے لیے سرطان کی طرح ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کی روح مرچکی ہوتی ہے وہ نہ

صرف اپنے لیے نقصان دہ ہوتا ہے بلکہ دوسروں کے لیے بھی مصیبت بن جاتا ہے۔ اپنی بیوی بچوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔ لہذا ہمیں جس چیز پر توجہ دینی چاہیے وہ معنوی ضرورت ہے۔ گھر کے ماحول میں معنوی ضرورت کا خیال رکھنا لازم ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کے لیے معنوی ترقی کی راہ فراہم کرنی چاہیے۔ اور ماں اور باپ دونوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے معنوی راستے ہموار کریں تاکہ ان کے بچے معنوی اعتبار سے ترقی کر سکیں۔ خدا نہ کرے کہ وہ اپنے بچوں کی فقط جسمانی ضرورت کو ہی پورا کرتے ہوں اور معنوی ضرورت کو نظرانداز کردیں' ان کی روحانی تربیت کو زیادہ اہمیت نہ دیں تو گویا وہ کتوں اور درندوں کی پرورش کر رہے ہیں۔ گویا ایسے ماں باپ معاشرے کے لیے ایک سرطان کی پرورش کر رہے ہیں۔ روح کی غذا کیا ہے؟ نماز' روزہ' تلاوت قرآن' راز و نیاز خدا کے ساتھ' رات کو بیدار رہنا' خدا کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھے۔ یا غلط طریقے سے پڑھے تو افسوس اس گھر اور اس شوہر پر کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا و قودھا الناس والحجارۃ (سورہ تحریم آیت ۶)

"اے ایماندارو اپنے آپ کو اور اپنے لڑکے بالوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے"۔

مرد ایماندار ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو جہنم کی آگ سے نجات دے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ مرد کو نمازی ہونا چاہیے' عورت کو نمازی ہونا چاہیے' آپ کا رابطہ خداوند کریم کے ساتھ محکم اور مضبوط ہونا چاہیے۔

مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ گھر میں قرآن کی تلاوت کریں۔ ان کو اہل دعا میں سے ہونا چاہیے۔ ان کو نماز شب پڑھنا چاہیے' نماز اول وقت میں پڑھنی چاہیے۔ اگر شوہر اور بیوی اول وقت میں نماز نہیں پڑھتے ہوں تو وہ آہستہ آہستہ معنوی اعتبار سے مردہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یعنی جب اس ضرورت معنوی کو پورا نہ کیا جائے تو جس طرح انسان چند دن غذا کے نہ کھانے سے مرجاتا ہے۔ انسان کی روح بھی غذا نہ ملنے پر مرجاتی ہے۔ پس یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پر سب بے بس ہیں۔ یعنی روحانی ضرورت مادی' جذباتی اور جنسی ضرورتوں کی مانند نہیں' یہ وہی ضرورت ہے کہ جس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اپنی کتابوں کے ساتھ آئے اور تبلیغ کی ہے۔ انسان کی معنوی ترقی ہی کے لیے انبیاء اور ان کے اوصیاء نے نہ جانیں کتنی تکلیفیں جھیلی ہیں۔ جیساکہ آپ زیارت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں۔

اشهدانک قد اقمت الصلاة و اتیت الزکاة و امرت بالمعروف و نهیت عن المنکر

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے نماز قائم کی' زکوۃ دی' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا"۔ روز عاشورا جس وقت ابا عبداللہ الحسینؑ کے بہت سارے اصحاب شہید ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت ہو گیا تو آپ کے ایک صحابی کہتے ہیں یا بن رسول اللہؐ! ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔ امام علیہ السلام نے اس صحابی سے تبسم کے ساتھ فرمایا "خداوند عالم تجھے نماز گزاروں میں سے قرار دے"۔ دشمنوں کی طرف سے تیر بارش کی طرح برستے ہیں لیکن امام علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ وسط میدان میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ گھر کے اندر نماز نہ ہو۔ خدا نہ کرے کہ گھر کے

اندر معنویت نہ ہو۔ پھر تو یہ گھر سرطان کی بیماری اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے نہ کہ انسانوں سے۔ اگرچہ وہ شکل صورت کے اعتبار سے خوبصورت ہوں گے جانو کہ یہ درندے ہیں اور ایک دن تاریک جگہوں میں پہنچیں گے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوة و تبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا (سورہ مریم آیت۵۹)

"پھر ان کے بعد کچھ ناخلف (ان کے) جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشات کے چیلے بن بیٹھے عنقریب ہی یہ لوگ اپنی گمراہی کا خمیازہ بھگتیں گے"۔

وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں مگر غلط نماز پڑھتے ہیں۔ وہ لوگ جو ہوا و ہوس اور شہوات و خواہشات نفسانی کی متابعت کرتے ہیں۔ وہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ "غی" یعنی گمراہی۔ آیت میں ادب کی رو سے (سوف) تحقیق ہے۔ "سوف یلقون غیا" یہ لوگ ضرور گمراہ ہیں۔ جی ہاں وہ شخص جو راہ مستقیم سے بھٹک جائے وہ جہنم چلا جاتا ہے۔ اور جہنم کے کنوؤں میں سے ایک کنواں جس کا نام (غی) ہے اور اس کی طرف روایت میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر ہم نماز کو ضائع کریں۔ آپ کی بیٹی' آپ کی بیوی نماز پڑھتی ہیں مگر آخر وقت میں یا بہت جلدی میں پڑھتی ہیں تو گویا وہ گمراہ ہیں ان کے سر پر خدا کی مہربانی کا سایہ نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کے اوپر خدا کی مہربانی نہ ہو تو پھر وہ انسان عجیب قسم کی گمراہیوں میں مبتلا اور گرفتار ہو جاتا ہے۔

فخر رازی سورہ والعصر کی تفسیر میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ روایت بہت چونکا دینے والی ہے۔ لکھتے ہیں ایک عورت دیوانہ وار رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے میں شوہر رکھتی ہوں لیکن پھر بھی میں نے زنا کیا اور حاملہ ہوگئی جب بچہ پیدا ہوگیا تو اس کو میں نے سرکہ کے خمیر میں دفن کر دیا اور وہ نجس سرکہ لوگوں کو فروخت بھی کر چکی ہوں۔

اب غور کریں کتنا بڑا گناہ ہے۔ واقعاً" اگر خدا کی رحمت اور مہربانی نہ ہو تو پھر نہ جانے انسان کتنا گمراہ ہو جاتا ہے۔ کیسی کیسی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ میرا مقصد اس جملہ سے یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس عورت سے فرمایا کہ میرے گمان میں تو نے عصر کی نماز ترک کردی ہے۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ خداوند عالم کی مہربانی کا سایہ تمہارے سر سے اٹھ گیا' یہ اس وجہ سے ہوا کہ تو نے نماز سے غفلت برتی۔ اگر انسان نماز کا پابند ہو جائے اور نماز کو اول وقت میں پڑھ لے تو نماز انسان کو اس قسم کی مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہونے سے بچاتی ہے۔ آپ نیک بخت بننا چاہتے ہیں تو نماز کے پابند بنیں اور نماز کو اول وقت میں ادا کریں۔ نماز کو تعقیبات کے ساتھ ادا کرو' نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو' نماز ادب کے ساتھ پڑھو' خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنی نماز کے لیے ایک جگہ مخصوص کریں اور نہایت ادب کے ساتھ پردے میں خداوند عالم کے حضور کھڑی ہو جائیں۔ پھر خوش بخت بنیں گی۔

اگر گھر میں معنویت نہ ہو اور گھر کی یہ ضرورت پوری نہ کی جائے تو پھر اس گھر کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ بالکل وہی حالت ہوتی ہے جو حالت روح کے بیمار ہونے سے ہوتی ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جو روح کو بیمار بنا دیتی ہے؟ گناہ' قرآن بعض اوقات (گناہ) کا نام مرض رکھ لیتا ہے (**فی قلوبھم مرض**) کبھی کہتا ہے "زیغ" **فاما الذین فی قلوبھم زیغ** کبھی کہتا ہے "ران"

بل ران علی قلوبھم یہ تمام ایک معنی رکھتے ہیں۔ یعنی گناہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے' دل کو بیمار کر دیتا ہے' دل کو زنگ آلود بنا دیتا ہے۔ جب انسان کا دل بیمار ہو جائے تو اس پر پہلی مصیبت یہ آتی ہے کہ انسان عبادت سے لذت حاصل نہیں کر سکتا ہے بلکہ گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے۔ اگر ہماری مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جو نماز سے لذت حاصل نہیں کرتا بلکہ گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے' تو وہ جان لے کہ وہ روحانی اعتبار سے بیمار ہے۔ وہ اپنا علاج کرے۔ اگر علاج نہیں کرے گا تو پھر اس کا دل سیاہ ہو جائے گا۔ قرآن کہتا ہے افسوس ہے اس دل پر جو گناہ کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہو۔ بعض اوقات دل سیاہ ہو جاتا ہے مگر اس کی سیاہی کم ہوتی ہے۔ لیکن بعض اوقات دل پورے کا پورا سیاہ ہو جاتا ہے' امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "پھر یہ نجات پانے والا نہیں بن سکتا ہے" اور قرآن کہتا ہے:

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ (سورہ زمر آیت ۲۲)

"تو کیا وہ شخص جس کے سینہ کو خدا نے (قبول) اسلام کے لیے کشادہ کر دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی (ہدایت) کی روشنی پر (چلتا) ہے گمراہوں کے برابر ہو سکتا ہے افسوس تو ان لوگوں پر ہے کہ جن کے دل یاد خدا سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں"۔ خوش بخت ہے وہ دل جس نے خدا کی یاد کے ذریعے اپنے آپ کو روشن کیا ہے اور خوش بخت ہے وہ دل کہ جس کو نماز اور روزے نے روشن کر دیا ہے۔ افسوس ہے اس دل پر کہ جو سیاہ ہو چکا ہے جس کو گناہ نے سخت بنا دیا ہے۔ جس دل کو گناہ نے پتھر بنا دیا ہے بقول قرآن شریف قساوت پیدا کر چکا ہے۔ قساوت سے ڈرو۔ کونسی چیز ہے جو دل میں قساوت پیدا کر دیتی

ہے۔ گناہ اگناہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو قساوت قلبی پیدا کرنے میں بڑا ہے۔ اس لیے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے جب تم ایک گناہ کرتے ہو تو تمہارے دل میں ایک نقطہ سیاہ پڑ جاتا ہے اگر انسان توبہ نہیں کرے تو یہ نقطہ سیاہ پھیل جاتا ہے اور آہستہ آہستہ پورے دل کو گھیر لیتا ہے پھر وہ انسان راہ راست پر گامزن نہیں ہو سکتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں اس گھر کے بارے میں جس میں گانے بجائے جاتے ہیں اور وہ جوان جو ہر وقت گانے سنتا رہتا ہے اس کی کیا حالت ہوتی ہے؟ وہ مرد اور بیوی جو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں' دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں' چغل خوری کرتے ہیں' اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ وہ دل جو سیاہ ہو جائے' وہ دل جو حرام سے بھر جائے' وہ لوگ جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں' وہ کہاں پہنچ جاتے ہیں؟ گناہ سے بھی زیادہ اہم صفات رذیلہ ہیں۔ گناہ دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ قول امام صادق علیہ السلام

"ان العمل السیی اسرع فی صاحبہ من السکین فی اللحم"

اگر کوئی شخص چاقو کو ہاتھ پر یا پیٹ میں یا کسی کی کمر پر مارے کیسا ہوتا ہے؟ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اس سے بھی زیادہ گناہ دل کے لیے خطرناک ہے۔ گناہ دل کے لیے بہت ضرر کا باعث ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک صفات رذیلہ ہیں۔ صفات رذیلہ ہم سب میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو اتنی جلدی ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اگر انسان بیس سال تک خون پسینہ ایک کرے تو پھر اس صفت رذیلہ کا درخت دل سے اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے۔ بیس تیس سال انسان خون پسینہ ایک کر کے محنت کرے تو پھر فضیلت کے

درخت کو دل میں سرسبز کر سکتا ہے۔ اور اسے پھل دار بنا سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں صفت رذیلہ نہیں رکھتا۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم صفات رذیلہ سے مقابلہ کریں۔ ان کو طوفانی شکل اختیار کرنے سے پہلے روکنا چاہیے۔ اگر سیلاب آجائے تو آبادی کی کیا حالت ہوتی ہے؟ بالکل اسی طرح اگر صفات رذیلہ کا سیلاب آجائے تو پھر آبادی کی طرح بطور کلی معنویت کو انسان کے دل سے ختم کردیتی ہیں۔ جب آگ کم ہو تو آپ آسانی سے اس کو بجھا سکتے ہیں۔ لیکن جس وقت آگ تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے تو پھر آپ جتنی کوشش کریں اس کو بجھانے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح اگر صفت رذیلہ بھی شعلہ فشاں بن جائے تو پھر اس کی روک تھام کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر صفت رذیلہ شعلہ ور ہوجائے' طوفانی ہوجائے تو پھر وہ اس سیلاب اور آگ کی طرح ہوجاتی ہے جو شعلہ فشاں ہو اور اس کا روکنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی صفات رذیلہ کو شعلہ پکڑنے نہ دیں۔ ان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں۔ بچوں کو ابتدا سے ان صفات کے ساتھ مقابلہ کرنے کا عادی بنانا چاہیے۔ مرد حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان پر مکمل کنٹرول کریں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ پاکیزہ گفتگو کریں۔

خواتین توجہ دیں حسد ایک بہت بری چیز ہے۔ اگر کوئی شخص حاسد بن جائے تو پھر وہ حق کو جانتے ہوئے جنگ جمل برپا کرتا ہے۔ جنگ جمل کو کس نے وجود دیا؟ ایک حسد کرنے والے نے' جب اسے خبر دی گئی کہ عثمان قتل ہوگیا تو کہا الحمدللہ "یہ نعثل مرگیا" اور جب یہ اطلاع دی گئی کہ حضرت علی علیہ السلام ان کی جگہ پر آگئے تو کہا کہ "اے کاش میں اس خبر کے سننے سے پہلے

مرچکی ہوتی"۔ آسمان میرے اوپر ٹوٹ پڑتا' تو اچھا تھا اس خبر کے سننے سے' آخر کار حسود نے جنگ جمل کو وجود بخشا۔ اپنے حسد کی آگ کو بجھانے کے لیے تقریباً بیس ہزار لوگوں کو قتل کیا۔

کیا آپ علیؑ کو جانتے ہیں؟ علیؑ کون ہیں؟ علیؑ وہ کہ جس کو طلحہ اور زبیر نے میرے اور آپ سے زیادہ پہچانا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جانتے تھے کہ علیؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی گود کے پالے ہیں۔ اور قرآن مجید میں سو سے زیادہ آیتیں امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ یہ لوگ امیرالمومنین سے پیسے مانگتے تھے' آپ نے نہیں دیئے۔ حکومت میں عہدہ طلب کرتے تھے آپؑ نے انہیں اس کا اہل نہیں سمجھا۔ یہی لوگ گئے اور پراپیگنڈہ کیا اور جنگ جمل برپا ہوئی۔ مسلمانوں پر کیسی مصیبتیں آئیں۔ اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ جنگ جمل کو کس شخص نے برپا کر دیا تو آپ کہیں گے حسد' زر پرستی اور اقتدار کی ہوس نے۔

ابن ملجم(ملعون) نے جب علیؑ کو شہید کیا قربتہ الی اللہ قتل کیا۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام کو کس شخص نے شہید کر دیا تو آپ جواب میں کہیں گے کہ ایک ہٹ دھرم شخص نے۔ حضرت علی علیہ السلام کی ایسی شخصیت نہیں تھی کہ کوئی نہ پہچانتا ہو خود ابن ملجم(ملعون) وہ شخص ہے جو پیغمبرؐ کے منبر کے پاس بیٹھتا تھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرماتے تھے۔

یا علی انت و شیعتک هم الفائزون یا علی انت و شیعتک هم الغالبون ابن ملجم(ملعون) پیغمبر اکرمؐ کے پاس بیٹھا تھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا :

"یا علی لو وازن ایمانک ایمان اھل السموات والارض لیزید ایمانک ایمانھم" اے علی اگر تمہارے ایمان اور جن وانس اور ملائیکہ کے ایمان کا موازنہ کیا جائے تو تمہارا ایمان ان سب پر غالب آئے گا۔

خواتین و حضرات کو ہٹ دھری سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ وہ بھی اس طرح ہو جائیں گے۔ مرد کو تنقید برداشت کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے۔ اگر تنقید قبول نہ کرو گے' اگر دوسروں کی بات بالکل نہ مانو گے تو پھر خواہشات کے علاوہ کسی کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو گے۔ پھر ایک ایسی حالت پیدا ہو جائے گی کہ سوائے شیطان کی باتوں کے دوسروں کی بات پر عمل نہیں کرو گے۔ آخر میں خواتین و حضرات سے اپیل کروں گا کہ آپ اپنے گھر کی معنوی ضروریات کا خیال رکھیں۔ بعض اوقات مرد مادی اعتبار سے تو بال بچوں کو آرام بہم پہنچاتا ہے۔ لیکن اپنی بے وقوف بیٹی اور بیٹے' جو نماز نہیں پڑھتے ہیں ان کے لیے یہ بے وقوف اتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ یہی بے وقوف انسان مشکلوں اور مصیبتوں کو جھیل کر بیوی بچوں کو آرام و آسائش میں رکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بیوی بھی اس کی دشمن ہے کیونکہ وہ محبت میں کمی کرتا ہے۔ ان کی معنوی ضرورت کو پوری نہیں کرتا ہے۔ چونکہ اس کے گھر میں معنویت کا فقدان ہے لہٰذا وہ زندان بن گیا ہے۔ بقول قرآن اس کا گھر تاریک ہو گیا ہے اور ایک قسم کی وحشت ناک تاریکی ہے۔

او کظلمات فی بحر لجی یغشہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض...." (سورہ نور آیت ۴۰)

"یا (کافروں کے اعمال کی مثال) اس بڑے گہرے دریا کی تاریکیوں کی سی ہے جسے"ایک لہر اس کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر تہ بہ تہ ڈھانکے ہوئے ہو جہاں تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں"۔

انیسویں مجلس

ماں باپ کی دخل اندازی

آٹھویں فصل میں ہماری بحث بچوں کی زندگی میں ماں باپ کی مداخلت ہے یہ ایک اہم بحث ہے۔ ماں باپ سے گزارش ہے کہ وہ اس بحث پر زیادہ توجہ دیں کیونکہ بہت سارے اختلاف ان بیجا اور فضول مداخلتوں کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت ساری جدائیاں ان بیجا دلسوزیوں اور غلط اغراض و مقاصد کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔ اگر ہم اپنے بچوں کی سعادت چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے کاموں میں مداخلت نہ کریں۔ ناحق ان کی دلسوزی نہ کریں۔ بہت ہی افسوس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معاشرتی بیماری ہمارے معاشرے کے اندر جڑیں پیدا کرچکی ہے یہاں تک کہ مقدس لوگ، نمازی لوگ وہ لوگ جو سوجھ بوجھ رکھتے ہیں دانستہ یا نادانستہ اپنی اولاد پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

ہمیں حیوانوں سے سبق لینا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی اس وقت تک سرپرستی کرتے ہیں جب تک وہ سرپرستی کے محتاج ہوتے ہیں۔ جونہی وہ خود ایک مستقل زندگی گزارنے کے قابل بن جاتے ہیں والدین ان کو آزاد چھوڑ

دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی مستقل زندگی گزارنا شروع کردیں۔ حتیٰ کہ بعض پرندے چند دن یا چند مہینے دانہ لاکر اپنے بچوں کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ پرواز کرنے کے قابل ہوگیا ہے تو اس کو پرواز کرنے دیتے ہیں' اڑنا سکھاتے ہیں' جب وہ مکمل طور پر اڑنے لگتا ہے اس کے بعد اس کو اپنے گھونسلے میں نہیں رہنے دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں بھیڑ کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں اس کے ساتھ ایک خاص محبت اور الفت رکھتی ہے' دودھ پلانے کے ساتھ ایک دو ماہ تک اس کو گھاس نہیں کھانے دیتی۔ لیکن یہی بچہ جب خود چر کر اپنا پیٹ پالنے کے قابل بن جاتا ہے پھر اس کے بعد ان میں ایک بیگانگی پیدا ہوجاتی ہے جو درحقیقت تمام حیوانوں میں پائی جاتی ہے۔ انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی بیٹی کی پرورش کریں۔ جس حد تک ہوسکتا ہے مادی اعتبار سے' معنوی اعتبار سے' جذباتی اعتبار سے اس کی ضروریات کو پورا کریں۔ صحیح اور اسلامی تربیت کریں اور جب اس کی ازدواج کا وقت ہوجائے تو اس کی شادی کریں' تاکہ وہ اپنے شوہر کے گھر جاکر اپنی مستقل زندگی کا آغاز کرسکے' اس کے بعد ماں باپ کو اس کے کاموں میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ پھر اس کے بعد ماں کو چاہیے کہ وہ بیجا دل نہ دکھائیں۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہوجائے تو ماں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بیٹی کی طرف داری کرنے کے بجائے داماد کی طرفداری کرے۔ اگرچہ غلطی داماد کی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح باپ داماد کی طرفداری کرے۔ بعض طرفداریاں جو نقصان دہ ہیں' ان میں سے ایک طرفداری یہی ہے کہ ماں باپ بیٹی کی طرفداری کریں۔ پس یہاں بیٹی کی مستقل زندگی میں رکاوٹ بننا' اس کی مستقل

فکر میں رکاوٹ بننا' یا ماں کا بیٹی کو باتیں سکھانا' اور بیٹی کو اپنا تابع کرنا ایک قسم کا ظلم ہے۔ اور یہی چیز بعض اوقات بیوی اور شوہر کی جدائی کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر جدائی واقع نہ ہوجائے تو ان کی محبت پر کاری ضرب لگتی ہے۔ گھر برباد ہوجاتا ہے جس کا اصل سبب یہی بیجا مداخلتیں ہیں۔

ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے بیٹے کی اسلامی تربیت کریں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ مادی اعتبار سے' معنوی اعتبار سے' پیار اور محبت کے اعتبار سے بچے کا خیال رکھیں اور اسلام و معاشرہ جس قسم کے بیٹے کی تمنا کرتا ہے اس کے حوالے کریں۔ جب یہ بچہ رشد و کمال تک پہنچ جائے تو والدین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کی شادی کریں تاکہ وہ اپنی مستقل زندگی کا آغاز کرسکے۔ ماں اور باپ کو چاہیے کہ وہ بچے کی ازدواج کے بعد ان کے کاموں میں مداخلت کرنے سے پرہیز کریں۔ اگر خدا نہ کرے کبھی بیٹے اور بہو میں جھگڑا واقع ہوجائے تو ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ بجائے بیٹے کی طرفداری کرنے کے بہو کی طرفداری کریں۔ دلہن کی طرف داری کریں۔ اگرچہ غلطی بہو کی ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ بہو کو اس کی غلطی یاد دلا دیں اور صحیح راستہ دکھائیں۔ اس وقت آگ کو مزید بھڑکانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ان کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ آگ کو بجھانے کی کوشش کریں۔ اگر والدین اس بات کا مشاہدہ کریں کہ ان کا بیٹا اور ان کی بہو جو اپنی مستقل زندگی میں ابھی ابھی وارد ہوئے ہیں ان کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا ہوجائے تو عقلمندی کے ساتھ اس جھگڑے کو ختم کردینا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں مائیں اور خصوصاً باپ بیٹے کی طرف داری کرتے ہیں اور ان کو مستقل زندگی گزارنے سے روکتے ہیں' ماں چاہتی ہے کہ وہ جو کچھ کہے' بیٹا اس پر عمل کرے۔ اگرچہ وہ طلاق کا حکم دے دے پھر بھی

بیٹے کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ پھر ماں اس سے راضی رہے گی۔ باپ چاہتا ہے کہ بیٹا ہمیشہ اس کا نوکر بنا رہے اور اس کی باتوں پر عمل کرے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ محبت پر کاری ضرب لگاتے ہیں اور گھر کو برباد کرتے ہیں۔ ایک نیا اختلاف گھر میں پیدا کرنا چاہتے ہیں' قرآن فرماتا ہے۔

ان الذین فتنوا المئومنین والمئومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق(سورہ روم آیت ۱۰)

"بے شک جن لوگوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو تکلیفیں دیں پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب تو ہے ہی (اس کے علاوہ) جلنے کا بھی عذاب ہوگا"۔

فتنہ و فساد کرنے والے سے کہو تیرے واسطے دو عذاب ہیں وہ بھی دردناک قسم کے۔ ان میں سے ایک دنیا میں وہ فتنہ گری تیرے پاؤں میں پڑے گی۔ یعنی وہ عورت جو اپنی بہو کے لیے فتنہ فساد پیدا کرتی ہے اس کے لیے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ جان لو کہ تیری بیٹی کے ساتھ بھی فتنہ فساد کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ عورت جو اپنے داماد کے ساتھ فتنہ فساد کرتی ہے' اس کو جان لینا چاہیے کہ اس کے بیٹے کے ساتھ بھی فتنہ فساد کیا جائے گا۔ اور آخرت میں جو عذاب تجھے ملے گا وہ وہی فتنہ گری جو آگ کی شکل میں تیرے پاؤں میں لپیٹائی جائے گی۔ لیکن ایک اور جگہ قرآن مجید اس سے بھی شدید و سخت لہجے میں فرماتا ہے:

"و الفتنتہ اشد من القتل" (سورہ بقرہ یت۱۹۱)

چغل خوری' عیب جوئی اور فتنہ انگیزی انسان کو قتل کرنے سے بھی بدترین گناہ ہے۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ انسان کو قتل کرنے کا گناہ کم ہے۔

اگر کوئی کسی شخص کو بغیر جرم کے قتل کر ڈالے تو گویا اس نے پوری دنیا کو قتل کر ڈالا ہے۔

من قتل نفس بغیر نفس او فسادا فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (سورہ مائدہ آیت ۳۲)

"جو شخص کسی کو نہ جان کے بدلے میں نہ ملک میں فساد پھیلانے کی سزا میں (بلکہ ناحق) قتل کر ڈالے گا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا"۔

فتنہ و فساد پھیلانا' بیوی اور شوہر کے درمیان کدورت پیدا ایسا گناہ ہے جو انسان کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے۔

ایک کم عقل بوڑھا شخص جو اپنے بیٹے اور بہو میں جدائی ڈال چکا تھا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے فلاں! میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنے بیٹے اور بہو میں جدائی ڈال دی ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں یابن رسول اللہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اس کا کتنا گناہ ہے؟ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی بجائے اگر ان کی رگوں کو کاٹ لیتے تو اس جدائی سے اس کا گناہ کم ہوتا۔

اگر کوئی شخص کسی کی رگوں کو کاٹ دے یعنی اس کو اتنی اذیت کے ساتھ قتل کر ڈالے تو کتنا گناہ ہونا چاہیے؟ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں دو آدمیوں کو ایک ساتھ مارنے سے بھی میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کا گناہ زیادہ ہے۔ یعنی یہ روایت ہمیں بتاتی ہے کہ چغل خوری' ایک دوسرے میں نفرت پیدا کرنے کا گناہ انسان کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ اگر ایک مرتبہ انسان کسی کو قتل کر دیتا ہے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ اس قسم کا انسان قیامت کے دن کتے اور درندے کی شکل میں

ہوگا۔ لیکن جان لو! کہ چغل خوری' تفرقہ اندازی اور عیب جوئی کا گناہ انسان کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں عیب جوئی کی نسبت ساس سے دی جاتی ہے کہ وہ تہمتیں لگاتی ہیں تاکہ بہو بیٹے کی نظر سے گر جائے' شوہر کے پاس اس کا وقار ختم ہوجائے۔ اگر یہ بہو اس کے بیٹے سے جدا ہوجائے تو اسے کیا ملتا ہے؟ مصیبتیں' پہلی مصیبت تو یہ ہے کہ اس کے بچے خراب ہوجائیں گے۔ تمہارا بیٹا اس کے بعد تمہیں کبھی خوش نہ کرے گا اور تم بھی ان مصیبتوں میں گرفتار ہوجاؤ گی۔ عذاب جہنم جھیلنا پڑے گا اور چغل خوری' عیب جوئی وغیرہ بیجا مداخلت سے پیدا ہوتیں ہیں' زخم زبان اسی بیجا مداخلت سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ساس اتنی کم فہم ہے کہ ایک اچھے اور سلجھے ہوئے داماد کو تشبیہہ دیتی ہے فقیر سے' یہ کتنی بڑی احمق ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتی ہے کہ اس بری حرکت کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک داماد کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں' فرق کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ابھی ابھی داماد بنا ہے اور دوسرا پرانا ہوگیا ہے۔ انسان یہ نہیں سوچتا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔

بعض اوقات ساس اس قسم کی زبان استعمال کرتی ہے کہ اس کے زخم اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ داماد مرتے دم تک اس کو فراموش نہیں کرسکتا۔ انسان کو زبان بھی گندی نہیں کرنا چاہیے ورنہ قیامت کے دن عقرب کی شکل اختیار کرے گی اور اس شخص کو ڈنک مارتی رہے گی۔ یہ ننگ ہے ساس کے لیے کہ بجائے بیٹے کی بیوی سے محبت رکھنے کے عقرب سے بھی برا ڈنک مارنے لگے کس لیے؟ دنیا کے لیے' یہ ایک برا کام ہے۔ بلکہ بہو کے ساتھ اس کی ماں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت رکھے اور سسر جو اس کے باپ کی جگہ ہے

اپنی بیٹی کی طرح اس کے ساتھ محبت رکھے۔ بجائے اس کے ساتھ غصہ اور دشمنی کا سا سلوک روا رکھے آخر کیوں؟ مثلاً اس قسم کی باتیں کرنا کہ جہیز کم تھا۔ افسوس ہے ایسے لوگوں پر کہ جنہیں یہ فکر ہے۔ داماد اپنے سسر کے ساتھ محض اس لیے تعلقات قائم نہ رکھے' محبت سے پیش نہ آئے کہ انہوں نے جہیز کم دیا تھا۔ کیا یہ باعث شرم نہیں ہے؟ بہو شوہر کی ماں کے ساتھ محبت رکھے اس لیے کہ اس نے اس کے شوہر کو پالا ہے' بڑا کردیا ہے اور اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اسی طرح بہو شوہر کے باپ سے محبت رکھے اس لیے کہ زحمتیں اٹھا کر باپ نے بیٹے کو پالا اور اس کے حوالے کردیا ہے۔ لیکن ساس اور سسر کبھی زبان سے اس کے دل پر اس قسم کے زخم لگاتے ہیں کہ جو بچھو کے ڈنک سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اور اس قسم کے زخم دیکھے نہیں جاسکتے۔ ایک مثال یوں ہے بہت ٹھنڈی قسم کی ہوا چل رہی تھی۔ ایک اونٹ آگیا اور آتے ہی اپنا سر مرغی کے ڈربے میں ڈال کر کہنے لگا مجھے بھی جگہ دے دو پھر پیچھے کی طرف نکل گیا۔ مرغی کے گھر کو تباہ و برباد کردیا۔ نہ اپنے لیے جگہ بچا سکا اور نہ ہی مرغی کے لیے۔ بعض نئی آنے والی بہوئیں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں۔ یعنی ہر طرح سے شوہر پر مسلط ہونا چاہتی ہیں۔ ساس کو گھر سے نکالنے کی کوشش میں رہتی ہیں۔ ساس اور سسر کو نکال کر اکیلی گھر میں رہنا چاہتی ہیں۔ کتنی احمقانہ حرکت ہے۔ یہ حالت اور عادت انسانی عادت نہیں ہے اور اس قسم کی عادت رکھنے والے کے لیے بہت سخت گناہ ہے۔ میں جو بات بیٹوں' بیٹیوں اور ماں باپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں' یہ ہے کہ اگر تم گھر میں ایک دوسرے پر مہربان بن کر رہو گے تو تمہارا گھر خدا کی رحمت کی جگہ قرار پائے گا اور قیامت کے دن بہشت میں سب مل کر بیٹھو گے اور ایک دوسرے کو آفرین کہو گے۔ بیوی شوہر

سے کہے گی' ساس بہو سے کہے گی' بیٹا باپ سے کہے گا۔ آفرین ہو تم پر' لیکن اس کے برعکس اگر تم گھر میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر الفت و محبت کے ساتھ نہ رہو گے' مادیات کی خاطر ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگو گے' خدا نہ کرے اگر ساس جہیز کم ہونے کی وجہ سے بہو کے دل پر زخم زبان لگا دے گی' یا اگر آپ کا داماد غریب ہے کام نہیں کر سکتا ہے' گھر کے اخراجات پورے نہیں کر سکتا ہے' جس کی وجہ سے تم اس پر زخم زبان لگا بیٹھو گے تو پھر سب کے سب جہنم میں چلے جاؤ گے تو اس وقت قرآن کہتا ہے:

کلما دخلت امتہ لعنت اختھا بہو جہنم میں ہو گی شوہر آئے گا اور کہے گا لعنت ہو تجھ پر' اتنے میں ساس کو آتے دیکھے گی اور ساس بہو سے کہے گی کہ تم پر لعنت ہو۔ پھر بہو ساس کو کہے گی تجھ پر لعنت ہو۔ پھر بہو کی ماں آئے گی اور وہ اپنی بیٹی پر لعنت بھیجے گی اور کہے گی کہ تو نے ہمیں جہنمی بنا دیا۔ وہ ان سے کہے گی لعنت ہو تم پر کہ تم نے ہمیں جہنمی بنا دیا۔ یہ قرآن کی باتیں جو آپ کو بتا رہا ہوں جب یہ سارے جمع ہوں گے پھر ہر ایک اپنی غلطی دوسرے کی گردن پر ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ قرآن کہتا ہے تم سب پر لعنت ہے کیونکہ تم نے ایک دوسرے کو جہنمی بنا دیا ہے۔ جب ایسی صورتحال روز قیامت ہو گی تو ہم پھر گھر میں کیوں اختلاف کرتے ہیں۔

میں ایک گزارش بہو سے کروں گا۔ اے بہو تو اپنے شوہر کے ساتھ اور اپنے شوہر کے گھر والوں کے ساتھ باوفا بن جا۔ ان کے ساتھ اپنی مستقل زندگی گزار اور یہی بات میں لڑکوں سے بھی عرض کروں گا کہ ہوشیار رہیں ان باتوں سے اپنی بے وقوف ماں کی باتوں پر عمل نہ کریں۔ اپنی بیوی کے ساتھ باوفا بنیں۔ میں خصوصاً خواتین سے عرض کروں گا کیونکہ اگر بیوی باوفا بنے تو پھر ماں

ان کے کاموں میں مداخلت نہیں کر سکتی ہے۔ ان کے گھر کو برباد کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر اپنی زندگی کو مستقل مزاجی سے نہ چلائیں اور دوسروں کی باتوں پر عمل کرنے لگیں تو پھر ابتدائی دنوں میں ہی زندگی تباہی کی طرف گامزن ہوگی اور بعض اوقات اس کا نتیجہ طلاق کی صورت میں نکلتا ہے۔

کچھ جدائیوں کے بارے میں مجھے علم ہے جن پر جب میں غور کرتا ہوں تو اس طلاق اور جدائی کا سبب ساس ہوتی ہے۔ غلطی ساس کی ہوتی ہے اور ناقہمی سسر کی ہوتی ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ خاموشی اختیار کریں بہو اور بیٹے کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ ساس اور سسر کو بہو کی طرفداری کرنا چاہیے۔ بہو کے ماں باپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ داماد کی طرفداری کریں۔ اگر کوئی چھوٹا موٹا جھگڑا شوہر اور بیوی میں پیدا ہو جائے تو بجائے اس کے کہ ان کی آپس میں صلح کرا دیں مزید ان معاملات کو ہوا دے کر ان دونوں کو لڑاتے ہیں۔ برے کاموں میں سے ایک بیوی اور شوہر کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا ہے۔ خاتون تم کس کے ساتھ لڑ رہی ہو اور کس کے ساتھ غصہ کر رہی ہو؟

اگر کبھی کسی بات پر جھگڑا کر کے بہو اپنے والدین کے پاس چلی جائے تو سمجھدار ماں (ساس) اپنی بہو سے کہتی ہے چلو آؤ اپنے گھر چلتے ہیں۔ سمجھدار باپ بیٹی سے کہتا ہے کیا بات ہے یہاں کیوں آئی ہو؟ اب یہ گھر تمہارا نہیں صرف شوہر کا گھر ہی تمہارا گھر ہے۔ اسے شوہر کے گھر لاتا ہے اور داماد سے معذرت کرتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے بیٹا اس نے جلد بازی کی ہے معاف کر دیں۔ اگر کوئی سمجھدار باپ اس طرح کرے تو اختلاف کیسے ہو سکتا ہے اگر پیدا ہو بھی جائے تو ان کے اس رویے سے ختم ہو جائے گا۔ اگرچہ شوہر کتنا ہی

برا کیوں نہ ہو اگر لڑکی کی ماں اپنی بیٹی کو لیجا کر داماد کے حوالے کر دے اس کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر باتیں کرے تو داماد کتنا ہی ناراض کیوں نہ ہو راضی ہو جائے گا اور اگر ساس اور سسر گھر میں بہو کے ساتھ محبت اور الفت رکھیں' اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کی طرفداری کریں تو بہو کتنی ہی بری کیوں نہ ہو خود بخود ان کے ساتھ محبت کرنے لگے گی اور جھگڑا فساد ختم ہو جائے گا۔

جب مرد کام سے فارغ ہو کر گھر میں آتا ہے وہ گھر جو بقول قرآن مجید آرام بخش ہے اور مرد اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے اپنے گھر اور اپنی بیوی میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ اس کو آرام اور راحت میسر ہو گھر اس کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔ یعنی جونہی وہ گھر میں داخل ہوتا ہے اس کی بیوی جو تنہائی محسوس کرتی تھی اسے آتا دیکھ کر گلے شکوے کا سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ بیوی اس کے ماں باپ کی شکایتیں کرنے لگتی ہے کہ تیری ماں نے آج مجھے یہ کہا' باپ نے اس طرح ڈانٹا۔ اسی طرح اس کی ماں جب اس کو اکیلا دیکھتی ہے تو وہ بہو کی غیبت کرنے لگتی ہے تیری بیوی عورت ہی نہیں ہے' عقل نہیں رکھتی ہے' بے وقوف ہے اصلاً اس گھر کے قابل نہیں۔ پھر مرد کے لیے یہ گھر پناہ گاہ نہیں رہتا اور یہ بیچارہ کام سے تھکا ماندا آیا ہوا ان کی باتیں سن کر مزید تھک جاتا ہے۔ اس کی پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا گناہ کتنا ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ایک درہم کے برابر سود کھائے تو گویا اس نے ۳۶ مرتبہ زنا کیا یا اپنے آپ کو زنا کے لیے پیش کیا۔ اس سے آپ یہ خیال نہ کریں کہ زنا کا گناہ کم ہے زنا کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر زناکار بغیر توبہ کے مرجائے اور جونہی جہنم کے دروازے کے قریب جائے گا اس کی شرمگاہ سے ایک ایسی بدبو آئے گی کہ

جس سے اہل جہنم کو اذیت پہنچے گی اور وہ خدا کی درگاہ میں عرض کریں گے کہ خداوند ہمیں اس مرد اور اس عورت کی بدبو سے نجات دے۔ زنا کا گناہ اتنا زیادہ اور سخت ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص ایک درہم (سود) کھائے تو اس کا گناہ ۳۶ زنا سے زیادہ ہے۔

اس سے بھی بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی کی غیبت کرکے اس کی عزت و آبرو میں کمی کرو۔ اس کی عزت ختم کرو۔ اگر اپنی بہو کے بارے میں اس کی غیر موجودگی میں اپنے بیٹے کے پاس غیبت کی، اس پر تہمت باندھی تو اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ قیامت کے دن اسی غیبت اور تہمت کی وجہ سے ایک گندے تالاب میں ڈبو دیئے جائیں گے یہاں تک کہ لوگ اپنے حساب وکتاب سے فارغ ہوں گے اس کے بعد اسی حالت میں جہنم پہنچا دیا جائے گا۔ کسی پر بھی تہمت نہ لگائیں یہ ایک بڑا گناہ ہے۔ غیبت نہ کریں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ خصوصاً نووارد بہو اور ساس ایک دوسرے کی غیبت سے بچیں۔ بعض اوقات ساس اتنی پست ذہنیت کی مالک ہوتی ہیں کہ جب بہو گھر میں نہ ہو تو وہ کسی نہ کسی طرح اس کی غیر موجودگی میں اس کی غلطیاں نکالنے کی تاک میں رہتی ہے تاکہ اس کی مذمت کرسکے یا کم ازکم اس کے شوہر کے اس کی پاس غیبت تو کرسکے۔ اگر ساس سمجھ لے کہ اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو دوسروں کے کاموں میں نکتہ چینی نہ کیا کرو اگر دوسروں کے کام میں مداخلت کروگے نکتہ چینی کروگے تو خداوند عالم قیامت کے دن تمہیں رسوا کرے گا۔ ایک ساس آج جس طرح اپنی بہو کے ساتھ پیش آرہی ہیں بالکل اسی طرح کل کو ان کی بیٹی کے ساتھ بھی ہوسکتا

ہے۔ دنیا تو گزر جائے گی مگر قیامت کے دن کیا کرو گی' قیامت کا دن مشکل ہے۔ قبر کا پہلا دن بہت مشکل ہے۔ ساس اور سسر کو جہیز کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ساس کو اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ بہو کتنا جہیز لائی ہے' کم لائی ہے یا زیادہ لائی ہے' بلکہ اسے تو اپنی قبر کی فکر ہونی چاہیے۔ اس قسم کی سوچ اور باتیں احمقانہ ہیں۔ اسی طرح ساس کو بہو کا پرس دیکھنا جرم ہے۔ شوہر اگر سمجھ جائے کہ اس کی بیوی نے اسکا بٹوا کھولا ہے یہ بہت برا کام ہے کیونکہ اس سے جو نتیجے نکلتے ہیں وہ برے نکلتے ہیں۔ میں والدین سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اولاد کے کاموں میں مداخلت نہ کریں۔ ان کو آزاد رکھیں تاکہ وہ ایک مستقل زندگی گزار سکیں۔ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیے بلکہ اپنی آخرت کی فکر کرنا چاہیے۔

بیسویں مجلس

شوہر کی اطاعت

ہماری بحث گھر میں اطاعت کے بارے میں ہے۔ بیوی کا شوہر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ایک فطری امر ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی بات نہ سنے اور اس کی اطاعت نہ کرے تو گویا وہ فطرت کے خلاف کام بجالائی ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ادارے کے لیے کسی رئیس یا حاکم کا ہونا لازم ہے۔ اگر کسی ادارہ کا اگرچہ اس میں صرف سات نفر ہی کیوں نہ ہوں کوئی سرپرست نہ ہو تو پھر اس ادارے میں نظم وضبط برقرار نہیں رہتا ہے۔ پس گھر صرف ادارہ نہیں بلکہ بقول دانشمندان ایک چھوٹی سے مملکت ہے ایک بڑی مملکت ان چھوٹی چھوٹی مملکتوں سے مل کر بنتی ہے۔ پس اس چھوٹی مملکت کے لیے بھی سرپرست اور حاکم کی ضرورت ہے۔ فطرت کا قانون کہتا ہے کہ گھر کا سرپرست مرد ہے۔ کیونکہ گھر کے اخراجات اور عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمے ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید گھر کی سرپرستی مرد کے حوالے کرتا ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرماتا ہے:

الرجال قومون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی

بعض وبما انفقوا من اموالھم (سورہ نساء آیت ۳۴)

"مرد عورتوں کے سرپرست ہیں کیونکہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس کے علاوہ چونکہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے"۔

گھر کی ریاست مرد کے ہاتھ ہے۔ کیونکہ مرد سنجیدہ ہے ریاست اس کا حق بنتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گھر کے نان ونفقہ کا ذمہ دار مرد ہے لہٰذا طبیعت اور فطرت کے مطابق گھر کے افراد کو چاہیے کہ وہ مرد کی اطاعت کریں۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی فرمانبردار بنے' اس کی بات سنے' اسی طرح بچوں کو چاہیے کہ وہ باپ کی باتوں کو سنیں اور اس پر عمل کریں۔ اگر کسی گھر میں بچے باپ کی بات نہ مانیں تو وہ گھر گویا اس ادارے کی طرح ہے کہ جس کے بعض افراد بات سننے والے نہیں ہوتے ہیں اور سرپرست کی بات نہیں مانتے ہیں۔ اگر گھر میں بیوی شوہر کی بات کو نہ سنے تو گویا اس طرح ہے کہ کسی ادارے کا نائب سرپرست' سرپرست کی بات نہیں مانتا ہو اور اپنی حاکمیت چلاتا ہو۔ واضح ہے کہ پھر اس قسم کا ادارہ ترقی نہیں کرسکتا۔ اس قسم کے ادارے کے اندر سوائے فساد اور جھگڑے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اگر بیٹا گھر میں باپ کی باتیں نہ سنے تو پھر اس گھر میں مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ اگر کسی خاندان کے افراد اتحاد کے خواہاں ہیں' اگر وہ گھر میں راحت اور آرام کے خواہشمند ہیں تو اولاد کو چاہیے کہ وہ گھر میں باپ کی باتوں پر عمل کریں۔ بیوی اپنے شوہر کی بات سنے اور اس پر عمل کرے۔ بیوی کو سوفیصد شوہر کی بات قبول کرنی چاہیے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔

مرد کا دوسرا حق' حق مباشرت ہے اس سلسلے میں بھی عورت پر لازم ہے کہ وہ مرد کی مطیع اور فرمانبردار بنے۔ اگر اس سلسلے میں عورت اپنے مرد کی

مطیع نہ بنے' اس کی فرمانبرداری نہ کرے تو وہ عورت تمام فقہاء کے نزدیک ناشزہ ہے۔ ایسی عورت شوہر سے روٹی' کپڑا' مکان کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے کیونکہ وہ حق مباشرت ادا نہیں کر رہی ہے۔ قرآن مجید نے اس موضوع پر شدید انداز میں بات کی ہے اور بہت ساری روایتیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً صاحب وسائل رضوان اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آئی۔ اور پوچھنے لگی یا رسول اللہؐ میں شادی کرنا چاہتی ہوں' عورت پر مرد کے کیا حقوق ہیں؟ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا پہلا حق تو یہ ہے کہ گھر میں چور نہ ہو' گھر میں غلط راستے پر مت چلو' ظاہر میں کچھ اور باطن کچھ مت ہو' اس لڑکی نے کہا میں ان چیزوں پر ضرور عمل کروں گی۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا دوسرا حق یہ ہے غریزہ جنسی میں سوفیصد اپنے شوہر کی متابعت کرو اور جس حالت میں بھی وہ چاہے تمہیں اسکا مطیع رہنا پڑے گا۔ اس کو بھی لڑکی نے قبول کرلیا۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر کسی دن گھر میں جھگڑا ہوجائے تو تم پر لازم ہے کہ اپنے شوہر سے معافی طلب کرو اور جب تک تیرا شوہر راضی نہ ہو نہ سونا۔ تیسرا حق اس لڑکی کے لیے بھاری لگا پیغمبر اکرمؐ سے پوچھنے لگی یا رسول اللہؐ اگر میرا شوہر ظالم ہو پھر بھی۔ اس کی غلطی ہو پھر بھی' رسول خداؐ نے فرمایا جی ہاں اگر وہ ظالم ہو پھر بھی تمہیں صلح کرنا اور معافی مانگنی ہوگی۔

کیونکہ عورت کا وجود سراسر محبت والفت ہے۔ اس کا وجود ہی اس قسم کا ہے کہ وہ مہر و محبت کرے اس لیے قرآن کریم اچھی عورت اس کو مانتا ہے جو دو صفتیں رکھتی ہو۔

فالصالحات قانتات حافظات بالغیب بما حفظ اللہ(سورہ

نساء آیت ۳۴)

"پس نیک بخت بیبویاں (شوہروں کی) تابع داری کرتی ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں جس طرح خدا نے حفاظت کی وہ بھی حفاظت کرتی ہیں"۔ اچھی بیوی وہ ہے جو اپنے شوہر کے سامنے عاجزی اور انکساری سے کام لیتی ہے۔ زبان دراز نہ ہو۔ اس کا سر نیچے ہو اور اپنی پاکیزگی کی حفاظت کرے۔ چاہے وہ خلوت میں ہو' چاہے کسی کے سامنے ہو' چاہے وہ سڑک پر ہو یا گھر پر دونوں صورتوں میں وہ باپردہ رہے۔ جس طرح وہ کسی اجنبی شخص کے سامنے حجاب اور پردے میں رہتی ہے اسی طرح اپنے رشتہ دار نامحرموں کے سامنے بھی پردے میں رہے۔ مثلاً اپنے شوہر کے بھائی کے سامنے' اپنے شوہر کے چچا کے سامنے' اسی طرح محلے کے دوکاندار کے سامنے' محلے والوں کے سامنے وغیرہ وغیرہ۔

عورت کو خصوصاً جنسی ضروریات کے سلسلے میں شوہر کی مطیع و فرمانبردار ہونا چاہیے۔ اسی طرح مرد کو بھی چاہیے کہ اپنے معاون و مددگار کی بات کو سنے۔ اپنے وزیر کی بات سن لینا چاہیے۔ جس طرح ادارہ معاون اور مددگار رکھتا ہے اسی طرح گھر بھی معاون و مددگار رکھتا ہے۔ گھر میں شوہر کے لیے' جو سرپرست ہے بیوی معاون ہوا کرتی ہے۔ البتہ پروگرام بنانے کا کام مرد کا ہے لیکن بیوی سے مشورہ ضرور کرے۔ اس کی باتوں کو بھی شامل کرے اگر اس کی بات درست ہو تو قبول کرے۔

ایک روایت جناب امیرالمومنین ؑ سے مشہور ہے کہ مرد حضرات اس روایت کا غلط معنی اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ "وشاوروھن وخالفوھن" مرد حضرات اپنے فائدے میں کہتے ہیں عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی مخالفت کرو۔ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نعوذ باللہ

ایک بیہودہ بات کرتے ہیں اپنی عورت کے ساتھ مشورہ کرو مگر اس کی مخالفت کرو اگرچہ اس کی بات سچی ہی کیوں نہ ہو اس کی بات حق ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بات واضح اور روشن ہے کہ روایت کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ معنی وہی ہیں جو میں نے عرض کیے عورت سے مشورہ کرنا چاہیے اگر اس کی بات یا مشورہ مناسب ہو تو اس کو قبول کرنا چاہیے' مرد کو اپنی بیوی کی بات سننی چاہیے۔ لیکن پروگرام بنانا مرد کا کام ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کا جملہ قرآن کا مخالف نہیں بلکہ قرآن کے مطابق ہے۔ چونکہ قرآن رسول خداؐ سے فرماتا ہے اے رسولؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مشورہ کرو۔ مسلمانوں کو نظرانداز نہ کرو' ان کی شخصیت کا احترام کیا کرو' لیکن اصل پروگرام بنانا آپ کا کام ہے۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

"جب کسی کام کی ٹھان لو تو خدا ہی پر بھروسہ رکھو"۔ اگر ان کی بات اچھی ہے اور قبول کرنے کے قابل ہے تو مان لو وگرنہ عمل نہ کرو۔ یہ قرآن کہتا ہے اور روایت بھی بالکل اسی طرح کہتی ہے۔ روایت کے معنی بھی یہی ہیں۔ مرد اپنی بیوی سے مشورہ کرو۔ اس کو اپنے امور میں شامل کرو کیونکہ وہ تمہاری وزیر ہے۔ ہاں اگر آپ نے دیکھ لیا کہ اس کی بات درست نہیں ہے تو پھر اس کام کو کرنا اور نہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔ **وشاوروھن وخالفوھن** اور بقول قرآن **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ** یہاں تک کہ ایک روایت میں پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ اپنے بڑے بیٹے سے مشورہ کرو۔ **الولد سید سبع سنین وعبد سبع سنین و وزیر سبع سنین** بڑا بیٹا سات سال تک آقا ہے اور سات سال تک غلام ہے اور سات سال تک مددگار ہے۔

سات سال تک بچے کی بات سننی چاہیے۔ دوسرے سات سالوں میں اس کو کام سکھائیں اور اس سے کام لینا شروع کریں۔ اس کو ایک اچھا انسان بنانا چاہیے تاکہ کاہل نہ بنے۔ جب وہ چودہ سال سے اوپر ہوجائے یعنی جوان ہوجائے تو پھر ہمیں ان سے فکری استفادہ کرنا چاہیے۔ یہ روایت ماہرین نفسیات کے نزدیک ایک عجیب روایت قرار پائی ہے۔ ہمارے بچے معاشرے میں ایک مقام رکھتے ہیں انہیں وہ مقام دینا چاہیے۔ ماں باپ ایک بیٹے اور بیٹی کو باشخصیت بنا سکتے ہیں۔ ایک چودہ پندرہ سال کے جوان کو یا ایک پندرہ سالہ لڑکی کو تم نکمے ہو' بے وقوف ہو' کہنا غلط ہے۔

" **واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ یا بنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم**یہ کلمہ **(یابنی)** کلمہ **(وھو یعظہ)** ہمیں ایک بہت بڑا سبق سکھاتا ہے۔ ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ اے لوگو تم اپنے بچوں کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آیا کرو۔ تم ان سے کہو عزیزم' میری جان' جب تم ان سے بات چیت کرتے ہو تو اس قسم کے شائستہ الفاظ استعمال کرو۔ اور ان سے کہو"**لاتشرک باللہ ان شرک لظلم عظیم**" اچھے انداز سے ان کو سمجھاؤ اور بات ان کے سامنے واضح کرکے چھوڑ دو۔ اگر ایسا کیا تو گویا آپ نے اپنے بیٹے کو باشخصیت بنایا اور وہ مہربانی جو آپ اپنی اولاد پر کرتے ہیں وہ ان کی غریزہ محبت کو سیراب کرتی ہے۔ لہذا روایات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ تم اپنے بچوں کے ساتھ' اپنی بیوی کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارو اور اپنی زندگی کے امور میں ان سے مشورہ لیا کرو اور ان کا مشورہ اچھا لگے تو قبول کرو۔ بعض مرد اتنے کم عقل ہوتے ہیں کہ اپنی مصروفیات سے گھر والوں کو بے خبر رکھتے ہیں۔ اصلاً یہ مرد کیا کرتا ہے؟ اس کا پیشہ اور کام کیا ہے؟ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ نہ

صرف بچوں کو معلوم نہیں ہے بلکہ اس کی بیوی کو بھی اس کے بارے میں علم نہیں ہوتا ہے۔ اگر اس کی بیوی سے پوچھا جائے کہ تمہارا شوہر کیا کرتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتی کہ کیا کرتا ہے۔ یہ مرد خرچ کہاں سے اور کیسے لاتا ہے معلوم نہیں۔ صرف اتنا جانتی ہے کہ صبح سویرے چلا جاتا ہے اور شام کو گندی زبان استعمال کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ مرد کو چاہیے کہ وہ بیوی کو اپنے کاموں سے آگاہ رکھے کیونکہ وہ اس کی وزیر ہے۔ وہ گھر کا سرپرست ہے تو عورت گھریلو معاملات میں اس کی مددگار ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ کسی ادارے کا رئیس اپنے معاون کو کسی شمار میں نہ لائے اور اسے نظرانداز کردے۔ بیوی کو اپنے شوہر کی بات سن کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کا شوہر کچھ بھی کہے آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرے تاکہ وہ شوہر کے دل پر حکومت کر سکے۔ یعنی جب بیوی اپنے شوہر کا حکم سن کر "جی ہاں" میں جواب دے تو اس کے "جی ہاں" کہنے سے شوہر کے دل میں اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کی بات پر عمل کرے تو گویا اس نے قرآن پر عمل کر لیا۔ چونکہ قرآن کہتا ہے کہ **فالصالحات قانتات** شوہر کو چاہیے کہ وہ خلاف شرع حکم نہ کرے کہ بیوی اس پر عمل نہ کر سکے۔

یقیناً شوہر پر بھی کچھ حقوق ہیں کہ جن کا انجام دینا اس پر لازم ہے اور وہ بیوی کے فطری حقوق ہیں۔ ماہرین نفسیات نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر کا ماحول آرام بخش ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ گھر میں جھگڑا فساد سے اپنے آپ کو بچائے۔

جب مرد اپنی بیوی کے حقوق ادا کرتا ہے، بچوں کے حقوق ادا کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اور اپنی بیوی کو اس چیز سے آگاہ کرے۔ کتنی

اچھی بات ہے کہ مرد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھے اور ان کو اپنے اخراجات سے آگاہ کرے کیونکہ ان کو معلوم ہونے سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ جب کبھی آپ خرچ نہیں کرتے تھے تو وہ آپ کو بخیل تصور کرنے لگتے تھے لیکن اب جب ان کو معلوم ہوگیا کہ آپ کی آمدنی کم ہے تو وہ آپ کو بخیل تصور نہیں کریں گے اور آپ سے بیجا چیزوں کی فرمائش نہیں کریں گے۔ اگر مرد بیوی کو نظرانداز کرے تو اس سے اس کی شخصیت پر اثر پڑے گا اور آپ کی بیوی بداخلاق بن جائے گی۔ اس کے دل سے آپ کی محبت ختم ہوجائے گی اگر عورت بے شخصیت ہوجائے تو پھر وہ باریک راستوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنے بچوں کی توہین نہ کریں' اپنی بیٹی کی توہین نہ کریں۔ کیونکہ اگر کسی جوان کی توہین کی جائے تو پھر وہ ہر قسم کے جرم سے رک نہیں سکتا ہے۔ جس طرح بیوی کو شوہر کی تابعداری کرنے کا حق ہے اسی طرح شوہر پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے معاملات میں بیوی سے صلح ومشورہ کرے اور اس کو نظرانداز نہ کرے اسی طرح دوسرا حق اسلام کی رو سے بیوی جنسی اعتبار سے شوہر پر حق رکھتی ہے اور اس حق کے ادا کرنے میں شوہر کو سوفیصد عمل کرنا چاہیے۔ اگر مرد اس حق کو ادا کرسکتا ہے لیکن سستی کرے اور ادا نہ کرے تو اس نے بہت بڑا ظلم کیا ہے کہ اس کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں بہت ساری روایت موجود ہیں کہ وہ دو حق جو شوہر کے لیے ہیں وہی دو حق بیوی کے لیے بھی ہیں۔

گھر اور قانون کی حکمرانی

جو چیز میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ گھر میں قانون نہیں چل سکتا ہے۔ قانون یا رفاقت ودوستی' صداقت دلسوزی' مہربانی' گھر کے اندر کونسی چیز حکم فرما

ہو؟ شاعر کا یہ شعر کہ جس میں وہ کہتا ہے۔

من کیم؟ لیلی ولیلی کیست؟ من
ہر دو یک روحیم اندر دوبدن

اگر قانون سامنے آجائے تو پھر کام بگڑ جاتا ہے۔ مثلاً مرد کا حق ہے اگر وہ چاہے تو عورت سے کہہ سکتا ہے کہ گھر سے باہر مت نکلو کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ اب عورت کو چاہیے کہ وہ مرد سے اجازت لینے کے بعد گھر سے باہر نکلے یہ ایک ایسا حق کہ جسے اسلام نے مرد کو دیا ہے۔ اب اگر مرد سو فیصد قانون پر عمل کرنا چاہے اور بیوی اپنے ماں باپ کے ہاں جانا چاہتی ہے۔ کیا جا سکتی ہے؟ نہیں۔ ہمسایہ کے گھر جانا چاہتی ہے؟ جا سکتی ہے؟ نہیں۔ پھر کہاں جائے؟ یہیں اس کو گھر کی چار دیواری کے اندر رہنا ہوگا۔ اگر آپ اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح کا رویہ رکھیں گے تو وہ بھی بہت سے کام کر سکتی ہے جیسا کہ عوام میں ایک بات مشہور ہے کہ عورت کو اگر فولاد کا مکان بنا کر اس میں بند کر دیا جائے اگر وہ بدکار قسم کی عورت ہے تو مرد اس کو روک نہیں سکتا ہے۔ کیا قانون کے ذریعے ہم عورت کو روک سکتے ہیں؟ البتہ رفاقت و دوستی کے ذریعے ہم عورت کو روک سکتے ہیں۔ یعنی کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ چیز جو عورت کو مطیع و فرمانبردار بنا سکتی ہے وہ صداقت و رفاقت اور مہربانی ہے۔ جن کی طرف اس قسم کے جلسے اور منبر سے تبلیغات کے ذریعے متوجہ ہوا جا سکتا ہے۔ اگر ہم عورت کو اپنا مشیر یا وزیر بنالیں اور اس کو نظرانداز نہ کریں۔ مہربانی کے ساتھ اس سے پیش آئیں تو اسے فرمانبردار بنا سکتے ہیں۔ آپ خود سوچیں کہ جس طرح ایک مرد قانون پر عمل کرنا چاہتا ہے اسی طرح اگر ایک عورت بھی عمل کرے مثلاً مرد سے کہے اجرت دے دو ورنہ میں بچے کو دودھ نہیں پلاؤں گی۔ اجرت دے دو

پھر میں گھر کا کام کروں گی ورنہ نہیں۔ میں اکیلی گھر کا کام نہیں کر سکتی۔ میرے لیے ایک نوکر بھی ہونا چاہیے ورنہ میں گھر کا کام نہیں کروں گی۔ یا تم بھی کام کرو تب میں کام کروں گی۔ اب اگر کوئی عورت اس طرح کرنا چاہے اور کہے کہ تم مجھ پر ایک ہی حق رکھتے ہو وہ جنسی خواہش کا پورا کرنا۔ بس اس بناء پر تم کام کرو میں کھاؤں گی۔ تو پھر اس صورت میں یہ گھر گھر نہیں رہتا ہے بلکہ زندان بن کر رہ جاتا ہے۔ ممکن ہے کچھ دن کے بعد مرد اس کو طلاق دے دے۔ اگر مرد بھی قانون پر عمل کرے اور اس کو پابند کرے تو دس دن کے بعد عورت کی فریاد شروع ہوگی۔ یعنی ہم ایک قانونی زندگی نہیں گزار سکتے ہیں۔ بقول قرآن قانون اچھا ہے مگر خشک ہے۔ ایک دوسری چیز **"ان اللہ یامرو بالعدل والاحسان"** ہے یہ دونوں برابر ہونے چاہئیں۔ بیوی شوہر کی اطاعت کرے مگر رفاقت کے ساتھ' شوہر بیوی کے ساتھ اس طرح میل جول رکھے کہ اس کی بیوی سو فیصد اس کی فرمانبردار رہے۔ اور بیوی اپنے شوہر کے ساتھ اس طرح محبت اور الفت سے پیش آئے کہ شوہر سو فیصد اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے لگے۔ تندی کے ساتھ' سختی کے ساتھ پیش نہ آئے۔ یہ اطاعت اور مہربانی خشک قانون سے حاصل نہیں ہوتے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ بہت سارے افراد ایسے ہیں جو خشک رفتاری سے کام لیتے ہیں اور نتیجہ اس کا برا نکلا ہے۔ مثلاً کسی خاتون کی چادر چہرے سے ہٹ جائے تو مرد چیخنے لگتا ہے اور یہ فریاد زہر قاتل ہے۔ ممکن ہے پہلی دفعہ وہ کچھ نہ کہے' دوسری دفعہ بھی نہیں کہے' ایک وقت ایسا آتا ہے کہ چادر بالکل سر سے اٹھ جاتی ہے یہاں تک کہ نامحرم کے سامنے بے پردہ نکلتی ہے۔ آپ کی موجودگی میں تو باپردہ لیکن جب آپ نہیں ہوں گے تو وہ بے پردہ ہو جاتی ہے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ خشک رفتاری، سخت گیری سے ایسا ہوتا ہے۔ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی بیوی سے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ تم میرے بھائی کے ساتھ باتیں کرنے کا حق نہیں رکھتی ہو اور اگر میرے رشتہ دار بیٹھے ہوں تو ان کے سامنے تم باتیں کرنے کا حق نہیں رکھتیں۔ لیکن ان خشک رفتاریوں کا نتیجہ بہت باریک اور سنگین نکلتا ہے۔ اسی طرح بعض خواتین خشک رفتاری سے پیش آتی ہیں۔ اگرچہ مرد حضرات صبر کا مادہ رکھتے ہیں۔ اگر وہ صبر نہ کریں تو نہ جانیں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ یعنی پھر عورت خود بیمار ہو جائے گی کیونکہ عورت کی بداخلاقی سے مرد کا دل ٹھنڈا ہو جائے گا وہ صبر نہ کر سکے تو طلاق دے دے گا۔ آپ سب سے یہ عرض کروں گا کہ آپ کے گھر کا ماحول محبت اور دوستی کا ماحول ہونا چاہیے۔ قانون اور مسلط ہونے کا ماحول مثلاً کسی خاتون کا لباس پاکیزہ اور اس کا پردہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن شوہر سخت مزاج قسم کا آدمی ہے اس پر سختی کرتا ہے' وہ باہر جانے کا حق نہیں رکھتی ہے۔ ہمسایوں کے ہاں نہ جایا کرو۔ چیزیں خریدنے کے لیے بازار نہ جایا کرو۔ اپنے والدین کے گھر مت جاؤ۔ کیا یہ ماں باپ کے گھر نہیں جائے گی؟ فرض کریں کہ آپ ان سے ناراض ہیں۔ لیکن بیوی اپنے ماں باپ کو رد نہیں کر سکتی ہے۔ یہ تو آپ اپنے اور بچوں کے لیے مصیبت بنا رہے ہیں۔ آپ عورت کو جتنی سخت سزا دیں گے اس کا نتیجہ الٹا نکلے گا۔ یہ تمام چیزیں اس صورت میں ممکن ہیں کہ جس وقت شوہر اور بیوی سخت گیر بن جائیں' خشک بن جائیں' بجائے اس کے اگر وہ آپس میں مہر محبت سے رہنے لگیں۔ اپنے بال بچوں پر توجہ رکھیں۔ اولاد کی تربیت کریں۔ اپنی بیٹی کی فکر کرنی چاہیے کہ ان کی بیٹی کہاں جاتی ہے؟ دیر سے آتی ہے یا جلد واپس آتی ہے؟ اس کا دوست کون ہے؟ کہاں جاتی ہے؟ اور کب

واپس آتی ہے؟ اس کے برعکس اگر وہ بیٹے اور بیٹی کے ساتھ سختی سے کام لیں گے تو وہ ماں باپ کے خلاف واویلا کریں گے۔ ہم اکثر ایسے بچوں کو دیکھتے ہیں جو ایسی جگہوں میں جاتے ہیں کہ جہاں والدین ان کے جانے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ جب ہم اس کی اصل وجہ معلوم کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ والدین نے ان کی تربیت نہیں کی ہے اگر تربیت کی بھی ہے تو سختی سے کام لیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ افراط اسی طرح غلط کام ہے جس طرح تفریط غلط ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا۔

لا یری الجاھل الا مفرطا او مفرطا "جاہل انسان یا ست ہوتا ہے یا تیز"۔ بعض بے شخصیت افراد رفاقت کرتے ہیں لیکن ان کی دوستی ایسی ہوتی ہے کہ ایک دن لڑتے ہیں تو رویہ اتنا خراب ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر تہمت باندھتے ہیں جبھی تو بچوں کی نگرانی نہیں کرسکتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ مل بیٹھنے کا تھوڑا بہت وقت مل جائے تو پھر ان کے ساتھ ایسی خشک زبان استعمال کرتے ہیں کہ ان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قانون سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں۔ اسلام کی رو سے یہ کام درست نہیں ہے میں نے اس بارے میں ایک کتاب "تقلب در قانون" کے نام سے لکھی ہے اور تقلب در قانون کو میں نے روایات اور آیات قرآنی سے ثابت کیا ہے۔ ایک سوء استفادہ جو قانون سے لوگ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ سود کھاتے ہیں لیکن اس کو شرعی ٹوپی پہناتے ہیں۔ مثلاً میں ہزار روپے آپ کو قرض دے دیتا ہوں پھر اس کے بعد ۱۰۰روپے کے ساتھ ایک ماچس آپ کو ۱۰۰ روپے میں فروخت کرتا ہوں یا ۱۰ہزار روپے آپ کو بطور قرض دیتا ہوں اس کے بعد ایک کلو چینی ایک ہزار

روپے میں آپ کو فروخت کرتا ہوں یہ قانون کا غلط استعمال ہے۔ قانون سے سوء استفادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو موسس حوزہ علمیہ قم مرحوم حاج شیخ عبدالکریم یزدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ پر، جنہوں نے کہا تھا کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دینے کے بعد پشیمان ہوا تھا۔ لوگوں کے علم میں آنے سے پہلے وہ میرے پاس آئے کہ ہمارے بارے میں سوچ بچار کیجئے کہ ہماری عزت خطرے میں ہے۔ اگر ہم اس عورت کو محلل بنائیں تو پھر ہماری عزت چلی جاتی ہے۔ مرحوم حاج شیخ کہتے تھے کہ ایک خشک مقدس قسم کا آدمی جماعت کی پہلی صف میں بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اچھا آدمی ہے چلو اس کو تھوڑا بہت فائدہ پہنچا دیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک بہت اچھی نعمت ملنے والی ہے۔ ایک خوبصورت اور جوان لڑکی کو ایک رات کے لیے آپ کو دائمی نکاح میں دے دیتے ہیں لیکن کل اس کو طلاق دے دیں تاکہ آپ محلل ہو جائیں آپ کو کچھ رقم بھی دے دیں گے۔ اسے پیسے دے کر عورت کو اس کے نکاح میں دے دیا۔ اور جب صبح ہوئی تو اس سے کہا کہ آؤ بھائی عورت کو طلاق دے دو تو کہنے لگا میری بیوی ہے میں طلاق نہیں دیتا۔ ہم نے اتنا سمجھایا مگر وہ نہ مانتا۔ وہ مرد کہتا تھا کہ آقائی حاج شیخ کیا یہ میری بیوی نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر میں طلاق نہیں دیتا۔ میرا اختیار ہے آخرکار اس نے طلاق نہیں دی۔ مرحوم حاج شیخ فرماتے تھے یہاں تک کہ عورت نے خودکشی کر کے اپنے آپ کو ختم کر لیا لیکن اس نے طلاق نہیں دی۔ حاج شیخ کا ایک جملہ مشہور ہے اور وہ بہت اچھا جملہ ہے منبر سے کہتے تھے "بعض عادل شمر سے بھی بدتر ہیں"

یہ مرد عادل ہے گناہ نہیں کیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں طلاق دینا نہیں چاہتا

ہوں۔ لیکن شمر سے بد تر ہے کیونکہ وہ قانون سے غلط فائدہ حاصل کرتا ہے۔ قانون سے غلط فائدہ لینا بہت غلط اور خطرناک کام ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مقدسین اور عورتوں میں یہ کام زیادہ ہے۔ مثلاً ایک لڑکی اسکول یا کالج جاتی ہے ایک دو اصطلاعات یاد کر کے غرور کرنے لگتی ہے اور کہتی ہے میں مطالعہ کرنا چاہتی ہوں' میں پڑھنا چاہتی ہوں آپ مجھ سے کام لینے کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ یہ وہ سوء استفادہ ہے جو مرحوم حاج شیخ نے فرمایا تھا یعنی یہ لڑکی عادل ہے لیکن شمر سے بد تر ہے کیونکہ آج نہیں تو کل ضرور اس گھر کو برباد کرے گی۔

اگرچہ آپ ایک مومن ہیں لیکن عادل ہوتے ہوئے شمر سے بھی بد تر ہیں کیونکہ آپ سخت گیر ہیں' سخت رویہ کے مالک ہیں۔ آپ کی یہ سخت گیری اور تیز روی ایک دن آپ کی پاک وپاکیزہ بیوی کو' آپ کی پاکیزہ اور نیک سیرت لڑکی کو بد کردار بنا دے گی۔

اکیسویں مجلس

گھر میں ہم آہنگی

اس فصل میں ہماری بحث گھر میں ہم آہنگی کے بارے میں ہے۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ گھر میں سو فیصد باہمی ہم آہنگی کا ہونا محال ہے۔ بیوی اور شوہر میں، ساس اور بہو میں، باپ اور بیٹے میں اخلاق کا ایک جیسا ہونا محال ہے۔ ان کی عادات و اطوار میں اختلاف پایا جا سکتا ہے۔ گھر میں اختلاف ایک فطری چیز ہے جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے۔ بعض فلاسفر کہتے ہیں کہ نوع انسان منحصر ہے فرد پر۔ فلسفہ کہتا ہے "افراد انسان ایک قسم کے نہیں ہیں بلکہ ہر انسان اپنی ایک مستقل نوع اور قسم رکھتا ہے۔ یہی اختلاف سبب ہوئے ہیں کہ انسان کو فرد پر منحصر سمجھیں"۔ اب انکی بات درست ہے یا نہیں لیکن میرے خیال میں اس ماہر نفسیات کی بات درست ہے اور اچھی ہے۔ ہم سب کو یہ جان لینا چاہیے کہ اختلاف ہے۔ اگر ہم آہنگی کے ساتھ کچھ اختلاف بھی ہو تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اگر ایک شوہر اور بیوی میں ۷۰ فیصد اخلاقی ہم آہنگی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ان کو شکر کر لینا چاہیے کہ ہم ایک عظیم نعمت رکھتے ہیں۔ ان کو خداوند عالم کی حمد بجا لانا چاہیے کہ ہم ۷۰ فیصد اخلاقی ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ میں تو اس

حد تک کہتا ہوں کہ اگر شوہر اور بیوی میں پچاس فیصد ہم آہنگی پائی جائے تو بھی اچھی ہے۔ اگر بہو اور ساس میں پچاس فیصد اخلاقی موافقت موجود ہے تو ان کو خدا کا شکر بجالانا چاہیے۔ اسی طرح باپ بیٹے کے درمیان' ماں اور بیٹی کے درمیان اگر ستر فیصد اخلاقی اتفاق ہو تو ان کو بہت شکر کرنا چاہیے۔ اس باپ کو' اس بیٹے کو' اس ماں اور اس بیٹی کو چاہیے کہ اس نعمت خداوندی پر شکر بجالائیں کہ جس میں ۷۰ فیصد اخلاقی ہم آہنگی موجود ہے۔

جس چیز سے ہم معمولاً آگاہ نہیں وہ یہ ہے کہ اخلاقی ہم آہنگی محال ہے۔ ہم میں اکثر بلکہ سب کے سب اس بات سے بے خبر ہیں۔ اگر اخلاقی اتفاق سو فیصد پایا جائے تو ایک بڑی نعمت خدا کی طرف سے ہمیں مل چکی ہے۔ لیکن اصل بحث یہ ہے کہ اگر اخلاقی اتفاق ۷۰ فیصد یا پچاس فیصد پایا جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

دو عوامل باقی اختلاف کو دور کر سکتے ہیں۔ ایک اس مجلس میں اور دوسرے کو انشاء اللہ تعالیٰ دوسری مجلس میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

محبت

پہلی چیز جو اس اختلاف کو دور کر سکتی ہے محبت ہے۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان' بہو اور ساس کے درمیان' باپ اور بیٹے کے درمیان' محبت کارفرما ہو تو پھر وہ تیس فیصد یا پچاس فیصد اختلاف کوئی اثر نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ محبت کی شعاعوں کے نیچے دب جاتا ہے۔ اور وہ بھی محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سارے اشعار پڑھے گئے ہیں لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک جملہ ان تمام شعروں پر بھاری ہے کہ جہاں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"حبک للشئی یعمی و یصم"[۲] "اگر تم کسی کو پسند کرو گے یا چاہو گے تو اس کی برائیوں کو تم نہیں دیکھ سکو گے" یعنی اس کی برائیوں کو اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے ہو اور نہ ہی سن سکتے ہو۔ اگر کسی سے محبت رکھو گے تو اس کی برائیوں کی توجیہ کرو گے۔ اگر کوئی آپ کے محبوب کے بارے میں کوئی برائی بیان کرے اگرچہ وہ واقع کے مطابق ہی کیوں نہ ہو اس برائی کو قبول نہیں کرو گے بلکہ اس کا دفاع کرو گے۔ بلکہ بعض اوقات اس شخص پر لعنت ملامت کرو گے کہ کتنا بد اخلاق قسم کا انسان ہے۔ بہرحال رسول پاکؐ کا یہ جملہ بہت اچھا جملہ ہے۔ ایک عرب شاعر نے کہا ہے۔

عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ

وعین السخط تبدی المساویا

اگر کوئی شخص کسی کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ اس کی تمام برائیوں کو چھپا لیتا ہے۔ (عن کل عیب کلیلۃ) یعنی محبت کی آنکھ عیوب کو دیکھ نہیں سکتی ہے۔ اس کے بعد یہ شاعر کہتا ہے کہ وہی آنکھ ان کے عیوب کو دیکھ سکتی ہے جو دوست نہ ہو۔ اس کی نظر، محبت کی نظر نہ ہو اگر وہ انتہائی محبت رکھتا ہے تو بالکل عیوب کو نہیں دیکھتا ہے اگر کوئی عیب نظر بھی آجائے تو اس کی توجیہ کر دیتا ہے۔ صفائی پیش کرتا ہے۔

لیلیٰ اور مجنوں کی کہانی نقل کرتے ہیں۔ درست ہو یا نہ ہو اس قسم کی ایک حقیقت انسان کے اندر پائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ لیلیٰ نے سالن پکایا ہوا تھا سب لوگ سالن لینے جا رہے تھے۔ مجنوں نے بھی اپنا برتن کسی کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا کہ آپ وہاں جائیں تو مہربانی کر کے میرے لیے بھی کچھ لیتے آئیں۔ جب مجنوں کا برتن لیلیٰ کے ہاتھ میں دے کر کہا گیا کہ یہ مجنوں کا برتن ہے تو اس نے

برتن زمین پر دے مارا اور برتن ٹوٹ گیا مجنوں کو بجائے سالن لانے کے ان کے دوست نے خبر دی کہ لیلیٰ نے تو تیرا برتن توڑ دیا۔ مجنوں نے ایک شعر پڑھا۔

اگر با دیگرانش بود میلی

چرا ظرف مرا بشکستہ لیلیٰ

مجنون نے کہا کہ میرے برتن کو توڑ دینا اس بات کی گواہی ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتی ہے اگر ایسا نہیں تھا تو پھر لیلیٰ نے دوسروں کے برتن کیوں نہیں توڑے؟ یعنی مجنوں یہ بات قبول کرنے پر تیار نہیں ہے کہ لیلیٰ نے غلط کام کیا ہے۔ بلکہ وہ اس کے غلط کام کی بھی توجیہ کرتا ہے۔ بیوی شوہر سے محبت رکھتی ہے اگر کوئی اس کے شوہر کی برائی بیان کرے تو وہ دفاع کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کی برائی برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ یہی خاتون جو ہمسایہ کی برائی دیکھتی ہے' اپنے بھائی کی برائی دیکھتی ہے' تو ان کی برائی خود بیان کرتی ہے لیکن جب شوہر کی باری آتی ہے تو اس کا دفاع کرتی ہے اس کو اصلاً شوہر میں کوئی برائی نظر نہیں آتی ہے۔ میں بہت ساری ایسی خواتین کو جانتا ہوں کہ ان کے شوہر جب ان پر غصہ کرتے ہیں تو وہ خدا کا شکر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میرے شوہر کی یہ سخت مزاجی اس بات کی دلیل ہے کہ میرا شوہر مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ ورنہ وہ دوسری عورتوں کے ساتھ' اپنی بہنوں کے ساتھ اس قسم کی سخت مزاجی کیوں نہیں کرتا ہے۔ چونکہ مجھے چاہتا ہے' مجھے پسند کرتا ہے اور مجھے بنانا چاہتا ہے مجھے عیوب سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے اس لیے سختی کرتا ہے۔ ایک چیز جو ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ بات محبت پیدا کرنے میں اور محبت کو ختم کرنے میں بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ انسان کی بات کبھی اس تل کے مانند ہوتی ہے جو ایک چہرے پر بہت ہی خوبصورت نظر آتا ہے اور کبھی بات

اتنی سخت ہوتی ہے کہ مرچ کی طرح جلن پیدا کرتی ہے۔ بقول شاعر

دانہ فلفل سیاہ وخال مہ رویان سیاہ
ہر دو جانسوزند اما این کجا و آن کجا

کبھی شوہر کا یہ کہنا کہ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں مثل اس تل کے ہے کہ جو چہرے میں ایک چاند کی طرح چمکتا ہو۔ یہ تل اس عورت کے لیے کس قدر قیمت رکھتا ہے؟ شوہر کا "شکر گزار ہوں" کہنا عورت کے دل میں حد سے زیادہ محبت پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس کبھی بدخوی اور تند مزاجی محبت کو اس طرح سے کاٹ کر رکھ دیتی ہے جس طرح مرچ منہ کو جلا دیتی ہے۔ کبھی زبان سے ایک چھوٹی سی بات نکل جاتی ہے مگر محبت کو ختم کرنے میں بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ اسلام نے عورت کو اطاعت شوہر کے عوض' اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بدلے اتنا ثواب رکھا ہے' میں تو گمان نہیں کرتا کہ وہ اس کی مستحق ہو۔ اتنا زیادہ ثواب اس لیے ہے کہ شارع مقدس اس سے کچھ اور حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے اگر کوئی شخص مرد و عورت امیر المومنین علیہ السلام کے حق کو جان لے' واجبات کو بجالائے اور گناہ بھی نہ کرے اگر گناہ کرے تو فوراً توبہ کر لے اور شادی شدہ بھی ہو تو بہشت کے تمام دروازے ان کے سامنے کھلے ہیں ان کا مقام انبیاء اور اولیاء تک پہنچ جاتا ہے جس طرح سے قرآن مجید فرماتا ہے کہ بعض لوگ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے ساتھ ہیں۔

ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله وعليهم من النبين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا (سورہ نساء آیت ۶۹)

"اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان (مقبول) بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

اور کوئی شخص خدا اور رسولؐ کی سو فیصد اطاعت کرے تو وہ قیامت کے دن انبیاء، اولیاء، شہدا، اور صلحا کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور بہشت کے تمام دروازے اس کے لیے کھلے ہوں گے وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوگا۔ اور یہ ایک بڑا مقام ہے استحقاقی نہیں ہے یعنی وہ اس طرح نہیں ہے کہ وہ ان ثوابوں کا مستحق ہو۔ یہ ثواب گویا دانہ پھینک کر کبوتر پکڑنا ہے یعنی یہ ثواب اس وقت ملتا ہے جب گھر کا ماحول اچھا اور پاکیزہ ہو۔ گھر کے اندر محبت والفت ہو۔

روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو ایک گلاس پانی پلادے تو اس کے عوض خداوند عالم اس کو ایک سال کی عبادت کا ثواب عنایت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ایک گلاس پانی پلانے کا اتنا ثواب تو نہیں ہے۔ لیکن خداوند عالم چاہتا ہے کہ عورت کو اتنا ثواب دے کر اس کو شوہر کا تابعدار اور مونس بنادے۔ اسی طرح ایک مرد اپنے اہل وعیال کو آرام اور آسائش میں رکھنے کے لیے زحمت اٹھاتا ہے تو گویا وہ محاذ کے اگلے مورچوں پر کفار سے جنگ لڑ رہا ہے۔ اب یہ ثواب استحقاقی نہیں ہے بلکہ تو سل ہے۔ کیوں دیا جاتا ہے؟ محض اس لیے کہ گھر کا ماحول اچھا رہے۔ گھر کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے۔ اس کے برعکس گندے الفاظ کا استعمال اتنا گناہ رکھتا ہے کہ انسان جہنمی بن جاتا ہے۔ یہ گناہ بھی استحقاقی نہیں ہے بلکہ ضمنی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر کوئی عورت اپنے

شوہر کو ناراض کرے' اب اس کا ناراض کرنا ایک تند لفظ سے ہو' یا زبان کا زخم' اسی طرح اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ناراض کرے اس کو اذیت پہنچائے خواہ وہ بد مزاجی سے ہو یا زخم زبان سے تو پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ وہ پہلا شخص ہو گا جو داخل جہنم ہو گا۔ یعنی اس کا گناہ زیادہ ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اگر محبت نہ ہو تو گھر کا ماحول درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس سے بہت برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر محبت ہو تو پھر گھر کا ماحول اچھا ہو جاتا ہے اور وہ گھر معاشرے کے لیے مفید ہوتا ہے۔ کتاب وسائل الشیعہ میں اس روایت کی مانند بہت ساری روایات موجود ہیں۔ جبکہ ہم نے ابھی ان روایات کو جو علامہ مجلسی (رضوان اللہ علیہ) اور دوسرے علماء نے نقل کی ہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی اذیت کو برداشت کرے یعنی صبر سے کام لے' شوہر کچھ بھی کہے مگر وہ اپنے سر کو جھکائے رکھے' اسی طرح شوہر اپنی بیوی کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر کرے یعنی وہ گزشت اور فداکاری سے کام لے تو اس قسم کا مرد اور اس قسم کی عورت کا قیام بہشت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے برابر ہے۔ وہ حضرت ایوبؑ جنہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا۔ اب یہ مقام استحقاقی نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ گھر کا ماحول اچھا بنے۔ گھر کے اندر محبت والفت پیدا ہو جائے۔ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ہم سے محبت نہ چھن جائے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ گھر کے اندر اپنی باتوں پر توجہ دیں کیونکہ یہی گندے الفاظ ہیں جو محبت کو ختم کردیتے ہیں اور یہی الفاظ اگر میٹھے اور شائستہ انداز میں بولیں تو محبت پیدا کرتے ہیں۔

غلط فرق کرنا

جو چیزیں محبت کو ختم کرتی ہیں اور جن پر خاص توجہ دینی چاہیے ان میں سے ایک گھر میں بعض افراد کو بعض پر فوقیت دینا ہے۔ مثلاً دو بیٹوں کے درمیان' دو بیٹیوں کے درمیان' اسی طرح دو داماد کے مابین فرق کرنا ہے۔ فرق کسی قسم کا بھی کیوں نہ ہو۔ مثلاً دو بیٹوں میں ارث تقسیم کرتے وقت مساوات کا خیال نہ رکھنا ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دینا۔ یا بیٹی کو العیاذ باللہ ارث سے محروم رکھنا' کیونکہ وہ بیٹی سے محبت نہیں رکھتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ طنزاً کہہ دے کہ وہ اپنی وراثت لے گئی ہے یعنی جہیز دیا گیا ہے۔ اس قسم کا رویہ درست نہیں ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا رحمت کرے اس باپ اور ماں پر کہ جو اپنے بچوں کی نیکی کرنے پر مدد کریں۔ اس کے بعد فرمایا خدا لعنت کرے ان ماں باپ پر جو اپنے بچوں کو آزاد رکھیں یہاں تک کہ وہ عاق ہو جائیں اور ماں باپ کے لیے برے ہوں۔ وہ کونسی چیز ہے جو بچوں کو ماں باپ کے ساتھ بدسلوک بنا دیتی ہے؟ جب بیٹا دیکھتا ہے کہ ماں کی غلطی ہے' بہو کے ساتھ سازگار نہیں رہتی ہے۔ فضول باتوں میں ان کو تنگ کرتی ہے۔ اب بیٹا یہاں پر حق نہیں رکھتا ہے کہ وہ ماں سے بدمزاجی کرے اگر کرے گا تو وہ عاق ہو جائے گا' جب عاق ہو گا تو وہ نہ آخرت کی بھلائی پا سکتا ہے اور نہ ہی دنیا کی بھلائی۔ جب بیٹا باپ کو دو بیٹوں میں فرق کرتے دیکھتا ہے' یا بیٹی دیکھے کہ ماں باپ بیٹے اور اس کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اسی طرح بیٹی یہ دیکھتی ہے کہ اس کے شوہر اور اس کی بہن کے شوہر کے درمیان ماں باپ فرق کرتے ہیں۔ ایک کا زیادہ احترام کرتے ہیں اور دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو اس کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بیٹی اپنے ماں باپ سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ افسوس

اس بیٹی پر کہ جو اپنے ماں باپ سے نفرت کرنے لگے۔ یہی نفرت سبب بنتی ہے کہ وہ ان کے پیٹھ پیچھے غیبت کرنے لگتی ہے جبکہ وہ ایسا کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے۔ اگر غیبت کرے گی تو عاق ہو جائے گی' اگرچہ ان کی غلطی ہی کیوں نہ ہو۔

جوانوں کو جس چیز پر توجہ دینا چاہیے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کا احترام کریں۔ ان کا احترام ان پر لازم اور واجب ہے۔ بیٹے ہوں یا بیٹیاں ماں باپ کے سامنے تلخ کلامی اور تند مزاجی جائز نہیں ہے۔ قرآن اس سلسلے میں شدید قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

"وقضی ربک ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندک الكبر احدهما او كلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

"تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر تک پہنچیں (اور تم سے ناراض ہوں تو) انہیں نہ اف کہو اور نہ تو جھڑکو اور ہر وقت ان کے ساتھ نرمی سے باتیں کرنا"۔

قرآن مجید فرماتا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو خداوند عالم کی عبادت کے ساتھ ہم مرتبہ قرار دیا ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے اگر تمہارے ماں باپ بوڑھے اور ضعیف ہو جائیں' اگر تمہارے ساتھ کوئی ظلم کریں تو بھی تم ان کے سامنے لڑنے جھگڑنے کا حق نہیں رکھتے ہو۔ خبردار کبھی ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی نہ کرنا (**وقل لهما قولا كريما**) یہاں تک کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر ماں باپ

تجھے ماریں تو ان سے کہہ دو کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ماں باپ کے سامنے جھگڑا کرنا' سخت کلامی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی اس قسم کی حرکت کرے اور ماں باپ کی طرف سے عاق ہو جائے تو وہ جہنم میں چلا جائے گا۔ لیکن اس کے ماں باپ بھی ساتھ ساتھ جہنم میں جاتے ہیں۔ یہ ایک عوامی مثال ہے لیکن اچھی ہے کسی شخص نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تم کو عاق کروں گا۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ میں بھی تجھے عاق کروں گا۔ یعنی قیامت کے دن بیٹا یا بیٹی جہنم میں جائیں گے تو پھر اس کے باپ اور ماں سے کہا جائے گا تم بھی جہنم میں چلے جاؤ۔ بیٹا بیٹی اس لیے کہ وہ عاق ہوئے ہیں۔ لیکن لعنت خدا والدین پر اس لیے کہ انہوں نے ایسا کام کیا ہے' جس کی وجہ سے اولاد عاق ہو گئی۔ تم نے ایسے کام کیے کہ اولاد نے تمہارے ساتھ بدمزاجی کی' سخت کلامی کی' چونکہ تم ماں ہو اور اس کی بیوی کے ساتھ بدسلوکی کی جس کی وجہ سے بیٹا تمہارے ساتھ بدکلامی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ باپ نے اپنے بیٹے کے ساتھ بداخلاقی کی' جس کی وجہ سے بیٹا جھگڑا کرنے پر مجبور ہو گیا اور عاق ہوا۔ رسول خدا فرماتے ہیں کہ خدا لعنت کرے ان ماں باپ پر جو اپنے بچوں کو عاق ہونے دیتے ہیں۔ یعنی خدا لعنت کرے ان ماں باپ پر جو عاق ہیں اسی طرح خدا لعنت کرے اس بیٹے اور بیٹی پر کہ جو عاق ہوئے ہیں دونوں برے ہیں۔

میں والدین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کے درمیان فرق نہ کریں۔ اسی طرح ماؤں سے اپیل ہے کہ وہ بیٹے اور بیٹی میں فرق نہ رکھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک کم فہم ماں بیٹی کو زیادہ چاہتی ہے اس حد تک کہ وہ یہ سمجھانا چاہتی ہے کہ وہ بیٹے سے زیادہ بیٹی کو پسند کرتی ہے۔ اس رویے کا پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس ماں کی محبت بیٹے کے دل سے نکل جاتی ہے۔ جو

ایک بہت بڑا گناہ ہے اور دوسرا بڑا گناہ یہ ہے کہ اس بہن اور بھائی کے درمیان اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ اگر دو بھائیوں میں یا دو بہنوں میں' یا ایک بھائی اور ایک بہن کے درمیان اختلاف پیدا ہوجائے تو پھر اس کا دور کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جتنا ان کا اختلاف بڑھتا جائے گا اتنے ہی یہ لوگ گناہ گار ہوتے جائیں گے اور اس گناہ میں ماں اور باپ بھی شامل ہوں گے۔

ایک باپ تھا کہ جس نے اپنے بیٹے اور بیٹی میں وراثت کے اعتبار سے فرق کیا بیٹے کو یا بیٹی کو کم دیا یا ان میں سے ایک کو محروم رکھا' ماں باپ مرگئے ان کے مرتے ہی ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور یہ اختلاف آہستہ آہستہ بعد والی نسلوں تک چلا۔ اس قسم کی چشم دید مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یہ تمام باتیں قطع رحم کرنے کی مانند ہیں' جس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ اس میں غلطی کس شخص کی ہے؟ اصل میں غلطی اس کم عقل باپ کی ہے کہ جس نے دو بیٹوں کے درمیان فرق رکھا' غلطی اس ماں کی ہے کہ جس نے دو بیٹیوں کے درمیان فرق رکھا۔ یہ کام اہل دل کے نزدیک کفر ہے۔

قرآن مجید نے قانون وراثت بیان کردیا ہے بیٹوں کو ایک حصہ اور بیٹی کو بیٹے کے حصے کا نصف اور بیٹیاں آپس میں ارث کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے برعکس کام کرے ارث تقسیم کرتے وقت کسی بیٹے کو زیادہ اور کسی کو کم دے یا بیٹی کو زیادہ اور بیٹے کو کم دے یا کسی بیٹی کو زیادہ اور کسی کو کم دے تو گویا اس نے علی الاعلان خداوند عالم کے قانون کی مخالفت کی۔ اور اہل دل اسی لیے اس کو کفر سمجھتے ہیں۔ ساس اگر آپ اپنی بیٹی سے محبت رکھتی ہیں تو ٹھیک ہے لیکن داماد کی توہین کیوں کرتی ہیں؟ اگر آپ اپنی بیٹی کی

قسمت خراب ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی ہیں تو پھر جب آپ کے داماد آپ کے گھر آتے ہیں تو ایک کا زیادہ احترام اور ایک کا کم احترام کیوں کرتی ہیں؟ دوسرے کی بے احترامی کیوں؟ اے باپ! اگر آپ سمجھتے ہیں تو پھر ایک بھائی کا دوسرے سے مقابلہ کیوں کرتے ہیں۔ آپ چھوٹے بیٹے سے یا بڑے بیٹے سے اس طرح بات کیوں کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں بیٹا کتنا اچھا ہے۔ آپ کیوں اپنی ایک بیٹی سے کہتے ہیں کہ تجھ سے فلانی بیٹی اچھی ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ باتیں انسانوں کو قتل کرنے سے بدتر ہیں۔ لیکن تم اس بچی کی روح کو قتل کردیتے ہو' اس بچے کی روح کو قتل کرڈالتے ہو۔ اپنی باتوں پر قابو رکھیں۔ اپنے کردار کا خیال رکھیں۔ یہ چھوٹی مگر بڑی باتیں جن کے بارے میں' میں نے تفصیلاً" عرض کیا' ہوشیار رہیں کیونکہ ان کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ اگر کبھی آپ کے داماد آپ کے گھر آجائیں تو ایک کا زیادہ احترام کرنا دوسرے کی بے احترامی کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس طرح آپ اپنی بیٹی کے بخت کو ٹھوکر مارتے ہیں اور اپنی بیٹی کو مجبور اور بے کس بنادیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے ساتھ مقابلہ کرکے کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارا بھائی کتنا ذہین ہے۔ کس طرح محنت کے ساتھ پڑھتا ہے تو کتنا لاپرواہ قسم کا انسان ہے یہی باتیں اس بچے کو مجرم بنادیتی ہیں۔ یہی چیزیں اور باتیں اس کو خائن بنانے کا سبب بنتی ہیں۔ یہ غلطی آپ کی ہے۔ یعنی ماں باپ کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس قسم کے کام کیے ہیں۔ بعض اوقات والدین اپنی بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں لیکن کسی کو زیادہ دیتے ہیں کیونکہ اس کا شوہر مالدار قسم کا آدمی تھا۔ لیکن دوسری بیٹی کو جہیز کم دیتے ہیں چونکہ اس کا شوہر غریب ہے۔ متوسط طبقے کا ہے۔ افسوس یہ باپ نہیں جانتا ہے کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

حضرات و خواتین! یہ مصیبت مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کسی کو کسی پر ترجیح دینے سے ہے۔ لہٰذا خواتین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ برابر پیار و محبت رکھیں۔ اگر ماں پوتے کو پیار کرے تو سامنے ہونے کی صورت میں نواسے کو بھی پیار کرے۔ گھر میں ایک بچہ بہت شیریں زبان ہے' جس کی وجہ سے سب اس کو زیادہ چاہتے ہیں تو اس بات سے ہوشیار رہیں کہ اس کو بدبخت نہ بنائیں اگر آپ بیٹی کو پیار کرتے ہیں تو بیٹے کو بھی پیار کریں۔ جب دو بچے سامنے آجائیں تو دونوں کو گود میں بیٹھائیں۔ دونوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھائیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا بیوی پر بھی توجہ رکھیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ گھر میں کسی کو کسی پر فوقیت نہ دیں اور فرق نہ کریں۔ کیونکہ جس گھر میں کسی کو فوقیت ہو تو اس کی بنیاد خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن جس گھر میں محبت حکم فرما ہو تو دوسری تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر ساس اور بہو میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ بیوی اور شوہر کے درمیان اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ گھر کے اندر واویلا' سخت کلامی' اور زخم زبان یہ تمام چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ کتنا خوش قسمت ہے وہ گھر جس میں محبت کی حکمرانی ہو۔

وہ بہو اور ساس جو آپس میں مہربان ہوں شکر بجالائیں کہ خداوند عالم آپ کو دوست رکھتا ہے اور میاں بیوی جو ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں' آپس میں محبت کرتے ہیں' خدا کا شکر بجالائیں کیونکہ تم ایک بڑی نعمت کے مالک ہو۔ خدا کی رحمت ہے تمہارے گھر پر۔

بائیسویں مجلس

عفو ودرگزر

معاف کرنے اور چشم پوشی کرنے کا موضوع آج کی مجلس میں زیر بحث ہے ہمیں اس پر توجہ دینی چاہیے۔ اگر کسی گھر میں محبت کا فقدان ہو تو عفو اور بخشش اس کی تلافی کرسکتی ہے۔ عفو' بخشش اپنی جگہ ایک مقدس کلمہ ہے۔ انسان جب عفو کا تصور کرتا ہے تو اس کے اطراف میں نور کو چمکتے دیکھتا ہے۔ یہ ایک پیارا اور مقدس کلمہ ہے۔ اتنا مقدس ہے کہ لفظ محبت کے شانہ بشانہ چلتا ہے۔ قرآن کریم نے عفو اور درگزر کی بہت تعریف کی ہے اور اسے دو قسموں میں تقسیم کردیا ہے۔ فلاسفر کے نزدیک اس کے تین درجے ہیں۔ اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان جب کوئی بدی اور برائی دیکھتا ہے تو خدا کی خاطر یا انسانیت کی خاطر اس کو معاف کردے۔

خذ العفوا وامر بالعرف و اعرض عن الجاہلین (سورہ اعراف آیت۱۹۹)

"معاف کرو اور نیکی کا حکم دو اور نادانوں سے چشم پوشی اختیار کرو"۔

یعنی اے مسلمانو! تمہارا شیوہ' عفو اور بخشش ہونا چاہیے۔ تم پر لازم ہے

کہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے یار دوستوں کو عفو و بخشش کا حکم دو۔ پس اس بنا پر اس کی پہلی منزل یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی بدی دیکھے تو اسے معاف کرے اور بخش دے۔

اس کا دوسرا درجہ اس سے بھی بالاتر ہے اور قرآن جو ہم سے چاہتا ہے یہ ہے کہ انسان ایک ایسی جگہ پہنچ جائے کہ جہاں پر بدی دیکھے ہی نہ۔ یعنی وہ اتنا مہربان اور بخشش رکھنے والا بنے کہ وہ اپنی بیوی میں کوئی برائی ہی نہ دیکھے کہ وہ بخشش کی آرزو کرے۔ اس کو صفح (درگزر) کہتے ہیں۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک مسلمان اور ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ عفو کی صفت سے متصف ہو۔ اس کے بعد کہتا ہے صفح رکھنا چاہیے۔ اگر کسی میں کوئی بدی دیکھے تو اصلاً نادیدہ ہو کر اس سے درگزر کرنا چاہیے۔ اس کے بعد قرآن مجید کہتا ہے کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ خداوند عالم قیامت کے دن تمہیں معاف کرے؟ جو لوگ اس دنیا میں عفو اور بخشش کرتے ہیں' درگزر کرتے ہیں خداوند عالم اس دنیا میں ان کو بخشتا ہے وہ لوگ جو اس دنیا میں برائی کو اصلاً سامنے لاتے ہی نہیں یعنی اس دنیا میں صفح رکھتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن ان کی برائیوں کو سامنے نہیں لائے گا۔ آپ نے سنا ہے کہ بعض لوگ بغیر حساب و کتاب بہشت میں چلے جائیں گے۔ بغیر حساب و کتاب کے بہشت میں جانے کے معنی ہی یہی ہیں۔ بعض اوقات انسان سے حساب و کتاب لیا جائے گا' اور اسے بخش دیا جائے گا۔ لیکن بعض اوقات بالکل حساب و کتاب ہی نہیں لیا جائے گا۔ بس اس بنا پر قرآن کہتا ہے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن خدا بخش دے' معاف کردے' تو تمہیں بھی اس دنیا میں عفو و درگزر اختیار کرنا چاہیے۔ گھر میں تمہیں ایک بخشنے والا اور عفو و درگزر کرنے والا

انسان بننا چاہیے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن خداوند عالم تم سے حساب وکتاب نہ لے تو تم دنیا میں کسی میں کوئی بدی دیکھو تو اس سے باز پرس نہ کرو بلکہ اسے معاف کرو' بخش دو۔ بیوی کی بدیوں کو' اس کی غلطیوں کو معاف کرو اور بیوی شوہر کی غلطیوں کو معاف کردے انہیں دل میں نہ رکھے بلکہ ان برائیوں کو بھلادے۔ ایک شعر جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں آپؑ کہتے ہیں کہ "میں نے ایک پست انسان کو جس نے میرے ساتھ برائی کی تھی بخش دیا اور اس کو معاف کردیا۔" قرآن مجید سورۂ فرقان کے آخر میں مومن کی صفات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔ "نیک لوگ بدکار' جاہل اور نادان لوگوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ رکھتے ہیں گویا ان کی برائیوں کو نظر میں لاتے ہی نہیں ہیں"۔ عفو اور بخشش سے کام لیتے ہیں مرد جب گھر میں داخل ہوتا ہے اور گھر کی حالت خراب دیکھتا ہے بچوں کی حالت ٹھیک نہیں ہے' بیوی کی حالت ٹھیک نہیں ہے' بیوی کی حالت ایک شوہر دار بیوی کی طرح نہیں ہے' چونکہ وہ نیک ہے اس لیے اس قسم کی باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا ہے۔ معاف کردیتا ہے' بخش دیتا ہے گویا نادیدہ ہو کر گزر جاتا ہے' اسی طرح کسی عورت کا شوہر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا ہے' اس کی حالت ایک ذمے دار شوہر کی نہیں ہے' تو وہ عورت ان باتوں کو نادیدہ قرار دیکر فراموش کردیتی ہے۔ اس قسم کی باتوں کی پروا نہیں کرتی ہے' صبرو تحمل سے کام لیتی ہے ان صفات کو دوسرے الفاظ میں سورہ فرقان کے آخر میں دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ "جب وہ کسی بیہودہ چیز سے' یا کسی کو کوئی بے مقصد کام کرتے دیکھتے ہیں تو کریمانہ انداز سے گزر جاتے ہیں"۔ ان آیات سے ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ ایک مومن مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ عفو اور

بخشش سے کام لیں۔ یعنی ان کو اس مقام تک پہنچنا چاہیے کہ اصلاً بدی کو نادیدہ قرار دیکر درگزر کرتے ہوئے بخش دیں۔

بالکل اس طرح جیسے آپ کا بچہ کبھی آپ کے منہ پر طمانچہ مارتا ہے ابھی وہ ایک سال کا ہے آپ اس کی اس بدی کو برا نہیں مانتے ہیں نظرانداز کردیتے ہیں۔ بقول قرآن کریم اگر انسان کرامت رکھتا ہے تو اسے اس منزل پر پہنچنا چاہیے۔ بلکہ اگر وہ خدا کی طرف سے عفو و بخشش کا طلبگار ہو اور روز قیامت بغیر حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہونا چاہتا ہو تو لازماً یہ صفت اس کے اندر موجود ہونی چاہیے۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر ایک شخص دنیا میں عفو اور بخشش سے کام نہیں لیتا اور برائی کا جواب برائی سے دیتا ہے تو وہ انسان قیامت کے دن خدا کے عفو کا مستحق قرار نہیں پاسکتا۔ کیا آپ قیامت کے دن خدا کے عفو و درگزر کا مستحق بننا نہیں چاہتے؟ اگر چاہتے ہیں تو دنیا میں عفو و درگزر سے کام لیں۔ برائیوں کو بھلا دیں یہ دوسری صورت ہے۔ قرآن ہم سے کچھ اور بھی طلب کرتا ہے خصوصاً ان حضرات اور خواتین سے جن کا تعلق ممبر اور محراب سے ہے۔ ان لوگوں سے جو شیعہ ہونے پر فخر کرتے ہیں اور یہی تیسرا درجہ ہے جسے عفو کہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

"و یدرون بالحسنۃ السیئۃ" (سورہ قصص آیت ۵۴)

یعنی "جب کوئی تم سے برائی کرے تو تم اس کے ساتھ نیکی کرو" درحقیقت یہ آیت قرآن میں کئی مقامات پر تکرار کے ساتھ آئی ہے۔ (اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ بدی کرے اس بدی کا جواب اچھائی سے دے دو) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کے ساتھ نیکی کیا کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے۔ اور یہی صفت سورۂ یوسف میں ہم سے طلب کی گئی ہے۔

سورۂ یوسف ایک عجیب سورہ ہے بقول قرآن احسن القصص ہے۔ قرآن مجید کی سب سے اچھی کہانی' سب سے خوبصورت کہانی' اور عمدہ ترین کہانی یہی قصہ حضرت یوسفؑ ہے۔ سورۂ یوسف میں ایسا اخلاق موجود ہے اگر کوئی انسان اس پر عمل کرے تو وہ ایک کامل انسان بن سکتا ہے۔ سورۂ یوسف میں عجیب نکتے ہیں ان میں سے ایک نکتہ جو ہماری بحث سے مربوط ہے قرآن مجید کہتا ہے کہ زلیخا نے یوسفؑ کو بہت تنگ کیا' اتنا تنگ کیا کہ آخر انہیں زندان تک پہنچا دیا۔ چند سالوں تک زنداں میں رہے۔ جب ان کا زندان سے آزاد ہونا طے پایا تو یوسفؑ زندان سے باہر نہیں آئے اور کہنے لگے کہ جاؤ بادشاہ سے کہو (کیا ہوگیا کہ عورتوں نے میری خاطر اپنے ہاتھوں کو کاٹ دیا؟) زلیخا نے مجھے کیوں ستایا اور میرے ساتھ عشق کرنے لگی؟ اس کے بعد ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی گئی اور ان عورتوں کو بلایا گیا تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اعتراف کیا اور زلیخا نے کہا "اب جبکہ حق واضح ہوگیا تو میں یہ اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے خود اسے ترغیب دی تھی اور وہ سچوں میں سے ہے"۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ بے گناہ ہے میں خود بری تھی میں نے بے حیائی کی تھی یوسفؑ ٹھیک کہتا ہے پھر اس کے بعد حضرت یوسفؑ زندان سے باہر آئے اور کہنے لگے "آپ جانتے ہیں کہ میں نے ان عورتوں سے اقرار کرایا کہ غلطی ان کی اپنی ہے اس لیے کہ میں اپنے آپ کو صاف و پاک کرنا چاہتا تھا"۔ میں اب عزیز مصر بننا چاہتا ہوں' ریاست اور حکومت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ کام تہمت کے ساتھ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ اہم کام میرے سامنے نہ ہوتا تو زندان کے دس سال اور صدمہ جو زلیخا اور دوسری عورتوں نے پہنچایا ہے ان کی طرف کبھی بھی متوجہ نہ ہوتا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی آئے اور اپنے بھائی کو پہچان کر شرمندہ ہوگئے۔ جب حضرت یوسفؑ نے ان کو شرمندہ پایا تو کہنے لگے۔
"کہا ماضی کو بھول جائیں' جو ہونا تھا وہ ہوگیا خدا ارحم الراحمین ہے خدا تمہیں بخش دے گا آپ ماضی کو بھول جائیں"۔ یہاں تک کہ اس آیت کے ذیل میں ایک روایت موجود ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کو شام کا کھانا دیا اور بہت ہی خاطر تواضع کی جبکہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا۔ ایک بے گناہ بچے کو انہوں نے صدمہ پہنچایا تھا۔ کنویں میں ڈال دیا تھا۔ پھر اس کے بعد یوسفؑ کو فروخت کردیا گیا۔ پس یہی وجہ تھی کہ وہ کھانا نہ کھا سکے۔ ایک وقت حضرت یوسفؑ نے کھانے سے پہلے ان سے کچھ گفتگو کی اور کہا بھائیو! آپ مجھ سے کیوں شرم محسوس کرتے ہیں آپ نے ہی مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے اگر آپ لوگ مجھے کنویں میں نہ ڈالتے تو میں بھی آپ کی طرح کچھ مقدار گندم کا محتاج ہوکر کنعان سے مصر تک آجاتا میں اگر کسی مقام تک پہنچا ہوں' اور عزیز مصر بن گیا ہوں جسے آپ دیکھ رہے ہیں تو آپ ہی کے وسیلے سے میں اس مقام تک پہنچا ہوں۔ یہ مقام مجھے آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ یہ تھا ابتدائی رویہ۔ رویہ کا دوسرا انداز اس وقت کا ہے جب سارے بھائی ماں باپ کے ساتھ آگئے' قرآن مجید کہتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے باپ اور ماں کو تخت پر بٹھا دیا اور ان کا بہت احترام کیا اور اپنے بھائیوں کا بھی بہت احترام کیا اس کے بعد قرآن فرماتا ہے۔

قال ادخلوا مصر انشاء اللہ امنین (سورہ یوسف آیت ۹۹)

"کہا مصر میں داخل ہوجاؤ اللہ نے چاہا تو امن امان میں رہو گے" میرے

بھائیو آپ نے مصر میں آکر مجھے شرف بخشا اب مصر میں انشاء اللہ امن کے ساتھ زندگی گزارو۔ یہ تھا یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کے ساتھ دوسرا رویہ کہ جس کو صفح کہتے ہیں یعنی غلطی سے چشم پوشی کر کے اچھا سلوک روا رکھا۔ لیکن درجہ سوئم کا رویہ بہت ہی عالی ہے اور حضرت یوسفؑ کا کمال بھی یہیں سے سمجھ میں آتا ہے جب اپنے باپ کو تخت پر بٹھاتے ہیں ظاہراً ایک سواری باپ اور بھائیوں کے آتے وقت مصر کے باہر رکھی تھی' ایک خیمہ نصب کیا تھا' ایک تخت نصب کرایا تھا' استقبال کرنے والے استقبال کو گئے تھے۔ جب ان کا باپ تخت پر بیٹھا اور آرام کرنے لگا تو حضرت یوسفؑ نے باپ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ اے میرے پدر بزرگوار یہ اسی خواب کی تعبیر ہے جو میں نے دیکھا تھا۔ دیکھو کہ ہم نے کیسا مقام پایا۔ (اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا پیدا کیا) یعنی وہ دشمنی کہ جو شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان پیدا کردی تھی اس نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ یعنی اپنے باپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پدر بزرگوار آپ بھائیوں سے ناراض نہ ہوں کہ انہوں نے مجھے کنویں میں ڈال دیا ہے۔ یہ ان کی غلطی نہیں تھی بلکہ شیطانی اقدام تھا کہ اس نے میرے بھائیوں کے دل میں میری دشمنی ڈال دی۔ اس کے بعد مجھے فروخت کیا گیا ان سے آپ ناراض نہ ہوں ان کے اس طرح کرنے سے ہی میں اس مقام تک پہنچ گیا ہوں اور آپ اس مقام تک پہنچ گئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں ایک کامل انسان۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ قرآن فقط کہانی سنانا چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ قرآن مجید قصہ میں یہ کہنا چاہتا ہے اے مسلمانو! تمہیں اس طرح ہونا چاہیے' تمہیں صرف عفو اور صفح پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے' برائی کو اچھائی میں تبدیل کردو اور بدی کا جواب نیکی سے دو۔

قرآن پاک میں لفظ ایک ہوتا ہے معنی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ مفسرین ایک معنی کرتے ہیں مگر اہل دل' اہل حال اور علماء علم اخلاق کسی اور طریقے سے اس کے معنی کرتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے۔

وجزاء سیئتہ سیئتہ مثلھا (سورہ شوریٰ آیت ۴۰) عام طور پر جو معنی بیان کیے جاتے ہیں یوں ہیں مثلاً کسی شخص نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا تو حاکم شرع اس کا ہاتھ کاٹ دے یہ ایک معنی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی آپ سے برائی کرے تو آپ بھی اس سے برائی کریں۔ اس نے گناہ کیا تھا اور آپ نے بھی گناہ کر لیا۔ یعنی پتھر کا بدلہ پتھر سے دیا۔ جو ایک گناہ ہے گناہ اول کی طرح۔ میرے خیال میں ہمارے نوجوان معنی اول کو معنی دوم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس تیسرے معنی کو زیادہ پسند کریں گے اور آئندہ اسی پر عمل پیرا ہوں گے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس طرح عمل کریں جس طرح خدا چاہتا ہے۔ خدا اس طرح چاہتا ہے کہ **ویدرون بالحسنتہ السیتہ** اگر کوئی شخص آپ سے بدی کرے تو آپ اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اس کے ساتھ نیکی کریں۔ اگر کوئی آپ کو گالی دے دے تو آپ اس کو گالی نہ دیں بلکہ **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** پیغمبر اکرمؐ تیرہ سال مکہ میں رہے لیکن بڑے لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کام کرنے نہیں دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان تیرہ سالوں میں صرف چالیس یا پچاس افراد مسلمان ہوئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بغیر کسی خونریزی کے مکہ کے لوگوں پر غلبہ پایا اب کیا موقع ہے رحم کرنے کا؟ جب جنگ تھی تو مارا' قتل کر دیا' آگے بڑھے' کامیابی پائی لیکن اب جب ۱۲ ہزار نفر کے ساتھ مکہ میں

داخل ہوگئے تو ایسا لگتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عجیب لذت محسوس ہوئی۔ چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً بیس سال تک خون جگر صرف کر کے چالیس جنگیں لڑیں تاکہ خانہ خدا بتوں سے پاک وصاف رہے۔ اس لیے سب سے پہلے خانہ خدا میں داخل ہوئے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ہاتھوں تین سو ساٹھ بتوں کو تڑوادیا اور خانہ خدا کو بتوں سے پاک کیا۔ اس کے بعد اس دروازے کے قریب آگئے جو اب بھی ہے۔ خداوند عالم ہم سب کو اس دروازے کو دیکھنا نصیب کرے اس دروازے پر جو ہجوم ہوتا ہے اہل ذوق کے لیے نہ جانیں کتنی لذت رکھتا ہے۔ نصف رات کے بعد اگر انسان مسجد الحرام کے کسی کونے میں بیٹھ جائے اگر وہ اہل ذوق میں سے ہو تو وہ دیکھتا ہے کہ خانہ خدا کسقدر خوشگوار ہے اور کسقدر جاذبیت رکھتا ہے۔

پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پرکشش گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے لوگ دروازے پر جمع ہوگئے اور دعائے وحدت جس کو آپ سب پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ وحدہ وحدہ وحدہ' مسجد الحرام لوگوں سے بھری تھی۔ مگر کن لوگوں سے؟ ان لوگوں سے بھری تھی جو حضور کو پتھر مارتے تھے وہی لوگ تھے کہ جنہوں نے حضور اکرمؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کردیا تھا۔ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضورؐ کے ساتھ تقریباً چوہتر جنگیں لڑیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے وحدت پڑھی۔ یہ لوگ بید کی طرح کانپ رہے تھے کیونکہ یہ لوگ گمان کرتے تھے کہ ابھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ سے کہیں گے تلوار ہاتھ میں لے لو اور ان سب کو قتل کردو۔ جب دعائے وحدت ختم ہوگئی تو رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا بتاؤ اب

تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ ابوسفیان، ہندہ جگر خوارہ جیسے لوگ بول اٹھے یا رسول اللہؐ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں مار ڈالیں، ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا۔ "جو وقت گزر گیا وہ گزر گیا، میں نے تم سب کو معاف کر دیا۔ خدا تم کو معاف کرے" اس کے بعد ان سب کے ایمان کو قبول کیا اگرچہ رسول خداؐ اس بات سے واقف تھے کہ ان میں سے بعض مثل ابوسفیان اور ہندہ جگر خوارہ اس بات کی قابلیت نہیں رکھتے کہ ان کے دل میں ایمان موجود ہو۔ پیغمبر اکرمؐ جانتے تھے کہ یہ ایمان نہیں لائے ہیں۔ صرف ظاہراً انہوں نے گواہی دی تھی پھر بھی آپؐ نے مان لیا۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرمؐ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا کہ ابوسفیان کا گھر "جائے امن" ہے یعنی جو بھی شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا تو اس کو نہ چھیڑا جائے گا۔ چونکہ ابوسفیان عہدے کا طلب گار تھا مکہ کا رئیس تھا پیغمبر اکرمؐ نے اسے ایک عہدہ دے دیا۔

تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں جب پیغمبر اکرمؐ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کا ایک سپاہی علم ہاتھ میں لیے ہوئے گلی کوچوں میں گھومنے لگا اور آواز دینے لگا "آج جنگ کا دن ہے" آج وہ دن ہے جس میں ہم تم سے انتقام لیں گے۔ تمہاری سرکوبی کریں گے۔ رسول اکرمؐ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ آپ کا ایک فوجی علم ہاتھ میں لیے "الیوم یوم الملحمۃ" کہتا ہے تو آپؐ غضبناک ہوئے اور حضرت امیر المومنینؑ کو حکم دیا اے علیؑ جاؤ اور اس کے ہاتھ سے علم اٹھا لاؤ۔ اور مکے کی گلی کوچوں میں اس طرح اعلان کرو کہ "الیوم یوم المرحمۃ" آج کا دن رحمت کا دن ہے، آج کا دن مہربانی کا دن ہے۔

یہ تھا رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰؐ کا رویہ اور اخلاق۔ اور تمام ائمہ

طاہرین علیہم السلام اسی طرح اخلاق کے حامل تھے۔

قرآن ہم سے عفو چاہتا ہے' قرآن ہمیں کہتا ہے کہ اگر تم سے کوئی برائی کرے تو تم اس کو بھلا دو اور اس کے ساتھ نیکی کرو۔ بلکہ اس سے بھی آگے "یدرون بالحسنتہ السیتہ" چاہتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر فرمایا کرتے تھے کہ اچھا ہمسایہ وہ نہیں ہے کہ جو اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی اور اچھائی کرے یہ تو ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اچھا ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کی برائی کو برداشت کرے۔ ایک بزرگ شخص مریض تھے ان کا ہمسایہ ایک دن ان سے ملنے گیا' دیکھا کہ وہ مریض ایک نمناک زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ دیوار کا نصف حصہ نم دار تھا۔ جب ہمسایہ نے یہ حالت دیکھی تو بہت افسوس ہوا اس بزرگ شخص سے کہنے لگا آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں اس نمی کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ اس میں وہ نمی اسی ہمسایہ کے گھر کے طرف سے تھی اس پیرد مرد نے اپنے ہمسایہ کو جواب دیا کہ میں نے آپ کو اس لیے نہیں بتایا کہ آپ کو تکلیف ہو جاتی اور میں آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ اسلام دوسرے لوگوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور ساس اور بہو سے' اس سے بھی زیادہ محبت اور الفت کا تقاضہ کرتا ہے۔ بلکہ ان سے اسلام "ویدرون بالحسنتہ السیتہ" کو طلب کرتا ہے۔

حضرات! خواتین! آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ اچھے لباس اور زیورات پہنے سے خوشی حاصل نہیں ہوتی' غم دور نہیں ہو سکتے' محبت دائمی پیدا نہیں ہوتی' غم دور کرنے والی' محبت پیدا کرنے والی یہی آیت ہے اس کو لکھ کر ہال میں لٹکا دو تاکہ شوہر بھی اس کو دیکھ لے' بیوی بھی اس کو دیکھ لے' بچہ بھی دیکھ لے' آہستہ آہستہ ہر ایک میں معاف کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔ شرم

ہے اس عورت پر جو اپنے شوہر کے ساتھ صرف اس بنا پر بدمزاجی کرے کہ اس کے شوہر نے اس کے ساتھ غصے میں بات کی تھی۔ قرآن کی رو سے وہ عورت نہیں ہے۔ اس طرح شوہر کے لیے باعث شرم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ لڑے اس وجہ سے کہ اس کی بیوی نے اس کے ساتھ برائی کی تھی۔ اس قسم کا شوہر قرآن کی رو سے مرد نہیں بلکہ نامرد ہے۔ پھر مرد کون ہے؟ قرآن کے مطابق مرد وہ ہے جو "یدرون الحسنۃ السیئۃ" کو ملحوظ رکھے اگر کوئی بدی کرے تو اس کے ساتھ مہربانی اور رحمدلی کے ساتھ پیش آئے۔ اگر بیوی اور شوہر کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا ہو جائے تو وہ فوراً صلح کرلیں۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے کہا کہ اگر کبھی تم اور تمہارے شوہر کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم اپنے شوہر سے فوراً صلح کرو۔ اور پہلے تجھے صلح کرنا چاہیے۔ اس عورت نے رسولؐ خدا سے کہا یا رسولؐ اللہ "ولو کان ظالما" (چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو) اگرچہ غلطی اس کی ہو پھر بھی میں ان سے صلح کرلوں، رسولؐ خدا نے فرمایا جی ہاں تم صلح کرلو اس لیے کہ عورت کو اپنے شوہر کے لیے مجسم محبت ہونا چاہیے۔ برائیوں کو بالکل فراموش کرنا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ہم آہنگی اخلاقی ستر فیصد ہو تو ہم عفو اور بخشش سے کام لیکر اس تیس فیصد کمی کو پورا کرسکتے ہیں تاکہ گھر کا ماحول بقول قرآن "لتسکنوا الیھا" بن سکے۔

تیسویں مجلس

بدگمانی

آج ہماری بحث بدگمانی کے بارے میں ہے۔ بدگمانی گھر کے لیے ایک مہلک بیماری کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور گھر کو تباہ و برباد کرنے میں اسکا بڑا دخل ہے۔ گھر کو ویران کرنے کے لیے اس سے بدتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک خاندان میں بدگمانی نہیں ہونی چاہیے۔

بدگمانی کا پیدا ہونا

بدگمانی فکری وسوسے سے پیدا ہوتی ہے۔ شیطان کبھی انسانی عقل پر مسلط ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے انسان بگڑکر ریاکار اور منافق سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی شکل وصورت کا شیطان بن جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان اس کی عقل کو اپنا غلام بنالیتا ہے اور انسان کو وہاں تک پہنچادیتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ دوسروں کو بدبخت بنادے۔

اسی طرح بعض اوقات شیطان انسان کے دل پر قابض ہوجاتا ہے۔ بقول قرآن اس صورت میں انسان ایک بت پرست بن جاتا ہے یعنی اس کا دل

خواہشات نفسانی میں گرفتار ہو جاتا ہے اور وہ ایک فاسق و فاجر انسان بن جاتا ہے۔ بقول قرآن یہ انسان بظاہر ایک عابد ہوتا ہے' خدا کے لیے نہیں بلکہ شیطان کے لیے۔ جیسا کہ ہم سورہ یٰسین میں پڑھتے ہیں۔

الم اعهد اليكم يا بنی ادم ان لاتعبدوا الشيطان انه لكم عدو مبين (سورہ یٰسین آیت ۶۰)

"اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے کہ تم شیطان کی عبادت مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے"۔

یعنی اے بنی آدم کیا تو نے ازل میں خدا سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو شیطان پرست نہیں بنے گا۔ اب تو کیوں شیطان پرست بن گیا ہے؟ یہ آیت بتاتی ہے کہ شیطان پرست کس انسان کو کہا جاتا ہے؟ شیطان پرست اس انسان کو کہا جاتا ہے کہ جس کے دل کو شیطان نے اپنا غلام بنالیا ہو۔ محبت خدا کو شیطان اس کے دل سے نکال دے اسی طرح اس کے دل میں جو خیالات ہوں وہ رحمانی نہ ہوں بلکہ شیطانی قسم کے ہوں۔ پس اس قسم کا انسان شیطان پرست کہلاتا ہے۔ کبھی شیطان انسان کی قوت خیال پر قابض ہو جاتا ہے اسی کو وسوسہ کہتے ہیں اور اس قسم کے انسان کو وسواسی کہتے ہیں۔ اس وسوسے کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک وسوسہ فکری ہے جو آج کی بحث کا موضوع ہے اور دوسری قسم کا وسوسہ عملی ہوتا ہے۔ یعنی وہ وسوسے کہ جو بعض اوقات مقدس قسم کے لوگوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً طہارت اور نجاست میں' نماز و روزہ میں گویا ان کی عبادات میں وسوسہ ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں انشاء اللہ بعد میں بحث کریں گے۔ بہرحال اگر شیطان انسان کے قوت خیال پر غالب آئے' تو انسان کے اندر وسوسہ پیدا کردیتا ہے۔ کبھی تو یہ وسوسہ انسانی فکر کے ساتھ اور

کبھی عمل کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ اگر یہ وسوسہ فکر انسانی کے ساتھ مربوط ہو جائے تو باطل خیالات اور جھوٹی قسم کی باتیں اس پر حکم فرما ہوتی ہیں۔ اسی طرح اگر یہ وسوسہ عمل سے مربوط ہو تو اس انسان سے باطل اور بیہودہ قسم کے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ پہلا یعنی وسوسہ فکری رکھنے والا انسان فکری اعتبار سے وسوسے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوسرا یعنی عملی وسوسہ رکھنے والا انسان عمل کے وقت وسوسے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتیں خطرے سے خالی نہیں ہیں شیطان کا قوت خیال پر غالب آجانا' قابض ہو جانا اور حالت وسوسہ ایجاد کرنا' چاہے وہ وسوسہ فکری ہو یا عملی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی نظر میں یہ ایک دیوانگی کی حالت ہے۔

ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کسی دوسرے شخص کی تعریف کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس کی عقل کی بھی تعریف کی لیکن باتوں کے دوران کہا کہ یا بن رسول اللہؐ وہ وسوسہ میں بھی مبتلا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ یہ شیطان کا تابع ہے۔ اگر اس شخص سے پوچھا جائے کہ آیا تیرے کام شیطانی ہیں یا رحمانی' تو وہ فوراً جواب دے گا میرے کام شیطانی ہیں۔ لہٰذا ماہرین نفسیات اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی نظر میں اس قسم کے لوگ چاہے' ان کا وسوسہ فکری ہو یا عملی ایک قسم کی دیوانگی ہے۔

وسوسے کے اثرات

۱۔ منفی سوچ: وسوسہ فکری کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ انسان ہمیشہ منفی پہلو کی سوچ رکھتا ہے۔ بعض لوگ خود اپنے اندر اور دوسروں میں مثبت چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے ہیں ہر چیز ان کو منفی صورت میں نظر آنے لگتی

ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے ہیں کہ ان کے اندر کیسی کیسی خوبیاں ہیں بلکہ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ ان کے اندر کیسی کیسی برائیاں موجود ہیں۔ یعنی وہ ہر وقت اپنے عیوب' یار دوستوں کے عیوب اور معاشرے کے عیوب کے بارے میں ہی سوچتے رہتے ہیں اور یہ حالت بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں میں یہ حالت وسوسے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ جو انسان ہمیشہ منفی پہلو کو مد نظر رکھے وہ ترقی نہیں کر سکتا ہے۔ کمال حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس چیز کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ منفی پہلو کی سوچ گویا مکھی کی طرح ہے جو باغ میں بھی جائے تو ڈھونڈنے لگتی ہے کہ کہیں کوئی گندگی مل جائے تاکہ وہ اس پر بیٹھ سکے' اگر آپ کا بدن ولباس پاک وصاف ہو تو اس پر مکھی کبھی نہیں بیٹھے گی۔ لیکن اس کے برعکس اگر بدن پر کوئی زخم ہو یا کوئی پھوڑا پھنسی ہو تو مکھی فوراً اس جگہ بیٹھ جاتی ہے۔ پس بعض انسان بھی مکھی کی طرح ہیں۔ اگر منفی سوچ کا ملکہ حاصل ہو جائے تو قانون تجسم اعمال کے تحت اس کے کام اس کے لیے ملکہ تیار کرتے ہیں اور اس کا ملکہ ہویت اختیار کر لیتا ہے۔ اور قیامت کے دن ایک مکھی کی شکل میں میدان محشر میں داخل ہوتا ہے۔

آپ کبھی بھی منفی سوچ نہ رکھیں۔ اپنے شوہر کے بارے میں منفی پہلو سے نہ سوچیں' بلکہ مثبت پہلو سامنے رکھیں' اسی طرح مرد حضرات بیوی کے مثبت پہلو کو نظر میں رکھیں۔ منفی پہلو کو نہیں۔ آپ اس کے پیچھے نہ پڑیں کہ کسی نہ کسی طرح کوئی نقص نکال ہی لوں آپ کو ایک بلبل کی طرح ہمیشہ پھولوں پر رہنا چاہیے۔ آپ کو پھولوں کی تلاش ہونی چاہیے۔ مثبت نقاط کی تلاش کرنی چاہیے۔ آپ کو مکھی کی طرح گندگی کی تلاش نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی عیوب کی

تلاش نہیں کرنی چاہیے۔ مجموعی طور پر انسان بے وفا ہے۔ آپ اگر اپنی بیوی کے ساتھ ایک عرصہ اچھائی کے ساتھ گزارتے ہیں لیکن ایک دن اس کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں تو وہ تمام اچھائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور بھلادی جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک اچھی بیوی جو اپنے فرائض احسن طریقے سے ادا کرتی تھی ایک دن وہ ایسا نہ کرے' شوہر کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئے تو جب شوہر یہ دیکھتا ہے تو وہ تمام اچھائیاں فراموش کر جاتا ہے' اس کا رویہ ایک دم بدل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان وفادار نہیں ہے۔ قرآن پاک بھی انسان سے شکوہ کرتا ہے۔ "قتل الانسان ما اکفرہ"

۲۔ **غمگینی:** وسوسہ فکری کی دوسری علامت یہ ہے کہ انسان زندگی سے تنگ آجاتا ہے۔ اور غمگین رہتا ہے۔ اگر انسان دیندار ہو تو وہ اس فکر میں رہتا ہے کہ وہ اس دنیا میں کیوں آیا' نہ آتا تو اچھا رہتا۔ اگر بے دین اور خدا ناشناس قسم کا انسان ہو تو پھر اقدام خودکشی کر لیتا ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات مغربی ممالک میں زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں وسوسہ فکری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ وسوسہ فکری رکھنے والا ہمیشہ سوچتا رہتا ہے جب وہ کسی نتیجے تک نہیں پہنچتا ہے تو زندگی سے تنگ آجاتا ہے اور خودکشی کر لیتا ہے۔

یہ ایک سوال ہے کہ جو عموماً نوجوان حضرات کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں کس لیے آئے؟ اس سوال کا سبب ماہرین نفسیات کے مطابق وسوسہ فکری ہے۔ اس قسم کے سوالات وہ لوگ کرتے ہیں جو خوشی نہیں رکھتے۔ جو زندگی سے تنگ آچکے ہوں۔ جانتے نہیں ہیں کہ دنیا میں کیوں آئے ہیں؟ اس قسم کے لوگوں کو سمجھایا جائے تو ان کا وسوسہ فکری ان کو قانع ہونے نہیں دیتا ہے۔

انہیں جتنی دلیلیں دیکر سمجھائیں مگر وہ یہی کہیں گے کہ کیا ہم اس دنیا میں نہ آتے تو اچھا نہ ہوتا؟ مجھے اس وقت نام یاد نہیں کہ کسی لکھنے والے نے ایک اچھا جملہ لکھا تھا کہ "ایک دن میں صبح اٹھا تو صبح میں ایک غمگینی اور افسردگی سی چھائی ہوئی تھی میں نے کہا ہائے افسوس ایک دن اور موجود ہے اتفاق سے ایک اخبار میرے سامنے تھا میں نے اخبار میں دو خبریں پڑھیں جو ایک دوسرے کی ضد تھیں۔ ایک خبر تو یہ تھی کہ کسی شخص نے خودکشی کرلی اپنے پیٹ کو چاقو سے چاک کرکے معدہ باہر نکال کر پھینکتے ہوئے کہا تھا کہ "ایک منٹ تک تیرے بغیر زندگی گزارنا چاہتا ہوں" ایک منٹ کے گزر جانے کے بعد وہ مرگیا۔ بہرحال میں نے دوسری طرف دیکھا تو ایک عورت نے مقالہ لکھا تھا اور وہ لکھتی ہے کہ "الحمدللہ جونہی صبح سویرے خواب سے بیدا ہوتی ہوں ایک خوشگوار دن کو آتے دیکھتی ہوں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ جس نے مجھے عمر عطا فرمائی کہ میں ایک مرتبہ پھر سے اس کے سامنے کھڑی ہوسکوں گی"۔ لکھنے والا کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے سوچنا شروع کیا کہ عورت کی یہ خوشی اور اس شخص کی خودکشی اور میری یہ غمگینی اور افسردگی کہاں سے اور کیسے پیدا ہوئیں، آخرکار میں اس نتیجے تک پہنچ گیا کہ یہ سب وسوسہ فکری کی وجہ سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تھکنگی، ناسمجھی اور وسوسہ فکری ہماری زندگی کو متاثر کرتی ہے۔

۳۔ بدگمانی: ان دونوں برے اثروں سے زیادہ بڑا اثر یہ ہے کہ اگر انسان وسوسہ فکری میں مبتلا ہوجائے تو وہ بدگمان ہوجاتا ہے یعنی برے خیالات۔ سب سے پہلے تو وہ اپنے گھر کے بارے میں برے قسم کے خیالات کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد معاشرہ، پھر آہستہ آہستہ خدا و رسولؐ قرآن پاک اور ائمہ طاہرینؑ

کے بارے میں بدگمانی کرنے لگتا ہے۔ آخر کار یہی بدگمانی اس کو کافر بنا دیتی ہے۔ بدگمانی شیطان کی طرف سے ہے۔ شیطان کم پر راضی نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ ابتداء کم سے کرتا ہے جب انسان شیطان کو موقع دیتا ہے' اس کو آزاد چھوڑتا ہے تو پھر شیطان انسان کو جہنم کے سات طبقوں تک پہنچا دیتا ہے۔ ساتھ ہی انسان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ تو خود اس جگہ تک پہنچ گیا ہے' میرے ساتھ تیرا کیا تعلق ہے؟ اسی طرح اگر وسوسہ فکری انسان کو بدگمان بنادے تو ابتداء کم سے ہوتی ہے مگر یہ کمی زیادتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا' رسول' قرآن اور آئمہ پر بھی بدگمانی کرنے لگتا ہے۔

بدگمانی کے خطرات

سب سے بڑا خطرہ بدگمانی کا یہ ہے کہ بعض اوقات دوسروں پر فسق ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کی بدگمانی' اس کا وسوسہ فکری دوسروں کو بدکردار اور فاسق دکھاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی تکفیر کرتے ہوئے اسے جواز قتل قرار دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سلجھا ہوا جوان جبکہ وہ انقلابی بھی ہے لیکن اس کی بدگمانی نے اس کو تفسیق میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ علماء و بزرگان دین پر کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے۔ اور یہی تکفیر جواز قتل یا وجوب قتل لاتی ہے۔ اور وہ ایک عالم دین کو قتل کرڈالتا ہے اس کا سبب وہی بدگمانی ہے جو اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اس حالت کو معمولی نہ سمجھیں۔ بدگمانی وسوسہ فکری سے پیدا ہوتی ہے۔ بدگمانی کرنے والا انسان بعض اوقات ایک عجیب دیوانگی کی سی حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک مرد اپنی عورت کے بارے میں سوء ظن کرتا ہے نعوذ باللہ جس کا گناہ بہت زیادہ ہے مثلاً ایک شخص گلی میں داخل ہوتا ہے تو شوہر بیوی سے کہتا ہے کہ یہ تیری طرف اشارے کر رہا تھا۔ گویا وہ انسان

بالکل پاگلوں کی طرح بن جاتا ہے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے بارے میں سوء ظن کرتی ہے جبکہ شوہر بہت ہی بوڑھا ہو چکا ہے جنسی میلان اس میں بالکل ختم ہو چکا ہے، لیکن بیوی جب شوہر کہیں سے واپس آجائے تو شور وغل مچاتی ہے کہ تم دوسری بیوی کے پاس سے ہو کر آئے ہو ورنہ اتنی دیر تک کہاں تھے۔

لوگوں میں مشہور ہے اور اس کی مثال میں نے اکثر لوگوں میں دیکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شوہر اور اس کی بیوی چھت پر سوئے تھے، آپ جانتے ہیں کہ رات کو کہکشاں کا ایک سفید راستہ قبلہ کی طرف دکھائی دیتا ہے۔ شوہر نے بیوی سے پوچھا کہ یہ سفید راستہ کیا چیز ہے؟ بیوی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکے کا راستہ ہے اگر حاجی مکے کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں تو اس کہکشاں کے ذریعے راستہ معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی شوہر نے اٹھ کر مارنا شروع کیا۔ ساتھ ہی کہا کہ "تمہارا سرہانہ بہت اونچا ہے تم مجھے جس مقصد کے لیے یہاں سلاتی ہو میں سمجھ گیا یہ بھی پتہ چلا کہ تم کہاں جاتی ہو تمہارا ارادہ ہے کہ جب حاجی آجائیں گے تو مجھے ان کے ہاتھوں قتل کرا کے خود دوسری شادی کرو گی"۔

ممکن ہے یہ حقیقت نہ ہو صرف کہانی ہو۔ لیکن ایک اور صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک شخص وسوسہ فکری رکھتا تھا اور اس کی بیوی وسوسہ عملی میں مبتلا تھی، دونوں میرے پاس آتے تھے۔ میں نے اس خاتون کی طرف رخ کیا جو نجاست اور طہارت کے بارے میں وسوسہ عملی رکھتی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ شک میں مبتلا ہیں۔ اگر مسلسل چھ مہینوں تک آپ میری بات سنیں اور اس پر عمل کریں تو پھر آپ کا یہ مرض ختم ہو سکتا ہے۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ شوہر بیوی کی طرف ایک عجیب انداز سے دیکھنے لگا اور اس بات پر راضی نہیں ہوا کہ میں وسوسہ فکری کا علاج کروں بلکہ وہ چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد مجھے

ٹیلیفون کیا اور کہنے لگا کہ تم نے میری بیوی سے جو کچھ کہا تھا وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ وہ یہ کہ تم نے میری بیوی سے کہا ہے کہ تم اپنے شوہر سے طلاق لے لو اور پھر میرے ساتھ شادی کرلو اور چھ ماہ تک میرے پاس رہو پھر میں تمہیں ٹھیک کروں گا۔ گویا بالکل پاگلوں کی سی باتیں۔ اس قسم کے لوگ بہت زیادہ ہیں۔ شوہر بیوی سے یا بیوی شوہر سے بدگمانی رکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو چور سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً ایک نوٹ ان کی جیب سے گرجاتا ہے یا خرچ کرکے بھول جاتا ہے تو اسکو بیوی کی گردن پر ڈال دیتا ہے اس کو چور تصور کرتا ہے' زانی تصور کرتا ہے' بے حیا تصور کرتا ہے اسی طرح بیوی اگر وسوسہ فکری میں مبتلا ہوجائے تو وہ شوہر کے ساتھ اس قسم کی بدگمانی کرنے لگتی ہے۔ اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ جہاں قرآن فرماتا ہے۔

لاتقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفود کل اولٰک کان عنہ مسولا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

"اور تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو (خواہ مخواہ) اسکے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ کان' آنکھ اور دل سے ان سب کی (قیامت کے دن) یقیناً بازپرس ہونی ہے"۔

اے انسان! کسی چیز کے بارے میں بغیر علم کے بات نہ کرو گمان کی تعبداری نہ کیا کرو۔ دوسروں کے بارے میں بدگمانی نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ بدگمانی' تیری باتیں' یہ غلط قسم کے افکار' جن کے بارے میں قیامت کے دن تیرے کان' تیری آنکھیں اور تیری زبان یہاں تک کہ تیرے دل سے بھی پوچھا جائے گا۔ اس دن تیرا دل' تیرے اعضاء بدن' تیرے خلاف گواہی دیں گے یعنی ایک مرد اپنی بیوی کے بارے میں بدگمانی کرتا ہے' لیکن اپنی بیوی پر ظاہر نہیں کرتا ہے۔ کسی دوسرے کو نہیں بتاتا ہے۔ اس شخص کو قیامت کے دن

محشر میں لائیں گے اور اس کا دل اس وقت اس کے خلاف گواہی دے گا تو دنیا میں اپنی بیوی کے بارے میں سوء ظن یعنی بدگمانی کیا کرتا تھا۔ تم کو معلوم نہیں تھا کہ اسلام نے قرآن میں کسی کے بارے میں سوء ظن کرنے سے منع کیا تھا؟ ایک مسلمان کو اپنے یقین پر عمل کرنا چاہیے نہ کہ گمان اور ظن پر۔ وہ لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ حقیقی مسلمان نہیں ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے

وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا (سورہ فتح آیت ۱۲)

"اسی وجہ سے تم طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے تھے۔ اور (آخرکار تم لوگ آپ برباد ہوئے)" وہ ملت کہ جس کے افراد ایک دوسرے پر سوء ظن کرتے ہوں، ہلاک ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔ آج کل یہ بیماری بعض لوگوں میں موجود ہے۔ موت آجائے اس انسان پر کہ جو ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے گمان اور اندازے کا خول بنتا ہے تاکہ اس میں چھپ سکے۔ میں گزارش کرتا ہوں اس شخص سے یا اس خاتون سے جو ہماری مجلس میں ہیں اگر ان میں بدگمانی پائی جاتی ہے تو وہ ہمیشہ اس آیت مبارکہ کو اپنے ذہن میں رکھیں جونہی بدگمانی ان کے ذہن میں پیدا ہو جائے تو کہیئے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔

"قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون" (سورہ ذاریات آیت ۱۰-۱۱)

"اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں جو غفلت میں بھولے ہوئے پڑے ہیں"۔ دم گھٹ کر مرجائے گا وہ انسان جو اپنی بدگمانی اور اپنے غلط خیالوں میں ریشم کے کیڑے کی طرح پھنسا ہوا ہے۔ روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے کعبہ تو بہت احترام کا مالک

ہے لیکن مومن کا احترام تجھ سے زیادہ ہے۔ چونکہ خدا نے تجھ سے ایک چیز کو حرام قرار دیا ہے اور مومن سے تین چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ (۱) خداوند عالم نے کسی انسان کو بے گناہ قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ (۲) اسی طرح مومن کا مال کھانا حرام قرار دیا ہے۔ (۳) کسی مومن کے بارے میں بدگمانی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ تمہیں قسم ہے خدا کی دیکھو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو قتل کرنے' لوگوں کا مال کھانے اور بدگمانی کو برابر قرار دیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ تم اپنی بیوی سے بدگمانی رکھتے ہوں اور ایک جملہ اپنی پاک بیوی کو کہو گے تو تمہاری بیوی کتنی ہی صبر کرنے والی اور عفو وبخشش سے کام لینے والی ہی کیوں نہ ہو' یہ جملہ اس کے دل سے نہیں نکل سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی باکردار خاتون کو اس کے کردار کے بارے میں کوئی بات کہی جائے تو یہ بات نہ صرف محبت کو ختم کردیتی ہے بلکہ اس کے دل میں نفرت کا بیج بوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بدگمان بیوی کا شوہر دیر سے گھر آیا۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے بیوی آئی' بدمزاجی کے ساتھ کہنے لگی اسی جگہ واپس چلے جاؤ جہاں شام کو گئے تھے۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ اس شخص نے وہاں سے ہوٹل جا کر ایک کمرہ لیا اور کھانا کھالیا۔ دوسرے دن ایک مکان کرایہ پر لیا اور دوسری شادی کرلی۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد گھر آیا اور اپنی پہلی بیوی سے کہہ دیا کہ بیگم! میں اس جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں تم نے کہا تھا آج کے بعد ایک رات تمہاری اور ایک رات اس کی۔ وہ بھی اگر تم چاہتی ہو تو ورنہ ایک رات تمہارے پاس اور دو راتیں اس کے پاس۔ مسئلہ ختم۔

جی ہاں! مرد اتنی محنت ومشقت کرتا ہے کہ بعض اوقات اس کے پاؤں

میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ مجبوری کی حالت میں محض بیوی بچوں کو راحت میں رکھنے کے لیے وہ کام کرنے جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بیویاں ایسی ایسی بدگمانیاں کرنے لگتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں اس کی عقل کی نہیں ہیں بلکہ کسی اور کی ہیں۔

ان الشیاطن لیوحون الی اولیاھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون (سورہ انعام آیت ۱۲۱)

"بے شک شیاطین اپنے دوستوں پر الہام کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں اگر تم انکی اطاعت کروگے تو تم بھی مشرک بنوگے"۔

شیطان آتا ہے اور اس کو وحی کرتا ہے کہ اس طرح کیا کرے ایک عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر کو ایسی بیہودہ باتوں کے ذریعے برباد نہ کرے۔ اپنے شوہر کی محبت کو ان بیہودہ باتوں سے ختم نہ کرو۔ مرد حضرات سے عرض کرتا ہوں خدا نہ کرے کہ آپ اپنی بیوی پر بدگمانی کرنے لگیں اس کا گناہ بہت بڑا ہے اور اگر بیوی شوہر کے بارے میں بدگمانی کرے تو اس کا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن عورت نسبت حرام کاری کی نہیں دیتی بلکہ کہتی ہے کہ تونے دوسری شادی کرلی ہے۔ لیکن مرد بیوی سے بدگمانی کرے اور اس کا اپنی بیوی سے اظہار کرے تو حاکم شرع اس مسئلہ کے معلوم ہو جانے پر اس کو ۲۹ سے لیکر ۷۹ تک کوڑے مار سکتا ہے۔ بہت بڑا گناہ ہے یہ وہی چیز ہے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے کہ تجھے موت آجائے۔ پس اس بناء پر لازم ہے کہ آپ گھر میں بدگمانی نہ کریں بلکہ گھر سے باہر بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہیے۔ بعض اوقات بدگمانی جاسوسی کا سبب بنتی ہے' جاسوسی کا گناہ اتنا زیادہ ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے وہ لوگو! کہ جن کا ایمان صرف زبان

کی حد تک ہے دل پر نہیں تم جاسوسی مت کرو۔ یعنی دوسروں کے عیوب کی تلاش میں نہ پڑو۔ کیونکہ اگر تم نے لوگوں کی جاسوسی کی تو خدا تمہیں رسوا کردے گا۔ اگرچہ تم کتنے ہی عاقل کیوں نہ ہو دوسروں پر بدگمانی رکھنا جاسوسی کا سبب بن جاتا ہے اگر تجسس کرو گے تو بعض اوقات وہ برے کاموں کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عورت دروازے پر کھڑی ہو اور ایک جوان آکر ہمسایہ کے گھر میں چلا جائے اگر یہ عورت ایک مسلمان ہے تو وہ یہ سمجھے کہ ان کا رشتہ دار ہوگا یا کسی کام سے آگیا ہوگا لیکن اس کے برعکس اگر وہ جاسوسی کرے خدا نہ کرے وہ لوگوں کو جمع کرے تو پھر اس سے نہ جانے کتنی برائیاں پیدا ہوں گی۔ بچے بے آسرا ہو جائیں گے اور خاندان دشمنی میں مبتلا ہوں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی رگ کاٹ لی جائے تو اس کا گناہ کم ہے اس سے کہ کسی بیوی اور شوہر کے درمیان جدائی ڈال دی جائے۔ بعض اوقات کچھ لوگ اپنے آپ کو مقدس بنا کر اس قسم کی حرکتیں کرنے لگتے ہیں کہ لوگوں کو گھروں کے گرد جمع کرتے ہیں لیکن انہیں ایک رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے۔ دو خاندانوں کی آبرو خاک میں ملتی ہے۔ اور نتیجے میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ شخص ایک الٰہی کام کرنا چاہتا تھا مگر کیا شیطانی کام۔

ضع امر اخیک علی احسنہ (بحار جلد ۷۵)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہا تاکید فرماتے تھے کہ تم ہمیشہ اپنے مومن بھائی کے بارے میں نیک نیتی سے کام لیا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اپنے برادر مومن کے لیے عمل درست کریں۔ یعنی اس کے عیوب کو ہر ممکن چھپانے کی کوشش کریں۔ مختلف حربے اور طریقے استعمال کریں۔ اگر ایک طریقے سے نہ ہو سکے تو دوسرا طریقہ' تیسرا طریقہ استعمال کرتے جائیں۔ اور

اپنے آپ سے کہو کہ میں کیسا مسلمان ہوں کہ میں اپنے مومن بھائی کی برائی کو چھپانے کا طریقہ نہیں بتا سکتا ہوں۔ کیا ہم اس طرح کرتے ہیں؟ میری گزارش ہے آپ ائمہؑ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیغاموں کو پہنچانے والوں سے' آپ مقدس لوگوں سے' قم کے اندر رہنے والوں سے کہ تم سے رسول خداؐ کہتے ہیں کہ تم تجسس نہ کرو۔ ایک شخص کسی کے خلاف کوئی بات پیدا کرنے کے لیے پھرتا رہتا ہے اور یہ بیماری سب میں پائی جاتی ہے۔ چاہے وہ بازاری ہو' سپاہی' تنظیمی' کاریگر' اور خصوصاً عورتوں میں یہ عادت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس کا گناہ بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ کسی انسان کو قتل کرنے کے برابر نہیں بلکہ اس کے جسم سے اس کی رگوں کو باہر نکالنے کے برابر ہے۔ پھر ہمیں بدگمانی کیوں کرنی چاہیے؟ رسول خداؐ امیر المومنینؑ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے عمل کیوں نہ کریں (ضع امر اخیک علی احسنہ) ہم اس قانون پر عمل کیوں نہیں کرتے ہیں۔ ہم بدگمانی کی بجائے حسن ظن کیوں نہیں رکھتے ہیں۔ سوء ظن کیسے پیدا ہو جاتا ہے؟ جب انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے تو اس سے بدبو آنے لگتی ہے پھر وہ سوء ظن کرنے لگتا ہے۔ حسن ظن کیسے پیدا ہو جاتا ہے؟ ایک سالم دل کے اندر جہاں دل پاک ہو تو انسان خود بخود پاک ہو جاتا ہے۔ پھر وہ انسان جو خود پاک ہے وہ دوسروں کو بھی پاک تصور کرتا ہے۔ جو انسان خود ناپاک ہے تو دوسروں کو بھی ناپاک خیال کرنے لگتا ہے۔

یہ ایک بہت خطرناک مرض ہے لیکن اس کی دوائی بھی بہت آسان ہے۔ وہ یہ کہ عفو کرنا' بخش دینا' اگر آپ اپنی بیوی کی کبھی غلطی دیکھ لیتے ہیں تو اس کی ایک اچھی تاویل کریں۔ اپنے خیال کی پروا نہیں کریں۔ جب ایسا کرتے ہیں تو آپ شیطان کے منہ پر ایک طمانچہ مارتے ہیں۔ شیطان خود بخود دور ہو جاتا

ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس ناپاک کے منہ پر طمانچہ مارو' جب اس کو مارو گے' اس کی باتوں پر عمل نہ کرو گے تو خود دفع ہو جاتا ہے اس کے برعکس اگر اس کی باتوں کو اہمیت دو گے اور غلط تاویل کرو گے تو پھر یہ منحوس شیطان آہستہ آہستہ تمہاری فکر پر قابض ہو جاتا ہے جب فکر پر قابض ہو جاتا ہے تو تمہیں دیوانہ بنا دیتا ہے۔ پس بیماری بھی سخت قسم کی ہے اور اس کی دوا بھی بہت آسان ہے۔ بیماری سرطان کی طرح ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر چاہیں تو ہر شخص اس کا علاج آسانی سے کر سکتا ہے وہ ہے بے اعتنائی' سوء ظن اور بدگمانی کو اہمیت نہ دینا۔

"ان الظن لا یغنی من الحق شیا"

قرآن پاک کہتا ہے کہ ظن اور اندازہ گیری ایک ذرہ برابر فائدہ نہیں دیتا ہے۔ اگر تو نے ظن اور گمان سے کام لیا تو قرآن پر عمل نہیں کیا۔

چوبیسویں مجلس

وسوسہ عملی

ہم نے وسوسہ کو دو قسموں پر تقسیم کیا تھا (۱) وسوسہ فکری (۲) وسوسہ عملی۔ وسوسہ فکری کی بحث گزر گئی آج ہماری بحث وسوسہ عملی کے بارے میں ہوگی۔ کبھی انسان اپنے کاموں میں شکی ہوجاتا ہے مثلاً وضو' طہارت' نجاست' غسل' عبادات' وغیرہ کے انجام دینے پر شک کرنے لگتا ہے۔ "وسوسہ عملی" گھر کے لیے بہت نقصان دہ ہے' گھر کی بنیاد ویران کرنے کا سبب بن جاتا ہے' شکی شخص کو معاشرہ اور گھر سے الگ تھلگ بنادیتا ہے۔ آخر کار گھریلو محبت اس کے دل سے ختم کردیتا ہے۔ بگاڑ پیدا کرنے والی چیزوں میں اس سے بدتر چیز اور کوئی نہیں۔ تمام اور خصوصاً وہ لوگ جو شکی ہیں آج کی بحث پر خاص توجہ دیں کہ یہ وسوسہ عملی یا فکری کیسے پیدا ہوتا ہے؟

گیارہویں فصل میں عرض کیا تھا کہ شیطان کبھی عقل انسانی پر مسلط ہوجاتا ہے' اور اس تسلط کی وجہ سے انسان دھوکہ باز' منافق اور دوسری بہت سی قسم کی برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور میدان سیاست میں ایک سیاستدان' جھوٹا اور دھوکے باز بن جاتا ہے۔ کبھی یہی شیطان انسان کے دل پر مسلط ہوجاتا ہے

اور انسان کو اپنا تابعدار بنا لیتا ہے چنانچہ کبھی خدا اس کے دل پر حکومت کرتا ہے اور کبھی شیطان اس کے دل پر حکومت کرلیتا ہے۔ قرآن پاک کی بہت ساری آیات میں اشارہ ہے۔ جب شیطان انسان کے دل پر مسلط ہوجاتا ہے تو پھر وہ انسان کو وہاں پہنچاتا ہے جہاں اس کی مرضی ہوتی ہے۔ پھر انسان ایک بت پرست، زرپرست، خواہش پرست، بقول قرآن اس کے ہر کام سے "شیطان پرستی" ظاہر ہوجاتی ہے اور کبھی یہ شیطان انسان کی قوت تخیل پر قابض ہوجاتا ہے تو انسان میں وسوسہ فکری و عملی پیدا ہوجاتا ہے۔ انسان کی یہ حالت اتنی خطرناک ہے کہ وہ جھوٹی چیزوں کو حقیقت کی نظر سے دیکھتا اور سنتا ہے اور ان پر یقین پیدا کرلیتا ہے۔ مثلاً ایک ڈرپوک انسان کہ جس کی قوت تخیل پر شیطان قابض ہوچکا ہو اب اگر یہ رات کو کسی کھنڈر سے گزر جائے تو وہ جن دیکھ لیتا ہے، "واقعتاً" دیکھ لیتا ہے اور جن کی باتوں کو سن لیتا ہے۔ "واقعتاً" سن لیتا ہے۔ مثلاً وہ اگر قبرستان سے گزرے تو مردوں کو قبر سے باہر نکلتے دیکھتا ہے۔ مردہ کو دیکھ لیتا ہے، آواز دیتا ہے ٹھہر جاؤ کون ہو؟ اور وہ آواز سن لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ مردہ پیچھے پیچھے آرہا ہے اور اسے پکڑ رہا ہے۔ اس خیال میں وہ بے ہوش ہوجاتا ہے حالانکہ اس فرار میں نہ کوئی جن تھا اور نہ ہی قبرستان سے کوئی مردہ باہر نکلا تھا، اور نہ اس نے آواز دی تھی۔ اور نہ ہی اس کو پکڑا تھا۔ بلکہ قوت خیال نے اس کی آنکھ، کان اور قوت لامسہ پر اثر کیا اور اس بلا کو مسلط کردیا۔ اگر کسی شخص میں وسوسہ فکری یا عملی پیدا ہوجائے تو وہ اسی طرح ہوجاتا ہے اسی طرح وہ شخص جو نجاست اور طہارت میں شک کرتا ہے وہ فوراً یقین پیدا کرلیتا ہے کہ نجاست کے چھینٹے پڑ گئے اور کپڑے نجس ہوگئے۔ حالانکہ کوئی نجس چھینٹا اس کے کپڑوں پر نہیں گرا ہے۔

لیکن وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ روم سے چھینٹے پڑ گئے' طہارت پر یقین پیدا نہیں کرتا ہے بلکہ نجاست پر یقین پیدا کرلیتا ہے یعنی شیطان اس کے قوت تخیل پر مسلط ہوگیا ہے لہٰذا وہ چیزیں جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں ان کا فوراً یقین پیدا کرلیتا ہے۔ لیکن وہ چیزیں جو اس کے فائدے کے لیے ہیں ان پر یقین پیدا نہیں کرسکتا ہے تو ایسا شخص یہ سمجھے کہ وہ بیمار ہے۔ اس لیے کہ اگر یقین کرنا یا جلدی قبول کرنا ہے تو اس کو طہارت کے بارے میں قطع اور یقین پیدا کرلینا چاہیے یا طاہر ہونے کو قبول کرنا چاہیے۔ اگر طہارت جلدی قبول نہیں کرسکتا ہے یا طہارت کے بارے میں اس کو جلدی قطع اور یقین پیدا نہیں ہوسکتا ہے تو نجاست کے بارے میں بھی جلدی قطع اور یقین پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ایک جگہ جلدی یقین کرلینا اور ایک جگہ یقین پیدا نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ بیمار ہے اور وہ بھی نفسیاتی بیمار۔ نفسیاتی بیماریاں تنزل کی طرف کم اور عروج کی طرف تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ امراض کہاں سے اور کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ قوت خیال پر شیطان کے مسلط ہونے سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کسی شخص کی تعریف کی' کہا وہ ایک عقلمند انسان ہے اس کے بعد کہنے لگا مگر شکی مزاج ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ وہ کیسا عاقل کہ جو شکی ہو؟ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا۔ شیطان اس پر مسلط ہوگیا ہے اس کا کام شیطانی ہے نہ کہ رحمانی۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم اس شخص سے ہی پوچھ لو کہ اس کا کام شیطانی ہے یا رحمانی تو وہ خود بول اٹھے گا کہ شیطانی ہے۔

ہم سب کو توجہ دینی چاہیے کہ شیطان ہمیں دنیا اور آخرت میں نقصان

پہنچانے کے لیے تیار بیٹھا ہے ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح جہنم پہنچا دیتا ہے کسی کو گناہ کے ذریعے، کسی کو حرام پیسوں کے ذریعے، کسی کو زنا کے راستے، کسی کو ریاست طلبی کے ذریعے، کسی کو شک کے ذریعے، کسی کو غیبت، تہمت، عیب جوئی کے ذریعے، راہ مستقیم سے منحرف کر دیتا ہے۔ نتیجتاً" انسان خسرالدنیا والاخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ کسی شخص نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ شیطان کے کندھے پر ایک لمبی رسی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ کچھ جال ہیں جو لوگوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں تاکہ ان کے ذریعے ان کو جہنم کی طرف کھینچوں۔ شیطان کے پاس ایک زنجیر بھی تھی اس شخص نے شیطان سے پوچھا کہ یہ کس لیے رکھی ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ یہ سید رضی کے لیے ہے۔ میں آج رات سید رضی کے پاس گیا اور تین مرتبہ اس زنجیر میں باندھ دیا لیکن انہوں نے زنجیر کاٹ دی پھر اس شخص نے شیطان سے سوال کیا کہ تم نے رسیاں مختلف رنگوں کی کیوں رکھی ہیں؟ شیطان نے جواب دیا اس لیے کہ میں ہر انسان کو ایک خاص رنگ اور راستے کے ذریعے منحرف کرتا ہوں۔ وہ شخص اگلے دن سید رضی کے پاس گیا اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو معلوم ہوا کہ خواب سچا تھا۔ مرحوم کلینی رضوان اللہ علیہ السلام نے فرمایا شیطان ایک دفعہ رنگین لباس پہن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آگیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ یہ رنگین لباس اور یہ رنگین ٹوپی کیوں؟ جواب دیا کہ میرا فریب ایک راستے سے نہیں ہے۔ لوگوں کو جہنم کی طرف ایک راستے سے نہیں لے جاتا ہوں بلکہ مختلف طریقوں اور راستوں سے جہنم تک پہنچاتا ہوں۔ شکی مزاج انسان کو از راہ طہارت ونجاست، وضو وغسل اور عبادت کے ذریعے۔ وہ شخص جو دین کے معاملے میں

لاپرواہ ہوتا ہے اس کو بے مروت بنا کر' نیک عورت کو غیبت کے ذریعے' تہمت' چغل خوری کے ذریعے' اسی طرح کسی کو مال حرام کے ذریعے۔ گویا مختلف طریقوں اور حیلوں سے انسان کو جہنم تک پہنچا دیتا ہوں۔

قرآن پاک میں بہت ساری آیات موجود ہیں کہ شیطان نے قسم کھائی ہے کہ خدا کے بندوں کو گمراہ کروں گا اور خدا کے سامنے وعدہ کیا ہے۔ شیطان نے خدا سے کہا ہے کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ اور مجبور بنا کر رکھ دوں گا۔

فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطک المستقیم○ ثم لاتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شاکرین (سورہ اعراف آیت ۱۶-۱۷)

"کہنے لگا چونکہ تو نے میری راہ ماری تو میں بھی تیری سیدھی راہ پر بنی آدم کے (گمراہ کرنے کے لیے) بیٹھوں گا پھر ان لوگوں کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے داہنے سے اور ان کے بائیں سے (غرض) ہر طرف سے ان پر آپڑوں گا اور ان کو بہکاؤں گا اور تو ان میں سے بہتوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔" جب میں خود آدم کی وجہ سے گمراہ ہو گیا ہوں تو پھر ان کو اور ان کی اولاد کو ضرور گمراہ کروں گا۔ ان کو سعادت کی راہ مستقیم پر چلنے سے رکاوٹیں کھڑی کروں گا اور جہنم کے راستے پر چلاؤں گا۔ اور انسان پر ہر طرف سے حملہ آور ہو جاؤں گا سامنے سے 'پیچھے سے' دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے حملہ کر کے اس کو گھیرے میں لوں گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ سامنے سے آؤں گا یعنی امور آخرت کو انسان کے سامنے ضعیف اور کمزور بنا کر پیش کروں گا۔ پیچھے سے آؤں گا' کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو مال جمع کرنے کا حکم دوں گا' حقوق شرعی کے ادا کرنے سے اس کو بخیل

بنا دوں گا تاکہ وہ ان کے ورثہ کے لیے رہ جائے اور شیطان کا یہ کہنا کہ دائیں طرف سے آؤں گا یعنی برائی کو اچھائی کی شکل میں پیش کر کے ان کو گمراہ کروں گا۔ اور ان کے دلوں میں شبہ پیدا کروں گا۔ اور شیطان کے یہ کہنے کا مقصد کہ میں بائیں طرف سے حملہ آور ہوں گا یعنی انسان کو لذت پرست بنادوں گا اور شہوات کو ان کے دلوں پر غالب کردوں گا۔ لاپرواہ عورت کو بے پردگی اور نامکمل پردے کے راستے سے گمراہ کردوں گا۔ لیکن مقدس مرد اور عورت کے پاس شیطان ان راستوں سے نہیں آتا بلکہ ان کو شک کے ذریعے داخل جہنم کرو دیتا ہے۔

میں شکی مزاج لوگوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ صبح وشام اس آیت کو پڑھیں جب شیطان ان کے قوت خیال پر مسلط ہونے کی کوشش کرے تو شیطان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور شک میں مبتلا ہونے کے بجائے اس آیت کو پڑھیں۔ اور یہ سمجھیں کہ شیطان خدا کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ میں ہر شخص کو الگ راستے سے جہنم لے جاؤں گا۔ شکی مزاج کو طہارت ونجاست ' وضوو غسل اور عبادت کے راستے سے جہنم میں لے جاؤں گا ' ایک اور آیت میں بھی تقریباً یہی مفہوم آیا ہے کہ جہاں شیطان نے قسم کھائی ہے کہ

لاتخذ ن من عبادک نصیبا مفروضا○ ولاضلنهم ولامنینهم ولا امرنهم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنهم فلیغیرون خلق الله(سورہ نساء آیت ۱۱۹-۱۱۸)

"اور جس نے (ابتداء ہی میں) کہا تھا (خداوندا) میں تیرے بندوں میں سے کچھ خاص لوگوں کو (اپنی طرف) ضرور لے لوں گا اور پھر انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور انہیں (بڑی بڑی) امیدیں بھی ضرور دلاؤں گا اور یقیناً انہیں

سکھادوں گا پھر وہ (بتوں کے واسطے) جانوروں کے کان ضرور چیر پھاڑ کریں گے اور البتہ ان سے کہوں گا پس پھر وہ (میری تعلیم) کے موافق خدا کی بنائی ہوئی صورت کو ضرور بدل ڈالیں گے"۔ تیرے بندوں سے کافی فائدہ لوں گا اور ان کو گمراہ کروں گا ان کے مالوں اور آرزوؤں پر ان کو غوطہ ور کروں گا۔ میں ان کو حکم کروں گا کہ وہ حیوانوں کے کان کاٹ دیں۔ اور میں حکم کروں گا اس بات پر کہ وہ خلقت خدا کو تبدیل کردیں۔ میں انسانوں کے ساتھ ایک ایسا کام کروں گا کہ وہ فطرت خداداد ضائع کر بیٹھیں گے اور اس کے بعد وہ کبھی خداشناس نہیں بن سکیں گے پھر وہ سمجھ ہی نہ پائیں گے کہ خدا کے سامنے عجزوانکساری کی جانی چاہئے اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ فضیلت کو رزیلت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۴)

"اگر کوئی شخص شیطان کی سوفیصدی متابعت کرے یا شیطان اس کا ولی بن جائے' اور شیطان اس شخص پر مسلط ہوجائے تو وہ گھاٹے میں ہے"۔ اے شکی مزاج قرآن مجید کہتا ہے کہ تم واضح و آشکار نقصان میں ہو۔ تیسری آیت بھی پہلی اور دوسری آیت کی طرح ہے جب شیطان درگاہ خداوندی سے دھتکارا گیا تو شیطان نے کہا خدایا میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ تو خداوند عالم نے فرمایا۔

واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الا موال والاولاد وعدھم و مایعدھم الشیطان الا غرورا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۴)

"اور اس میں سے جس پر اپنی (چکنی چپڑی) بات سے قابو پاسکے بہکا اور

اپنے چیلوں کے لشکر سوار اور پیادے (سب) سے چڑھائی کر اور مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا کر اور ان سے (خوب جھوٹے) وعدے کر اور شیطان تو ان سے دھوکہ کرتا ہے دھوکے (کی ٹٹی) کے سوا کچھ ہوتا نہیں"۔ یعنی شیطان انسان کو گمراہ کر دیتا ہے کیسے؟ اپنی آواز کے ذریعے شیطانی آواز کیا ہے۔ ہر قسم کے گانے' موسیقی' "واجلب علیھم بخیلک ورجلک" شیطان دو قسم کی فوج رکھتا ہے اس کا ایک گروہ پیادہ ہوتا ہے یعنی ایک نااہل دوست ان کا گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ دوست زیادہ عالم نہیں ہوتا ہے' یا وہ دانا بھی نہیں ہوتا ہے صرف شک کے ذریعے اس کو جہنم بھیج دیتے ہیں۔ لیکن بعض وقت ایک دانا شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے' بقول قرآن شیطان کا وہ لشکر جو سواری پر ہوگا' مثلاً مغرب کے وہ مکتب جو انسان کے لیے تیار کیے گئے ہیں ایک نااہل دوست کی طرح' لیکن وہ ساتھی جو دانا اور ہوشیار ہوگا وہ اس کو استدلال کے ذریعے غیر مستقیم راستے سے جہنم پہنچا دے گا۔ بعض اوقات مال حرام کے ذریعے انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے اور یہی مال حرام وہ اپنے بچوں کو کھلا دیتا ہے اگر اس مال حرام سے نطفے کا انعقاد ہو جائے تو لازماً اس کے بچے بھی خراب ہو جاتے ہیں اور راہ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ پس آیت مبارکہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ شیطان کسی کو حرام طریقے سے مال دیتا ہے اور اس کی نسل کو خراب کر دیتا ہے' کسی کو ناپ طول میں گمراہ کر دیتا ہے' کسی کو رشوت کے ذریعے' کسی کو سود کے ذریعے' کسی کو اپنی آوازوں کے ذریعے' یعنی گانے اور موسیقی کے ذریعے گمراہ کر دیتا ہے۔ گویا شیطان ہر شخص کو الگ الگ راستوں سے جہنم پہنچا دیتا ہے۔ سب کو ایک ہی طریقے سے گمراہ نہیں کرتا ہے۔ ہمیں جس بات پر توجہ دینی چاہئے وہ یہ ہے کہ شیطان لعین ہر شخص کے لیے ایک

شیطان مقرر کر دیتا ہے۔ عام انسانوں کے لیے عام شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے۔ علماء اور دانشمندوں کے لیے ایک چالاک اور عالم شیطان مقرر کر دیتا ہے۔ خدا رحمت کرے مرحوم شیخ غلام رضا یزدی پر' کہتے ہیں کہ ایک شخص عارف کامل اکثر منبر پر فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کا ایک شیطان ہوتا ہے مگر میرا شیطان' شیطانوں کا ملا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے قرآن مجید سے کہی ہے کہ جہاں قرآن مجید فرماتا ہے' اجلب علیهم بخیلک ورجلک۔ سورہ فلق اور سورہ والناس شیطان کو دور کرنے کے لیے اہم ہیں تم اپنے بچوں کو چار قل ضرور یاد کراؤ۔ اور بچے اور دوسرے لوگ جب گھر سے باہر نکلنا چاہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ چاروں قل کی تلاوت کر کے گھر سے باہر نکلیں تاکہ وہ شیطان' جنوں اور شرارتی انسانوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ ان دونوں سورتوں میں ایک بہترین نکتہ موجود ہے ہم کو توجہ دینی چاہیے اور خصوصاً شکی حضرات کو زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ سورہ فلق میں ایک مرتبہ چار چیزوں سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم قل اعوذ برب الفلق "خداوند میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے لوگوں کے شر سے" یقیناً لوگوں کا شر' استعمار گروں کا شر' سپر طاقتوں کا شر بہت بڑا اور خطرناک ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ومن شر غاسق اذا وقب اس وقت سے کہ جب غریزہ جنسی متحرک ہو جائے واقعاً" اس وقت خدا سے پناہ مانگنا چاہیے ومن شر النفاثات فی العقد "خداوند میں پناہ مانگتا ہوں اس وقت سے کہ جب عورت ناز و نخرے دکھائے" مثلاً یہ کہ آپ راستے میں چل رہے ہیں اور آپ کے آگے آگے ایک عورت جا رہی ہے یا آپ اپنے کاروبار میں مصروف ہیں ایک عورت آئے اور آپ کے ساتھ ناز و نخرے کرے ہنسے۔ یہ سورہ کہتا ہے کہ خدایا میں تجھ سے اس قسم کے

حالات اور واقعات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں ومن شر حاسد اذا حسد "خداوندا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس وقت سے کہ جب حاسد حسد سے کام لے" یہ چار چیزیں بہت اہم ہیں جن سے ایک مرتبہ پناہ مانگی گئی ہے۔

لیکن سورہ الناس میں تین مرتبہ پناہ مانگی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ قل اعوذ برب الناس ملک الناس الہ الناس یہاں ملک الناس اور الہ الناس کو بطور صفت لایا گیا ہے لیکن حقیقت میں یوں کہنا چاہتا ہے خدایا! پناہ مانگتا ہوں تجھ سے' خدایا پناہ مانگتا ہوں تجھ سے۔ خدایا! پناہ مانگتا ہوں تجھ سے۔ کس چیز سے؟ من شر الوسواس الخناس شیطان کے اس شر سے جو بہت وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس وسوسہ کے شر سے جو وسوسہ استدلال کے ساتھ کرتا ہے۔ خناس ایک شیطان ہے جو وسوسہ پیدا کرنے میں ماہر ہوتا ہے۔ ہوشیار لوگوں کو' علماء کو کس طرح شک میں مبتلا کرنا ہے وہ ان چیزوں کو جانتا ہے۔ یہی شیطان ایک عورت کو وسوسہ کرنے یا مرد کو وسوسہ کرنے کے استدلال کو جانتا ہے۔ یعنی یہ خناس بھی ہے اور شک پیدا کرنے والا بھی ہے۔ خناس اور وسواس دونوں صیغہ مبالغہ میں سے ہیں یعنی بہت زیادہ شک پیدا کرنے والا۔ خناس بہت زیادہ استدلال کرنے والا۔ اور اتفاق سے شکی حضرات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اپنے کام کے بارے میں عجیب وغریب قسم کا استدلال کرتے ہیں یعنی ایسی باتیں کرتے ہیں گویا ان کے مرجع تقلید کو فتویٰ دیتے وقت یہ باتیں ذہن میں نہیں آئی ہیں۔ عجیب قسم کی چیزیں ان کے ذہن میں آتی ہیں یہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ یہ استدلال ہے۔ نہیں قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ شیطان کا الہام ہے۔

ان الشیاطن لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم یعنی
شیطان تجھے الہام کرتا ہے اور سکھاتا ہے کہ جو تجھ سے یہ کہے کہ فلاں چیز پاک
ہے تو تم کہو کہ نجس ہے اور اس کی دلیل بھی پیش کرو۔ وہ شخص جو تم کو یہ کہے
کہ وضو اور غسل میں شک ہو جائے تو اس کی پرواہ مت کر تو اس کی بات قبول
نہ کرو اور استدلال پیش کرو ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم اور
سورہ الناس کہتا ہے کہ کہو خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں خناس سے۔ میں
شکی حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ چہار قل کو یعنی قل ھواللہ احد، قل
یاایھا الکافرون اور خاص کر ان دو سورتوں کو قل اعوذ برب الناس، قل اعوذ
برب الفلق کو ہمیشہ تلاوت کریں جب وسواس خناس اور شیطان بدکار ان کو
فریب دینے کی کوشش کرے تو اس کے سر پر ماریں۔ بقول امام جعفر صادق علیہ
السلام اس خبیث کے منہ پر مارو اور اس سے کہو اے شیطان ملعون و لعنتی دفع
ہو جا۔ اپنے اوپر مسلط ہونے نہ دو۔ آپ سے التماس ہے کہ جونہی شیطان آپ
کو فریب دینے کی کوشش کرے سورہ کو پڑھنا شروع کرو۔ بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم۔ قل اعوذ برب الناس........ الی اخر اور دل ہی دل میں اس کے معنی
کرو۔ معنی یہ ہیں کہ کہو خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تجھ سے پناہ مانگتا
ہوں، تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس وسواس خناس سے کہ جو وسوسہ ڈالتا ہے
استدلال کے ساتھ وسوسہ کرتا ہے اور مجھے جہنم میں ڈالنا چاہتا ہے۔

آج کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نفسیات کی رو سے شکی یعنی بیمار، از نظر
اسلام شکی یعنی قوت خیال پر شیطان کا مسلط ہو جانا، اور آیات قرآن مجید کے
مطابق شکی یعنی وہ شخص جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا ہو۔ وہ خسر الدنیا
والاخرۃ بن جاتا ہے۔ اور وہ واضح طور پر نقصان اور خسارے میں ہے۔

اور ہم نے یہ جان لیا کہ شیطان ہر انسان کو الگ راستے سے جہنم تک لے جاتا ہے۔ انقلابی دوستوں کو ایک الگ راستے سے' انقلاب کے مخالف کو ایک الگ راستے سے' مقدس کو ایک الگ راستے سے' بازاری کو ایک الگ راستے سے' لاپرواہ عورت کو ایک الگ راستے سے' نمازی عورت کو ایک الگ راستے سے' وہ عورت جو خدا اور پیغمبرؐ کے ساتھ واسطہ رکھتی ہے اس کو ایک الگ راستے سے' اور وہ عورت جو مسجد اور منبر سے لاتعلق ہے نماز روزہ کے ساتھ جس کا دور کا بھی تعلق نہیں اس کو ایک الگ راستے سے جہنم تک پہنچا دیتا ہے لیکن کیا کیا جائے؟ یعنی اس شکی کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کا ورد بہت خطرناک ہے۔ بعض ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ یہ مرض ایسا ہے کہ جس کا علاج ہی نہیں ہے۔ مجھے نام یاد نہیں میرے پاس ایک ماہر نفسیات آیا تھا اور اس نے یہ سنا تھا کہ میں وسوسے کے مریضوں کو ٹھیک کرتا ہوں تو وہ بہت تعجب کرتا تھا۔ بتانے کا میرا مقصد یہ ہے کہ یہ مرض بہت خطرناک ہے۔ اتنا خطرناک کہ جس کو ماہرین نفسیات لاعلاج قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں نے بہت سارے شکی مزاج لوگوں کو ٹھیک کیا ہے۔ کس چیز کے ذریعے؟ دوا بہت آسان ہے۔ اس سے آسان دوا اور ہے ہی نہیں۔ وہ آسان دوا کیا ہے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے شکی' جو شیطان تمہیں وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے اس کی باتوں کو اہمیت نہ دو۔ ایک دو مہینے جب اس کی باتوں سے لاپرواہی کرو گے' اس کے استدلال کو قبول نہ کرو گے مثل دوسرے عام لوگوں کے' یعنی وہ بیوی جو شکی ہے وہ اپنے شوہر کی ہر بات کو مان لے۔ جو شوہر کہے اس کو سن لے اسی طرح شوہر شکی ہے اسے چاہیے کہ بیوی جو کچھ کہے اس کو مان لے جو کچھ بیوی کہتی ہے اس کو سن لے' لوگ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ کس طرح

وضو کرتے ہیں؟ غسل کس طرح کرتے ہیں؟ پانی کس طرح ڈالتے ہیں؟ عام لوگ جس طرح عمل کرتے ہیں وہ بھی ایک دوماہ اسی طرح عمل کرے تو بالکل ٹھیک ہوجائے گا لیکن ایک دوماہ سے شک کا مرض ختم نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ پانچ چھ مہینے تک عمل نہ کرے۔ اگر جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل نہ کرے تو پھر جان لے کہ وہ مرض روز بروز بڑھتا جائے گا' تمہاری دنیا برباد کردے گا' تمہارے گھر کو تباہ کردے گا۔ تمہیں افسردہ بنادے گا۔ آخرکار وہ انسان معاشرے کا ایک عضو زائد بن کر رہ جاتا ہے۔ بہرحال یہ تیری دنیا ہے کہ جہاں تو اپنے لیے ایک جہنم تیار کررہا ہے اور اپنے خاندان کے لیے جہنم بنارہا ہے اور یقین کرو جو جہنم تیرے لیے یہاں پر ہے وہ وہاں بھی تیرے لیے آمادہ ہے۔ اگر میری بات پر عمل کرو گے تو پانچ چھ مہینے کے اندر اس مرض کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دو گے اور اس مرض سرطان سے نجات حاصل کرو گے۔ آخر میں ایک نکتہ عرض کروں گا کہ اس پر وہ لوگ جو شکی نہیں ہیں توجہ رکھیں وہ یہ ہے کہ اگر تمہاری بیوی شکی ہے تو اس کو بدمزاجی' سختی اور مارپیٹ سے ٹھیک نہیں کیا جاسکتا ہے وہ مریض ہے۔ مریض کے ساتھ تندی سے کام نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح تمہارا شوہر شکی ہے' بیٹا یا بیٹی شکی ہے' تو ان کو بدمزاجی' واویلا' مارپیٹ کے ذریعے ٹھیک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ مزید بدتر ہوجائیں گے۔ یہ بیمار ہیں' بیمار کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھنا چاہیے؟ اس کے ساتھ اخلاق' خوش گفتاری اور حوصلے سے کام لیا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے مرض کو ختم کیا جاتا ہے۔ آپ کو شکی کا خیال رکھنا ہوگا اس کا خرچہ برداشت کرنا ہوگا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا مرض ختم کرنے میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ میں شکی حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ وظیفہ پر عمل

کریں تاکہ ٹھیک ہو جائیں اور وہ لوگ جو خود شکی نہیں ہیں بلکہ ان کے درمیان ایک شکی ہے ان سے گزارش ہے کہ وہ شکی کے ساتھ سخت کلامی' بد کلامی سے پیش نہ آئیں۔ ان کے ساتھ تمہارا رویہ دوستانہ ہونا چاہیے۔ جس طرح ایک مریض کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

خداوند بحق حضرت زہراء علیہا السلام تمام مریضوں کو اور خصوصاً ایسے مریضوں کو شفا عطا فرما جو وسواس فکری یا وسواس عملی میں مبتلا ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین وصلوٰۃ وسلام علی محمد وآلہ الطاہرین

المدینہ پبلیشرز پاکستان

الحرمین پبلشرز پاکستان

الحرمین پبلیشرز۔ پاکستان

پوسٹ بکس 15556
پوسٹ کوڈ 75530
کراچی پاکستان